سلسلۂ مطبوعات: ۱۶۳

آئینۂ بلاغت

مصنّفہ

مرزا محمد عسکری

اُتّر پردیش اُردو اکادمی، لکھنؤ

آئینۂ بلاغت

مرزا محمد عسکری

گلستانِ بے خزاں

مولفہ

میر قطب الدین باطن

ستیش چندر سریواستو سکریٹری اترپردیش اردو اکادمی نے میسرس ایسوسی ایٹڈ جرنلس لمیٹڈ پریس بشیشر ناتھ روڈ، لکھنؤ میں چھپوا کر بلہرہ ہاؤس، قیصر باغ، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱ سے شائع کی۔

پیش لفظ

کسی زبان میں شائع ہونے والی کتابوں کے موضوعات میں تنوع اس زبان کے فعال اور اس کے ارتقائی عمل کے جاری و ساری ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ زندہ زبان کی ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کی کتابیں عہد جدید کے تقاضوں کو پورا کرتی ہوں اور قارئین کو ہمہ جہتی معلومات بہم پہنچاتی ہوں۔

دنیا کی دوسری جدید ترقی یافتہ زبانوں کی طرح اردو میں بھی ادبی، سماجی، سائنسی علوم وغیرہ پر کتابیں ملتی ہیں۔ بعض جدید ترین علوم کے اظہار و ابلاغ کے لیے اس کے پاس ابھی وافر ذخیرہ الفاظ نہیں ہے مگر برصغیر کے مختلف اداروں میں اصطلاحات سازی کا کام منصوبہ بند طریقے پر چل رہا ہے اور امید ہے کہ یہ کمی جلد پوری ہو جائے گی۔

اپنے محدود بجٹ اور طباعت وغیرہ کے لیے مقامی طور پر مہیا ناکافی وسائل کے باوجود اتر پردیش اردو اکادمی سال بہ سال جو کتابیں شائع کر رہی ہے ان کو کیفیت اور کمیت دونوں اعتبار سے قابل لحاظ کہا جا سکتا ہے۔ ان کی قیمتیں بھی بازار کی بہ نسبت کافی کم رکھی جا رہی ہیں۔ بچوں میں مطالعے کا شوق پیدا کرنے کے لیے ان کی دل چسپی کی کتابوں، یونی ورسٹی سطح کی نصابی اور حوالے کی کتابوں، تراجم، شعری اور نثری انتخابات اور جدوجہد آزادی سے متعلق ادبی سرمائے کی اشاعت اکادمی کے زیر اہتمام چل رہی ہے۔

اس کے علاوہ اکادمی کا ایک انتہائی اہم کام، جس کی طرف بالعموم کم توجہ کی جا رہی

تھی، قدیم ادبی شہ پاروں کی بازآوری اور دوبارہ اشاعت ہے۔ تاکہ ان بنیادی ماٰخذ تک، جن پر تحقیق و تنقید کا دارومدار ہے، اردو والوں کی رسائی آسان ہو جائے۔

اشاعتِ کتب کا یہ سلسلہ لامتناہی ہے اور برابر جاری رہے گا۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور امید ہے کہ اکادمی کی دوسری مطبوعات کی طرح اس کتاب کو بھی پسند کیا جائے گا۔

اتر پردیش اردو اکادمی،
لکھنؤ

محمد رضا انصاری
چیرمین

انتساب

بنام نامی

علم دوست وعلم پرور۔ جواں ہمت۔ جواں دولت۔ جواں سال۔

عالیجناب راجہ محمد امیر احمد خان بہادر

والی ریاست محمود آباد

از مصنف

فہرست مضامین

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تمہید

للہ الحمد کہ آج (بتاریخ ۸ نومبر ۱۹۳۶ء) کتاب "آئینۂ بلاغت" پوری ہوگئی۔ میری صحت اسقدر ایسی خراب ہوگئی تھی کہ میں اس کے اختتام سے مایوس ہو گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دعائے صحت اور دعائے اتمام کتاب ایک ساتھ پوری ہوئیں۔

قطع نظر عربی کتابوں کے فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں فن بلاغت پر اتنی کتابیں (بعض نہایت عمدہ و مشرح اور بعض نہایت ناقص و مختصر) موجود ہیں کہ اب اُن میں کسی نئی کتاب کا اضافہ فضول اور تحصیل حاصل معلوم ہوتا ہے مگر جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اب زمانہ بدل گیا۔ پیشتر کا سا شوق فارسی اور اُردو خاص کر فن شعر و بلاغت کی کتابیں پڑھنے کا لوگوں کے دلوں میں باقی نہیں رہا طریقہ تعلیم کا طریقہ بدل گیا۔ کسی زمانے میں کتاب من اولہ الی آخرہ پڑھنا شوقین طلبہ کے لئے بہت ضروری تھا۔ اب یہ حال ہے کہ کتاب کے مختصر نوٹوں پر یا جو کچھ کہ اُستاد بتا دیں صرف اُتنے جزو پر اکتفا کی جاتی ہے۔ بس اگر اس تغیر مذاق پر نظر کیجائے اور زمانہ حال کی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے تو یقیناً ایک ایسی کتاب کی ضرورت ضرور محسوس ہوگی جو ایسے لوگوں کیلئے جن کے پاس زیادہ وقت تعلیم و تعلم کا نہیں ہے۔ علی الخصوص طلبہ کے واسطے ایک مفید معلومات کا ذخیرہ اختصار کیساتھ نہایت صاف اور سلیس عبارت میں پیش کرے۔ اگر میرا یہ عذر قابل پذیرائی اور میری یہ دلیل قابل قبول ہے تو یقیناً یہ کتاب بھی مقبول ہونا چاہئے۔ اور جو اسلوب اس میں اختیار کیا گیا ہے وہ پسند ہونا چاہئیے۔

تمہید

وہ جدید اسلوب یہ ہے کہ اب تک یہ دستور ہے کہ صنائع بدائع اور علم عروض کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب ایک مسلسل بیان کی صورت میں اور ایک خاص طوالت کے ساتھ جو بعض موقعوں پر بالکل فضول اور غیر ضروری معلوم ہوتی ہے، اور امثلہ کی کثرت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے مصنف کی غرض غالباً یہ ہوتی ہے کہ وہ بہترین طریقہ سے پڑھنے والے کے ذہن نشین ہو جائے مگر میرا تجربہ یہ ہے کہ اسکا اثر بالکل برعکس ہوتا ہے۔ بجائے ذہن نشین ہونے کے وہ پیچیدہ عبارت اور مثالوں کی کثرت اصل مطلب کو اور زیادہ اُلجھا دیتی ہے اور بجائے سمجھ میں آنے کے طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ مثلاً مولوی نجم الغنی صاحب مرحوم کی مشہور کتاب بحر الفصاحت کو لیجئے کہ اُنھوں نے جس محنت اور کاوش سے یہ کتاب تیار کی ہوگی اس کی داد نہ دینا سراسر ظلم ہے۔ یہ کتاب نہایت ضخیم تقریباً بارہ تیرہ سو صفحات پر مشتمل ہے مگر ان خوبیوں کے ساتھ اُس میں یہ خرابی بھی ہے کہ علاوہ قیمت کی زیادتی کے بیان کی طوالت، امثلہ کی کثرت اور ہر مسئلہ کو مکمل طور سے بیان کرنیکی ناکام کوشش، یہی سب باتیں اُس کی بے لطفی اور بے کاری کا بھی باعث ہو گئی ہیں۔

دوسری جانب اکثر کتابیں جو غالباً اُس زمانہ کے طلبہ کے لئے تیار کی گئی ہوں گی نہایت مختصر اور اسقدر مختصر ہیں کہ بہت ضروری باتیں ان میں بیان کرنے سے رہ گئی ہیں۔ مثلاً چہار گلزار جو زبان فارسی میں اسی فن کا ایک رسالہ ہے یہ اس قدر مختصر ہے کہ اس کا اختصار باعث تکلیف ہے۔ میں نے اطناب اور اختصار کے درمیان کا راستہ اختیار کیا اور اُس کے واسطے یہ ضروری سمجھا کہ بعض چیزیں جو اب تک مسلسل عبارت میں بیان کی گئی ہیں وہ نقشہ کی صورت میں بترتیب حروف تہجی مرتب کیجائیں۔ اس سے یہ فائدہ متصور ہے کہ طلبا جو عموماً زمانۂ امتحان کے قریب اس قسم کی کتابوں کا خلاصہ نوٹوں سے یاد کر لیتے ہیں یا وہ لوگ بھی جن کے پاس اتنا وقت نہیں کہ فن بلاغت کی کتابیں مکمل طور سے پڑھیں۔ ان نقشوں کو بہت مفید اور کارآمد پائیں گے اور نقشہ میں سوائے اصل اصطلاح اور اُس کی تعریف اور مثال کے زوائد سے مطلب نہیں رکھا گیا۔ مثالوں میں اس کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ حتی الامکان فارسی اور اُردو دونوں زبانوں کی مثالیں پیش کی جائیں۔ پہلا باب جو "اقسام و متعلقات نظم و نثر" کے متعلق ہے بالکل جدید ہے اب تک یہ مطالبات اور کتابوں میں علیحدہ علیحدہ بیان کئے گئے تھے، یکجا کر دینے سے بصورت نقشہ انکی اہمیت بھی بڑھ گئی اور وہ جلد اور آسانی سے سمجھ میں آجائیں گے۔

فن عروض جو بلاغت کا نہایت مشکل اور بے مزہ مضمون ہے۔ دیگر کتب میں بیکار طوالت کے سبب سے بہت مشکل سے سمجھ میں آتا ہے اُس کی بحور اور علی الخصوص زحافات سے طبیعت اُکتا جاتی ہے میں نے ان کو بھی نقشوں کے ذریعہ سے اور اختصار سے کام لے کے اتنا آسان اور دلچسپ کر دیا ہے کہ اب امید ہے کہ طلبہ اور دیگر شائقین اس سے بہت لطف اندوز ہوں گے اور اکثر باتیں آسانی سے یاد کر لیں گے۔ اکثر کتابوں میں دوائر بحور جو دئے جاتے ہیں وہ میں نے عمداً ترک کر دئے کیونکہ استخراج بحور سے اب کس کو دلچسپی باقی ہے؟ تقطیع کے قواعد ایک خاص طریقہ سے خانہ وار سمجھائے گئے ہیں جس سے تقطیع کا اصول آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ اتنا میں ضرور ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ مشکوک اور مختلف فیہ مسائل جن میں خود متقدمین میں سخت اختلاف ہے اور کوئی بات اب تک طے نہیں ہوئی وہ عمداً ترک کئے گئے۔ کیونکہ ان سے نہ کوئی فائدہ متصور ہے اور نہ اب اس قسم کی بال کی کھال نکالنے کا کس کو شوق ہے۔

علم بیان میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ وغیرہ کے اقسام کو نہایت اختصار کے ساتھ فارسی اور اُردو کی مثالوں سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ سرقۂ شعری کے ذکر میں (جس پر عموماً کتب بلاغت کا خاتمہ ہوتا ہے) میں نے متداولہ رائے سے کسی قدر اختلاف کیا ہے۔ متداولہ رائے یہ ہے کہ اگر کوئی شعر بجنسہ یا بتغیر الفاظ کسی دوسرے کے کلام میں پایا جائے تو اُس کو سرقہ سمجھنا چاہئے میں نے اس پر اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ سرقہ اُس وقت سمجھا جائے گا اگر اُس دوسرے شاعر نے باوجود علم کے بدنیتی سے یعنی لوگوں پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ میرا شعر ہے وہ شعر بجنسہ یا اُسکا مضمون بتغیر الفاظ چُرایا ہو۔ مثلاً ان اشعار کو لیجئے۔ غالب کا مطلع ہے ؎

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا

اور شاد لکھنوی کہتے ہیں ؎

کوئی دم راحت جنوں کے ہاتھ سے پائیں گے کیا
زخم بھر جائیں گے تو ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا

اس میں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ شاد کو غالب کے شعر سے آگاہی تھی تو یقیناً یہ سرقہ کی حد میں آتا ہے

دوسرا شعر غالب کا ہے ؎

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

اور شاد کہتے ہیں ؎

حال عاشق اُن کو سُننے کا مزہ ہے اس قدر
ہم کہے جائیں گے جتنا وہ کہے جائیں گے کیا

یہ بھی بشرطِ مذکورۂ بالا سرقہ ہے بلکہ سرقۂ مذموم۔ کیونکہ لفظ حال دل جو غالب کے یہاں دوسرے مصرعہ میں ہے۔ اُس کو شاد نے پہلے مصرعہ میں ڈال دیا۔ غالباً اس وجہ سے کہ شعر کی صورت بدل جائے۔

یہ دونوں شعر بھی اسی نوعیت کے ہیں ؎

تری تقلید سے کبک دری نے ٹھوکریں کھائیں
چلا جب جانور انساں کی چال اُسکا چلن بگڑا (آتش)

گئے طاؤس کے گھر موج پائے کبک میں آئی
چلا جب اُس کی انکھیلی کی چال اُسکا چلن بگڑا (شاد)

اسمیں بھی دوسرا شعر سرقہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ آتش کی یہ مشہور غزل شاد نے ضرور سُنی ہوگی اور جب چلن کا قافیہ آیا تو آتش کا شعر ضرور اُنکے پیش نظر ہوگا۔ میں آتش کے شعر کو بہتر سمجھتا ہوں۔ اس وجہ سے کہ انھوں نے "انسان کی چال" کہہ کے شعر میں عمومیت پیدا کردی اور جس مضمون میں عموم ہو وہ مخصوص محدود مضمون سے بہتر اور لطیف تر ہوتا ہے

البتہ اس قاعدہ سے وہ اشعار مستثنیٰ ہیں جنمیں کوئی محاورہ یا مثل باندھی جائے۔ مثلاً سانپ نکل گیا اب لکیر پیٹا کرو ایک مثل ہے۔ جس سے یہ مطلب ہے کہ ایک زریں موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا اب اس کی کوشش بیکار ہے۔ اس مثل کو ان چار شاعروں نے باندھا ہے ؎

خیال زلف دوتا میں نصیر پیٹا کر
گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر (شاہ نصیر دہلوی)

سانپ تو بھاگ گیا پیٹتے ہیں لوگ لکیر
خوب پوشیدہ کئے تم نے دکھا کر گیسو (تمنّا)

سر دے دے مار و گیسوئے جاناں کی یاد میں
پیٹا کرو لکیر کو کالا نکل گیا (رندؔ)

دکھلا کے مانگ گیسوؤں والا نکل گیا
پیٹا کرو لکیر کو کالا نکل گیا (شادؔ لکھنوی)

ان میں کوئی شعر کسی دوسرے شعر کا سرقہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ہر شاعر نے ضرب المثل کو باندھا ہے مگر تعجب اور بڑا تعجب ہے کہ شادؔ ایسا اُستاد اور کہنہ مشق شاعر اُس نے رندؔ کا پورے کا پورا مصرعہ بلا کسی تغیّر و تبدل کے اپنے کلام میں شامل کر لیا۔ ایک اعتراض میرے ایک دوست نے اس پر یہ بھی کیا ہے کہ شاہ نصیرؔ، تمنّاؔ اور رندؔ تینوں شاعروں نے زلف و گیسو کو سانپ سے تشبیہ دی ہے جو ایک مشہور تشبیہ ہے مگر شادؔ کے یہاں یا تو مانگ سے تشبیہ کہی جائے گی اور یا گیسوؤں والے سے اور یہ دونوں تشبیہیں ناجائز ہیں۔ اس لئے کہ مانگ کا رنگ سفید ہوتا ہے سیاہ نہیں ہوتا اور گیسوؤں والا یعنی معشوق بھی مارِ سیاہ نہیں کہا جا سکتا۔

سرقہ کی ایک یہ بھی صورت کہی جاتی ہے کہ دو شعروں کا مضمون ایک ہی ہو مگر اسلوب بیان الگ الگ ہو۔ اس کو اصطلاح میں سرقۂ معنوی کہتے ہیں۔ میں اس کا بھی قائل نہیں۔ اس لئے کہ اگر اتحادِ مضامین کو سرقہ مانا جائے تو پھر شاعری کا تقریباً نصف حصّہ سرقہ سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ ایک شاعر مضمون کے متعلق دوسرے کا ضرور ممنون احسان ہوتا ہے ہمیشہ چراغ سے چراغ جلتا چلا آیا ہے اور یکجا یعنی طبعزاد مضامین جو کسی دوسرے نے نہ کہے ہوں، چھوٹے تو کیا معنی بڑے بڑے شعرا کے یہاں بھی دو ایک فیصدی سے زیادہ نہ ملیں گے سرقۂ معنوی کی مثال میں یہ دو شعر پیش کئے جا سکتے ہیں ؎

ہم نے جانا تھا لکھے گا تو کوئی حرف اے میرؔ
پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

مصحفیؔ ہم تو سمجھتے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بڑا کام رفو کا نکلا

یہ دونوں شعر متحد المضامین ہیں۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ عاشق کی دلی حالت اور شدتِ شوق کا اندازہ ظاہر بیں آنکھیں نہیں کر سکتیں۔ البتہ اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو اُس کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے میرؔ نے اس مضمون کو خط شوق کی تمثیل سے ادا کیا اور مصحفیؔ نے زخم دل کی تمثیل سے۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے مگر ان کو سرقہ کون کہہ سکتا ہے؟

کتاب کے آخر میں اکثر مصطلحات ادب متعلق بہ شعر فارسی اور انگریزی دونوں زبانوں میں بصورت ضمیمہ دئے ہوئے ہیں۔ ان کی بھی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔ مجھ کو اُمید ہے کہ یہ فہرست اصطلاحات طلبا علی الخصوص اعلیٰ قابلیت کے طلبا کے لئے بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔

فارسی صنائع بدائع مثلاً مبالغہ، تجنیس، تلمیح وغیرہ کی انگریزی مثالیں میں نے عمداً اس غرض سے دی ہیں کہ لوگ دیکھیں کہ انگریزی میں بھی وہی چیزیں جن کے لئے بیچاری مشرقی زبانیں بیکار بدنام ہیں کسقدر کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

اکثر انگریزی داں اصحاب کو یہ کہتے سُنا ہے کہ اُردو فارسی شاعری میں سوائے تکلفات لایعنی اور جھوٹی موٹی مبالغہ آمیز باتوں کے اور کیا رکھا ہے۔ مجھ کو اُمید ہے کہ ایسے متشکّکین کا خیال انگریزی میں انھیں "تکلفات لایعنی" کی بہتات دیکھ کر کچھ حد تک تو ضرور بدل جائے گا۔

اس ضمیمہ کی ترتیب میں میں نے پروفیسر براؤن کی تاریخ ادبیات ایران، مین کی گرامر اینڈ ریٹارک، ونجیلی کی گرامر وغیرہ اور ان کے علاوہ اکثر انگریزی نظم کی کتابوں سے کام لیا ہے لہٰذا ان کے مصنفین کا شکریہ یہاں ادا کیا جاتا ہے۔

اُمید ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کا شعبۂ وضع اصطلاحات (دارالترجمہ) میری اس کوشش کو نظر استحسان سے دیکھے گا۔ اور اگر اس میں کسی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت ہو تو اس سے مجھ کو مطلع کرے گا۔

خاکسار محمد عسکری عفی عنہ

لکھنؤ۔ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۳۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقسام و متعلقاتِ نظم و نثر

اصطلاح	تعریف	مثال
ایہام گوئی	اردو شاعری کے ابتدائی دوروں میں شعرا کے کلام میں ذو معنیین الفاظ اور لفظی تلازمے (جو آجکل صنعت مراعات النظیر کہلاتے ہیں) بہت ہوتے تھے اسی کو ایہام گوئی کہتے ہیں[1]	لام نستعلیق کا ہے اُس بتِ خوش خط کی زلف ہم تو کافر ہوں اگر بندے نہیں اسلام کے (اس لام) تو جو دریا کے پار جاتا ہے دل مرا وار وار جاتا ہے نہ دیوے لے کے دل وہ جعد مشکیں اگر باور نہیں تو بانگ سے دیکھو کبھی اس کی زبان شیریں پر دل مرا قفل بے زبانے کا گندمی چہرہ کو نے زلف میں پنہاں کر ہندواں سنکر بیادا شور ڈالیں گاں کا
بلینک ورس	(دیکھو نظم غیر مقفیٰ)	
بند	مخمس، مسدس، ترجیع بند، ترکیب بند وغیرہ کا ایک جزو جو مخمس میں ۵ مصرع مسدس میں ۶ مصرع اور ترجیع بند ترکیب بند میں مساوی تعداد کے مصرعوں کا ہوتا ہے۔	مثال کے لئے دیکھو مخمس، مسدس، ترجیع بند، ترکیب بند وغیرہ
بندش	شعر کے الفاظ کی نشست و ترتیب	(۱) ع بلبل کی گل نظر میں دلے خار ہی رہا (سودا) یعنی بلبل کی نظر میں گل [illegible]

[1] آبحیات میں ہے کہ شاہ حاتم نے بڑی کوشش کر کے ان رنگ آمیزیوں سے اُردو کو پاک کیا اور اگرچہ وہ انداز پہلے کی نسبت بالکل نہیں رہے پھر بھی جس قدر رہیں وہ ایسے زبان پر چڑھے ہوئے ہیں کہ ان مضامین کے ادا کرنے کی ہمیں آج کل ضرورت پڑتی ہے اس کے لئے سلسل انداز ہوتے ہیں۔ ایہام گوئی کو اب صنعت ایہام وغیرہ کہتے ہیں

(دیکھو صنائع و بدائع)

اصطلاح	تعریف	مثال
	جس سے شعر کے حسن و قبح پر بڑا اثر پڑتا ہے	(۲) ذبح وہ کرتا تو ہے پر چاہیے اے مرغ دل ۔۔۔ دل پھڑک جائے تڑپنا دیکھ کر صیاد کا (ناسخ) یعنی صیاد کا دل مرغ دل کا تڑپنا دیکھ کر پھڑک جائے۔ یہاں مضاف و مضاف الیہ کے بیچ میں ایک لفظ یا چند الفاظ آجانیکی وجہ سے تعقید ہوگئی جو بندش کی خرابی کی علامت ہے۔
بہاریہ	اشعار میں ایسے مضامین لانا جن سے موسم بہار کا سماں آنکھوں میں پھر جائے	بخشتی ہو گل و ریحاں کی رنگ آمیزی ۔۔۔ پوشش چھینٹ قلمکار ہر دشت و جبل عکس گلبن یہ زمیں ہو کہ جس کے آگے ۔۔۔ کار نقاشی مانی ہے دوم وہ اول تار بارش میں پروتے ہیں گہرہائے تگرگ ۔۔۔ ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل بادۂ آب رواں عکس ہجوم گل سے ۔۔۔ لونے ہو سبزہ پر از بسکہ ہوا سے بیکل شاخ میں گل کی نزاکت سے ہم پہنچی ہے ۔۔۔ شمع ساں گرمیِ نظارہ سے جاتی ہو پگھل (سودا) (نیز دیکھو ساقی نامہ مثال نمبر ۲)
بیت [1]	کوئی ایک شعر بیت کہا جا سکتا ہے خواہ اُس کے دونوں مصرع مقفیٰ ہوں یا غیر مقفیٰ اور خواہ وہ کسی صنف نظم سے تعلق رکھتا ہو	دونوں مصرع مقفیٰ ؎ دیوانہ پن ہمارا آخر کو رنگ لایا ۔۔۔ جو دیکھنے کو آیا ہاتھوں میں سنگ لایا (میر) غیر مقفیٰ ؎ مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور ۔۔۔ رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم (غالب)
بیت الغزل	وہ شعر جو غزل میں سب سے بہتر ہو (مگر ایسے شعر کا انتخاب خود انتخاب کرنیوالے کے مذاق پر موقوف ہے جس کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا جا سکتا)	

[1] بیت عربی میں گھر کو کہتے ہیں۔ چونکہ قدیم عربوں کا گھر اُن کا خیمہ تھا جس کے قیام کے واسطے رسی۔ ستون اور میخوں کی ضرورت ہوتی ہے اس واسطے شعر کے لئے بھی چند ارکان ضروری سمجھے گئے جو سبب وتد اور فاصلہ کہلاتے ہیں۔ سبب کے لغوی معنی عربی میں رسی کے ہیں وتد میخ کو کہتے ہیں اور فاصلہ ستون کو۔ اور جس طرح گھر کے دروازہ کے دو پٹ ہوتے ہیں اسی طرح بیت کیلئے بھی دو مصرع ضروری ہیں۔ بیت اردو میں شعر کا مرادف سمجھا جاتا ہے مگر فارسی میں یہ لفظ اشعار مثنوی کیلئے خاص کر استعمال ہوتا ہے ؎ ابیات و قصیدہ و غزل را ۔۔۔ فردوسی و انوری و سعدیست۔ ابیات (بیت کی جمع) سے یہاں مثنوی مراد ہے۔ بیت اور فرد کے فرق کے لئے دیکھو فٹ نوٹ متعلق فرد۔

اصطلاح	تعریف	مثال
تاریخ	الفاظ کے ذریعہ سے کسی واقعہ کا سن بحساب حروف ابجد نکالنا[1]	
	(۱) ایک لفظ سے تاریخ	تاریخ معزولی حکیم مہدی از سرکار اودھ سے کا شعر برائے پختنِ طلمِ گریختہ (تاریخ) لفظ گریختہ سے تاریخ نکلتی ہے۔ ۱۲۳۵
	(۲) ایک فقرہ سے تاریخ	تاریخ صحتیابی نواب اصغر علی خاں سے حساب اس سخن کا تو کر لیجئے اب نے — کہا اعتدالِ طبیعت مبارک ۱۲۶۰ (مومن)
	(۳) پورے مصرع سے ۔	تاریخ وفات میاں کالے صاحب سے ہوئی جس دم وفات حضرت کی — مجھ کو تاریخ کا خیال آیا ہاتف غیب نے کہا آگاہ — کالے صاحب کو مرگ نے پایا ۱۲۶۸ (مومن)
	(۴) کچھ الفاظ کے جوڑنے سے (تعمیہ)	تاریخ تصنیف تذکرہ گلشن بیخار سے جو ترجمہ ایسے تذکرہ کا بھایا — مومن کو خیال سال تاریخ آیا مضمون کا ہجوم دیکھ کر فرمایا — کیا گلشن بیخار پہ بادل چھایا الفاظ گلشن بیخار اور بادل جوڑنے سے تاریخ نکلتی ہے۔ ۱۲۱۰ + ۳۶ = ۱۲۵۰
	(۵) کچھ الفاظ کے خارج کرنے سے (تخرجہ)	تاریخ وفات حکیم غلام نبی خاں پدر حکیم مومن خاں سے جنازہ اٹھایا فرشتوں نے آ — تو قَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً کہا ۶۶ — ۱۳۰۷ = ۱۲۴۱ (مومن)
	(۶) کسی خاص طریقے سے	تاریخ وفات حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے دست بیداد اجل سے بے سر و پا ہو گئے — فقر و دیں فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل (مومن) الفاظ مصرع ثانی کے اول و آخر کے حروف نکالنے سے ق + ی + ض + ن + ط + ف + ل + م بچتے ہیں جن کے جوڑنے سے تاریخ نکلتی ہے۔ ۱۰۰ ۱۰ ۸۰۰ ۵۰ ۹ ۸۰ ۳۰ ۴۰ = ۱۲۳۹

[1] ابجد کے حساب سے حروف تہجی کی قیمت اعداد میں حسب ذیل ہے۔ الف = ۱۔ ب = ۲۔ ج = ۳۔ د = ۴۔ ہ = ۵۔ و = ۶۔ ز = ۷۔ ح = ۸۔ ط = ۹۔ ی = ۱۰۔ ک = ۲۰۔ ل = ۳۰۔ م = ۴۰۔ ن = ۵۰۔ س = ۶۰۔ ع = ۷۰۔ ف = ۸۰۔ ص = ۹۰۔ ق = ۱۰۰۔ ر = ۲۰۰۔ ش = ۳۰۰۔ ت = ۴۰۰۔ ث = ۵۰۰۔ خ = ۶۰۰۔ ذ = ۷۰۰۔ ض = ۸۰۰۔ ظ = ۹۰۰۔ غ = ۱۰۰۰ ـــ فارسی اور ہندی کے مخصوص حروف کی قیمت شامل انھیں عربی حروف کے ہے جن کے وہ ہم شکل ہیں مثلاً چ = ج۔ گ = ک۔ ڈ = د۔ ڑ = ر۔ پ = ب۔ ٹ = ت۔

اصطلاح	تعریف	مثال
	(۷) دوسرے طریقہ سے	تاریخ دربارۂ معزولی حکیم مہدی مذکورہ مثال نمبر ا ؎ از جائے حکیم ہشت برگیر ــ سہ مرتبہ نصف نصف کم کن (تاریخ) حرف ح کے آٹھ کا عدد لیکر تین دفعہ اس کا آدھا یعنی چار پھر اُس کا آدھا دو پھر اس کا آدھا ایک اس طرح لکھیں ۱۲۴۸ یہی تاریخ ہو
تخلص ل	وہ نام جو شاعر اپنے لئے اپنے اشعار میں تجویز کرے	کبھی یہ نام شاعر کے اصلی نام کا جزو ہوتا ہے جیسے حکیم مومن خاں کا تخلص مومن اور منشی امیر احمد مینائی کا امیر تھا اور کبھی کوئی دوسرا لفظ ہوتا ہے جیسے شیخ محمد ابراہیم دہلوی کا ذوق اور مرزا اسد اللہ خاں کا غالب۔
تخلیص (یا گریز یا مخلص)	قصیدہ میں وہ مقام جہاں سے شاعر تمہید یا تشبیب کو ختم کر کے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہے	خدا کے واسطے باز آؤ اب ملنے سے خوباں کے ــ نہیں ہے اُن سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی نظر رکھے سو حاصل اُن کے چشم و زلف کے اوپر ــ مگر بیمار ہوئے صعب یا کھینچے پریشانی نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وقت آیا ہے ــ برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی نبی دین محمد پیروی میں اُسکے جو ہوئے ــ رہے خاک قدم سے اُسکے چشم عرش نورانی (سودا) اس میں تیسرے شعر سے گریز یعنی نعتیہ مضامین شروع ہوتے ہیں۔ (نیز دیکھو مثال قصیدہ)
تخمیس	اپنے یا کسی دوسرے کے شعر پر تین تین مصرع لگا کر مخمس کرنا	(مثال کے لئے دیکھو مخمس اور تضمین
تخیُّل (یا تخئیل)	(لغوی معنی خیال میں لانا یا خیال پیدا کرنا) اصطلاح میں یہ مطلب ہے کہ شاعر اپنی قوت فکری سے کوئی ایسا	(۱) زمانہ عہد میں اس کے ہے محو آرائش ــ بنیں گے اور ستارے اب آسماں کیلئے (غالب) اس شعر میں آسمان کا نئے ستاروں سے مزین کیا جانا نہایت عمدہ تخیل ہے۔ جو معمولی ذہنوں میں نہیں آسکتا

ل بہتر یہ ہو کہ مقطع میں تخلص اس طرح لایا جائے کہ ساتھ ہی اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ یہ شاعر کا تخلص ہے اور معنی سمجھنے میں کسی طرح کا التباس نہ واقع ہو۔ مثلاً مومن کے اس مقطع میں ؎ کہا اُس بت سے مرتا ہے مومن ؛ کہا میں کیا کروں مرضی خدا کی ۔ کوئی التباس نہیں ہے مگر اس مقطع میں ؎ بت خانہ چھین ہو گر تو اگر ؛ مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم ۔ لفظ مومن سے شک و التباس ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح کوئی کلند شاعر تھے اُن کا یہ مقطع ہے ؎ حیف عقبیٰ کے لئے کچھ نہ سکندر نے کیا ؛ آپ تنکے روز جا کس لئے دارا مارا ۔ موجب التباس ہے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
	خیال پیدا کرے جس کو معمولی ذہن کے لوگ نہ پیدا کر سکیں[1]	(۲) کیونکر سب سے تجھے چھپایا رکھوں جان ہے دل ہے دل کا اندر ہے (شاہ حاتم) دل کا اندر یعنی دل کے اندر ایک اور دل نہایت اچھوتا اور شاعرانہ خیال ہے۔
تذکرہ	ایسی کتاب جس میں شعراء کے حالات اور اُن کا کلام جمع کیا جائے	آبحیات۔ نکات الشعراء۔ خمخانۂ جاوید وغیرہ۔
ترانہ[2]	رباعی کا قدیم نام	مثال کے لئے دیکھو رباعی۔
ترجیع بند[3]	چند بندوں کا مجموعہ جس میں ہر بند کے آخر میں ایک ہی بیت لوٹ لوٹ کر آتا ہے۔	ساقی مئے سرخ ارغواں ہے — غم بھر لے کہ چشم خونفشاں ہے لبریز ہوا ہے کاسۂ عمر — کیا دور بلائے ناگہاں ہے جام مئے عشق سے چھلکا ہوں — یہ زہر کشندہ نوش جاں ہے یک بارگی آ گئی تھی مستی — بدمستی شوق سرگراں ہے اٹھے بھی نہ تھے کہ گر پڑے ہم — کیا لغزش پا زماں زماں ہے کس پردہ نشیں نے تیر دیکھا — اس جوش پہ راز دل نہاں ہے یوں غور سے پند گو کی باتیں — سننے کا مرے سبب عیاں ہے بیٹھی وہی جان کر کروں میں — جس بات میں جان کا زیاں ہے عجب لگنے کا ماجرا نہ پوچھو آہ — کب حرف یہ لائق بیاں ہے

[1] واقعات سے مقصود اتنا ہے کہ نفس کو زیادہ لذت حاصل ہو تخیل کی روح اور اصلی غرض ہے، نفس انسانی معمولی واقعات سے غیر مطمئن ہو کر اعلیٰ اور بہتر چیزوں کے محض خیال سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ شاعر خاص کر اس کیفیت سے فائدہ اٹھاتا اور خیالی تصویر تیار کرتا ہے۔ وہ اپنے تمام قوائے تخلیق و انتخاب و ترک و ترفیع حالات کو کام میں لا کر اس دماغی تصویر کو ایک خاص شاعرانہ لباس سے آراستہ کرتا ہے اور چونکہ دماغ کی خارجی جولانی میں اس کو کوئی مزاحمت نہیں ہوتی، اس لئے یہ تصویر اس لباس میں بہت مکمل اور دلکش معلوم ہوتی ہے۔

[2] آجکل قومی اور وطنی پرجوش نظمیں بھی ترانہ کے نام سے مشہور ہیں جیسے ڈاکٹر اقبال کا ترانہ ؎ چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا ۔ مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

[3] اکثر مخمس اور مسدس بھی ترجیع بند اور ترکیب بند کی صورت کے ہوتے ہیں۔ یعنی مخمس میں پانچواں مصرع اور مسدس میں آخری دو مصرعے ترجیع بند کی طرح لوٹ لوٹ کر آتے ہیں۔ (دیکھو مخمس اور مسدس)

اصطلاح	تعریف	مثال
		اے ہمدم جاں نواز تجھ سے کیا دل کی کہوں کہ دل کہاں ہے آں شمع چناں ربودہ از من گوئی کہ دلم نبود از من (مومن) یہی بیت راجع ہے ۔
ترکیب بند	ایک صنف نظم جو چند بندوں پر مشتمل ہو اور ہر بند کے آخر میں مختلف بیت آئیں	کیا کہوں حال درد پنہانی وقت کوتاہ و قصہ طولانی عیش دنیا سے ہو گیا دل سرد دیکھ کر رنگ عالم فانی کچھ نہیں جز طلسم خواب و خیال گوشۂ فقر و بزم سلطانی ہے سراسر فریب وہم و گماں تاج فغفور و تخت خاقانی بے حقیقت ہے شکل موج سراب جام جمشید و راح ریحانی لفظ مہمل ہے نطق اعرابی حرف باطل ہے عقل یونانی ایک دھوکا ہے لحن داؤدی اک تماشا ہے حسن کنعانی نہ کروں تشنگی میں تر لب خشک چشمۂ خضر کا ہو گر پانی لوں نہ اک مشت خاک کے بدلے گر ملے خاتم سلیمانی بحر ہستی بجز سراب نہیں چشمۂ زندگی میں آب نہیں (حالی) یہ آخری بیت مختلف بندوں میں مختلف ہیں
تشبیب (یا تمہید)	قصیدہ میں تمہید کے طور پر شروع میں کچھ شعر ہوتے ہیں جن میں شاعر فخریہ یا بہاریہ یا عشق یا بے ثباتی عالم یا اپنی حرماں نصیبی کا بیان نہایت رنگینی کے ساتھ کرتا ہے ۔	سوائے خاک کے کھینچو نگاشت شمار کہ سرنوشت لکھی ہے مری بخط غبار چمن زمانہ کا شبنم سے بھی ہے محروم اگر نہ دے مرے رونے کا ابر خبر تار کرے ہے ہول تیز زندان اشتہار صبح زمانہ سنگ ملامت سے توڑتا ہے نہار عجب نہیں ہے کہ جاتی رہی ہو دنیا سے زبس خوشی نے مرے دل سے اب کیا ہے کنار شراب خون جگر ہے مجھے کہ دل آخوش صدائے نالۂ دل ہے مجھے ترانۂ یار زمانہ دل کو مرے اور عہد یار کو اب شکست سے نہیں دیتا ہے ایک آن قرار

اصطلاح	تعریف	مثال
		میں حرفِ حق کو سناہوں زبانی منصور کہ راست گو کو زمانہ میں کھینچے ہیں دار (قصیدہ سودا در منقبت جناب امام حسین) اس میں شاعر اپنی حرماں نصیبی کا بیان کرتا ہے۔
تضمین	اپنے یا کسی دوسرے کے مصرع یا شعر پر مصرع لگانا۔	
	(۱) ایک مصرع پر ایک مصرع	تا کجا شرح کروں میں کہ بقول عرفی اخگر از فیض ہوا سبز شود در منقل
	(۲) ایک بیت پر ایک مصرع یا ایک مصرع پر بیت لگا کے مثلث کرنا	ہیں خوں فشانیاں عبث اے چشم اشکبار گر کام دل بگریہ میسر شدے دیار صد سال می تواں بہ تمنا گریستن (تضمین عرفی)
	(۱) مطلع پر مطلع لگانا	مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں کہیں ہم القصہ نہ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم عنقا سرد برگیم پس از فقر ہیچ عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ (درجریدہ بیدل)
	(۴) بیت پر تین مصرع لگا کر مخمس کرنا۔	بے خود انہیں کی حرف زباں پر کر گوش آج کہتا ہوں کہ ہو حلقۂ دل میں بگوش پائے رفتن نہ رہے ایک بھی تھا کچھ ہوش سرخوش از کوئے خرابات گزر کردم دوش بطلبگاری ترسا بچۂ بادہ فروش (تضمین نعمت بخاری)
	(۵) بیت پر چار مصرع لگا کر مسدس کرنا	نہ شکوۂ فلک بخت نارسا ہے مجھے نہ کچھ شکایت دلدار بے وفا ہے مجھے غرض کسی سے نہ شکوہ نہ کچھ گلا ہے مجھے اگر گلہ بھی ہے تو اپنے دل ہی کا ہے مجھے دل فریفتہ در روئے قاتلے دارم ز دست دل بہ عذابم عجب دلے دارم (تضمین بر شعر فضل عظیم)
	(۶) بیت پر چند ابیات لگا کے قطعہ بند کرنا۔	دیکھو مثال قطعہ
تقریظ	کسی رسالہ یا کتاب کے متعلق تعریف کے کلمات لکھنا	
تمہیدیہ	قصیدہ کی دو قسموں میں سے ایک قسم جسمیں شاعر مدح شروع کرنے سے پہلے کچھ شعر بطور تمہید یا تشبیب کے لکھتا ہے (دوسری قسم خطابیہ یا مجددیہ)	دیکھو مثال تشبیب

اصطلاح	تعریف	مثال
حسنِ طلب	قصیدہ یا کسی دوسری نظم میں شاعر کا ممدوح سے اپنا مقصد خوبصورتی کے ساتھ بیان کرنا۔	(۱) دل را مجھسے طلب گیا ہو سونا سرخ — میں کہتا ہوں کہ مفلس پاس اتنا زر کہاں سنکے کہتا ہے کہ تم کو شرم بھی آتی نہیں — جھوٹ سے کیا فائدہ فرمائیے اے مہرباں آپ ہیں شاعر ایسے کہ جنکے ہاتھ سے — بحر کا کیسہ تہی ہے اور خالی جیب کاں کس کو باور ہے کہ تم رکھتے نہیں ہو اندنوں — اسقدر دولت کہ رکھتے تھے سلاطین کیاں (از دربار لطافت) (۲) شاہا ادبے کن فلک بدخو را — کو چشم رسانید رخ نیکو را گر گوئے خطا کرد بکوبش زن — ور اسپ خطا کرد ببن بخش او را[1] (امیر معزی از تذکرہ دولت شاہ)
حسنِ مطلع یا رَیبِ مطلع،	غزل میں مطلع کے بعد دوسرا مطلع	ستائش گر ہے زاہد اسقدر جس باغ رضواں کا — وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاق نسیاں کا بیاں کیا کیجیے بیداد کاوش ہائے پنہاں کا — کہ ہر اک قطرۂ خوں دانہ ہے تسبیح مرجاں کا (غالب) پہلا شعر مطلع اور دوسرا حسنِ مطلع۔
	اللہ تعالیٰ کی شان میں اشعار جو قدیم طرز کے موافق کتاب کے شروع میں ہوتے ہیں۔	کروں پہلے توحید یزداں رقم — جھکا جس کے سجدے کو اول قلم سر لوح پر رکھ بیاض جبیں — کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں نہیں تیرا کوئی نہ ہوگا شریک — تری ذات ہے وحدہٗ لاشریک پرستش کے قابل ہے تو اے کریم — کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم رہ حمد میں تیری عز و جل — تجھے سجدہ کرنا چلوں سر کے بل وہ انکو کرا ایسا ہی معبود ہے — قلم جو لکھے اس سے افزود ہے بھولوں کا وہی دین و ایمان ہے — یہ ہیں دل تمام اور وہی جان ہے ترو تازہ ہے اُس سے گلزار خلق — وہ ابر کرم ہے ہوادار خلق اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے — ولے پرورش سب کی منظور ہے (مثنوی میر حسن)

[1] یعنی اے بادشاہ فلک بدخو کو سزا دے جس نے تجھ کو نظر بد لگائی۔ اگر گیند نے خطا کی تو اس کو چوگان سے مار اور اگر گھوڑے نے خطا کی تو وہ مجھ کو بخش دے۔ ایک دن سلطان معز الدین سنجر چوگان کھیل رہا تھا۔ گھوڑے سے گر پڑا اور چوٹ آئی امیر معزی نے جو درباری شاعر تھا یہ رباعی پیش کی۔ اس کے آخری مصرع میں گھوڑے کی بخشش کا نہایت عمدہ حسن طلب ہے۔ بعض تذکروں میں یہ رباعی بجائے امیر معزی کے ملک الشعراء عنصری کی طرف منسوب ہے جس نے یہ سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں پیش کی تھی۔

اصطلاح	تعریف	مثال
خطابیہ (یا مجددیہ)	ایسا قصیدہ جس میں شاعر بغیر کسی تمہید و تشبیب کے اصل مقصد یعنی مدح کی طرف رجوع کرے	طلوع روشنی جیسے نشان ہو شہ کی آمد کا — ظہور حق کی حجت ہے جہاں میں نور احمد کا دبستان ازل میں وہ معلم عقل کل کا تھا — نہ تھا نام و نشاں جز و دوں اس لوحِ ابجد کا عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا — عرب میں شور اُٹھا جس دم اُس کی آمد کا چمن پیرائے کن اک فرش اسکی بزم رنگیں میں — بہار آفرینش ایک بوٹا اُس کی مسند کا شرف حاصل ہوا آدم اور ابراہیم کو اُس سے — نہ تنہا فخر عالم فخر تھا اپنے اب وجد کا شب روز اُسکے صاحبزادوں کا گھولو جبنل تھا — عجب ہے یاد تھا روح الامیں کو بھی شاہد کا (رشیدی)
خمریات	شراب کی تعریف کے اشعار	پہونچ ساقی کہ اب دل کو نہیں صبر — تری دوری مجھے اس وقت ہے جبر لگی ہے کرنے آکر سوئے گلشن — چراغِ گل نسیم صبح روشن گھمنڈ آیا ہے ابر از غرب تا شرق — مجھے بے کشتیٔ مے تو نہ کر غرق تغافل کو نہ اب فرما اُٹھو کام — لپک لے کر بغل میں شیشہ و جام ستم ہے گر نہ اب ساغر و جام — عجب ہی لطف سے پھولی ہے یہ شام جھکا دے منہ میں ساقی شیشۂ مے — مغنی پھونک دے بہر خدا نے کہ آپہونچا ہے وقت بادہ نوشی — نہیں مطلب یہ ہنگام خموشی (سودا)
خیال بندی (یا نازک خیالی)	کلام میں مشکل اور پیچیدہ استعاروں اور تشبیہوں کے ذریعہ سے معنی میں نزاکت اور دقت پیدا کرنا۔	کارگاہ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے [51] — برق خرمنِ راحت خون گرم دہقاں ہے غنچہ تا شگفتن ہا برگ عافیت معلوم — باوجود دلجمعی خواب گل پریشاں ہے [52] (غالب)
دعائیہ	قصیدہ کے آخر میں ایسے اشعار جن میں	سودا کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن — لائق تری ثنا کے نہیں ہے یہ گفتگو

[51] دنیا میں لالہ کا پھول اپنے اندر داغ کا ساماں رکھتا ہے (لالہ کے اندر جو قدرتی سیاہ دھبہ ہوتا ہے اُس کو داغ سے تشبیہ دی ہے) اور جسقدر باغبان اپنے خون کو گرما یعنی محنت و مستعدی سے کام کرتا ہے اُسی قدر پھول بڑا اور عمدہ اور اس کے اندر کی سیاہی یعنی اسکا داغ بھی نمایاں ہوتا ہو (یعنی یہ عجیب بات ہو کہ مہربان باغبان کی محنت و مشقت بیچارہ لالہ کے جان کیلئے ایک عذاب ہو کیونکہ اسی سے اُس کے دل کے سیاہ داغ کی ترقی ہوتی ہے) [52] کلی کو کھلنے کے زمانہ تک بھی دلجمعی اور اطمینان نصیب نہیں ہو دگو کہ بظاہر اسکی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہو) اور اُس حالت میں بھی پریشانی کے خواب دیکھا کرتی ہو۔ (یعنی یہ کہ ادھر کھلی اور اُدھر دنیا سے رخصت ہوئی)

اصطلاح	تعریف	مثال
	ممدوح کے لئے دعا کیجائے	تا زیر آسماں ہو زمانہ میں صبح و شام اپنی ہے یہ جناب الٰہی سے آرزو روشن ہو تیرے دوست کا ہر شب چراغ عیش بدخواہ کے نصیب نہ ہو روز خوش کبھو
دوبیتی	(دیکھو رباعی)	
دولخت	ایسا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں ربط نہ ہو	بعض لوگ گلزار نسیم کے اس شعر کو دولخت کہتے ہیں ؎ ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
ذم کا پہلو	ایسا مضمون شعر میں باندھنا یا الفاظ کی ایسی ترتیب جس سے کوئی شرمناک مضمون پیدا ہو۔	(۱) مثلاً اگر " اے تاج دولت بر سرت " کی تقطیع کی جائے تو "لت بر سرت" ایک رکن ہوتا ہے جو ذم کا پہلو ہے۔ (۲) حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے انتقال کی تاریخ کسی نے نکالی تھی ع چوں قضا آید طبیب ابلہ شود - اس میں لفظ ابلہ سے ذم کا پہلو نکلتا ہے۔
ذوالمطالع	ایسا قصیدہ جس میں متعدد مطلع ہوں	مثلاً ذوق کا وہ قصیدہ جس کا مطلع ہے ؎ شب کو میں اپنے سر بستر خواب راحت نشۂ علم میں سرمست غرور و نخوت
رباعی (یا دوبیتی)	اوزان مخصوص میں ایسے چار مصرع جن میں کوئی ایک مضمون تمام کر دیا جائے۔ پہلے دو مصرع مقفٰے تیسرا کبھی مقفٰی کبھی غیر مقفٰی اور چوتھا مصرع پہلے دو مصرعوں کا تابع ہوتا ہے۔	(۱) دنیا بھی عجیب بزم فانی دیکھی ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی (انیس) (۲) طوفاں میں ہو جب جہاز چکر کھاتا جب قافلہ وادی میں ہو سر ٹکراتا اسباب کا آسرا ہے جب اٹھ جاتا واں تیرے سوا کوئی نہیں یاد آتا (حالی)
رکیک	(دیکھو سوقیانہ)	
روزمرہ	(دیکھو نثر عاری)	
ریختہ	نظم اُردو کا قدیم نام	اجی آؤ میر صاحب! تم تو عید کا چاند ہو گئے۔ دلی میں آتے تھے دو دو پہر رات تک بیٹھتے تھے اور ریختے پڑھتے تھے (دریائے لطافت) مظہر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ سودا یقین جان کہ روڑا ہے باٹ کا

اصطلاح	تعریف	مثال
ریختی [1]	زبان اردو کے ایسے اشعار جن میں عورتوں کی زبان اور محاورات بولے جائیں	نہ دیکھ دولہا کو ساس نندوں کے آگے گھونگھٹ اٹھا اٹھا کر نئی نویلی دلھن ہے بھی ابھی تو دو چار دن حیا کر (جان صاحب)
زمین غزل (یا طرح)	غزل کی بحر اور ردیف و قافیہ کا مجموعی نام	
ساقی نامہ	ایسے اشعار جن میں ساقی سے خطاب کر کے شراب طلب کیجائے اور شراب کی تعریف کیجائے	(۱) صدقے آنکھوں کے تیرے ساقی ہے مجھ کو ہوس ابھی تو باقی ایسی ہی شراب دے کہ واں جا بڑھ جائے کہ جس سے سکر کا جلا اطراف حبش میں جو بنی ہو انگور سیاہ کی جنی ہو تیزی میں سیاہ مرچ سی ہو جھونک اس کی نکیلی کریچ سی ہو وہ جس کے بڑے بڑے ہوں آبہر صدقے جن پر ہوں لعل و گوہر لانا وہ بوضع حور طناز جس سے کہ چمن چمن اگیں ناز دارو ایسی کہ ہو اولوالعزم جس سے چمک اٹھے صورت بزم تو میرے حوالے دختِ رز کر پھر قول کی مجھ سے پختہ تر کر (انشا) (۲) ساقی نامہ بہاریہ ساقی جو کمر دیں بے ادائی معذور رکھ اب بہار آئی گل باد صبا کے تا کمر ہے دامان بلند ابر تر ہے غنچے کی گلابیاں بھری ہیں تکلیف کی منتظر دھری ہیں ظالم مے ناب دے ہوا ہے اک جرعہ شراب سے بھلا ہے اطراف چمن کھلا ہے لالہ ہر پھول شراب کا ہے پیالہ تحریک نسیم دمبدم ہے تکلیف ہوائے گل ستم ہے ابروں نے بھی کی ہے مے پرستی اٹھے ہیں بصد سیاہ مستی بوندوں کا جو لگ گیا ہے جھمکا رنگ گل و لالہ زور چمکا

[1] ریختی کے موجد سعادت یار خاں رنگین سمجھے جاتے ہیں اور ان کے دوست انشا اور متاخرین میں جان صاحب نے اس فن کو بڑی ترقی دی۔

اصطلاح	تعریف	مثال
		ہر شاخ ہے شور جام در دست — نرگس ہے کسو کی نرگس مست ہے رنگ ہوا کا آفتابی — جھومے ہیں نہال جوں شرابی ہے سرو جواں نشہ در سر — لوٹے ہے روش پہ سبزۂ تر چشمک کرے ہے حباب جو کا — یعنی کہ ہے دور اب سبو کا ساقی قدحے کہ ذوق گل ہے — مطرب غزلے کہ فصل گل ہے شب وہ جو پئے شراب نکلا — جانا یہ کہ آفتاب نکلا قربان پیالۂ مے ناب — جس سے کہ ترا حجاب نکلا مستی میں شراب کی جو دیکھا — عالم یہ تمام خواب نکلا شیخ آنے کو میکدے میں آیا — پر ہو کے بہت خراب نکلا یک جرعہ شراب ہی میں واعظ — پر سبزگی کا باب نکلا تھا غیرت بادہ عکس گل سے جس جوئے چمن سے آب نکلا
سراپا	ایسے اشعار جن میں معشوق کے سر سے پاؤں تک اعضا، سج دھج، قد و قامت اور لباس وغیرہ کے حُسن کی تعریف کیجائے۔	فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک — دی دہن آ کے خوشی نے دلِ پر دستک پوچھا میں کون ہو بولی کہیں وہ موئے غزال — نہ لگے شوق میں جسکے کبھو عاشق کی پلک .... آنکھیں ملکر کے جو دیکھوں ہوں تو سر تا پا نور — سر کے لے فرق جواہر میں ہے پاؤں تلک حُسن ایسا کہ جسے ماہ شب چہار دہم — یک بیک دیکھے تو کچھ ہی رہ جائے جھپک چہرہ میں ایسی ہے گرمی کہ شب ماہ جیسے — یاد کرتی رہے ہے جو دامن مژگاں کی جھپک زلفیں یوں چہرے پہ بکھری ہوئی آگئیں تھیں — جس طرح ایک کھلونے پہ پڑیں دو بالک .... جبیں ایسی کہ جگر ماہ کا ہو جائے داغ — اُسکی تشبیہ سے جب اسکو بتاوے تو فلک ....

اصطلاح	تعریف	مثال
سراپا		ذقن سیب وہ تیر کہ عالم میں نہیں جسکی پناہ — چشم وہ ترک کہ ہو قوم جنھوں کا ازبک .... — .... نظر آیا نہ دہن بینی کو تنگی کے سبب — منخرین اپنے سے گو اُن نے تراشی عینک .... — .... سلک گوہر کی صفا دام لے اُن دانتوں سے — برق دریوزہ کرے موج تبسم کی چمک دونوں عارض گویا شیشے ہیں مئے گلگوں کے — زنخ اُن دونوں میں یوں جیسے نمکدان گزک .... — .... ساعدِ دست حنابستہ کی ایسی حرکات — شاخ میں گل کی پون بہنے سے جوں آئے لچک .... — .... کمر اُسکی ہیں نہ دیکھی کہ کروں اُسکا وصف — تھی وہ اک آہوئے دل کیلئے چیتے کی لپک .... — .... بس میں ناخن کو کہوں کیا کہ وہ ہیں آئینہ — اُس پہ بھی چھوٹے نہ آنکھ ان سے اگر جائے اٹک آوے جس بزم میں اُس ساق بلوری کا ذکر — جلوۂ شمع کا پامال حسد ہووے تنک پشت پا چھینے روئے لیلیٰ سے مجنوں کا دل — خون فرہاد سدا شیریں سے چاہے وہ کفک .... — .... قامت ایسا ہی کہ ہنگام خرام اُسکے اگر — آگے آ جائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک
سلام ۱؎	ایسی غزل جس میں معرکۂ کربلا کے واقعات اور شہدائے کربلا کے فضائل کے ساتھ کچھ اخلاقی مضامین بھی ہوتے ہیں۔	گزر گئے گو کئی دن کہ گھر میں آب تھا — مگر حسینؑ سے صابر کو اضطراب نہ تھا (سودا) تو ڈبو دیتا بشر کیسا محیط عالم میں — ہوا کا جب کوئی جھونکا چلا حباب تھا اگر بہشت میں ہوتے نہ کوثر و تسنیم — تو رونے والوں کی آنکھوں کا پھر جواب تھا

۱؎ کبھی نعتیہ نظمیں بھی (جن میں لفظ سلام آتا ہے) "سلام" کہی جاتی ہیں مثلاً؎

سلامٌ علیک اے نبی مکرم — مکرم تر از آدم و نسل آدم (جامی)

السلام اے آمنہ کے دُرِ دین — السلام اے انتخاب اولیں (غلام امام شہید)

اصطلاح	تعریف	مثال
		نہ جانے برق کی چشمک تھی یا شرر کی لپک ذرا جو آنکھ جھپک کر کھلی شباب نہ تھا حسینؑ اور طلب آب ہائے معاذ اللہ تمام کرنی تھی حجت، سوال آب نہ تھا ہر اک کے ساتھ ہے روشن تو با طلوع و غروب سحر کو چاند نہ تھا شب کو آفتاب نہ تھا انیس عمر بسر کر دو خاکساری میں کہیں نہ یہ کہ غلام ابو ترابؑ نہ تھا
سوقیانہ	ایسے اشعار جن میں متانت سے گرے ہوئے بازاری الفاظ یا خیالات باندھے جائیں (سوق بمعنی بازار)	تم مسی مل کر نہ غرفہ سے نکالا منہ کرو اور نہیں گر مانتے تو جاؤ کالا منہ کرو (ذوق) بوسہ جو مانگتا ہوں تو انداز و ناز سے مجھ کو دکھاتے ہیں وہ انگوٹھا اٹھا کے ہاتھ لے جنوں اُستاد بس خم ٹھونک کر آ جائیے ہاں خلیفہ ہم بھی دیکھیں پہلوانی آپ کی (آتش)
شرطیہ (یا شرط و جزا)	قصیدہ میں اگر ممدوح کے واسطے دعا اس طرح مانگی جائے کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہے یا رات دن ہوتے رہیں وغیرہ وغیرہ (یعنی جبتک واقعات مستمرہ کا وجود ہے) اُس وقت تک تو سلامت رہے یا تیرا اقبال قائم رہے تو اس طریقہ دعا کو شرطیہ یا شرط و جزا کہتے ہیں۔	بخار ارض سے تا ابر ہوا اور ابر میں پانی رواں پانی سے تا دریا ہوا اور دریا کو طغیانی زمیں میں تا ہو کان اور کان میں ہو جوہر کانی بنے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی تری شمشیر جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو ترے قبضہ میں گنج پُر گہر ہو کان پُر زر ہو
شطحیات	(۱) اصطلاح تصوف میں ایسے الفاظ جو غلبۂ سرور و مستی میں صوفیائے کرام کی زبان سے نکل گئے ہیں جن سے شرع ظاہر کی بیحرمتی متصور ہے۔ (۲) ایسے الفاظ یا خیالات جو معتقدات اسلامی کے قطعاً منافی اور جن سے قائل کا ارادہ استہزا یا توہین مذہب کا ہو۔	مثلاً انا الحق ۔ سبحانی ما اعظم شانی اَمُوْتُ ثُمَّ نُبْعَثُ ثُمَّ نُنْشَرُ حدیث خرافات یا ام عمرو (کیا مرنیکے بعد حشر و نشر بھی ہو گا۔ اے بی بی ام عمرو یہ سب تمھاری حماقت کی باتیں ہیں) (۲) واہ جی اللہ میاں آپ نے بھی کس احمق کو رضوان بنایا۔ اس بے حس

اصطلاح	تعریف	مثال
	(۳) ایسی شوخی آمیز دریدہ دہنی جو شعراء کے کلام میں کبھی کبھی پائی جاتی ہے	مردہ کو دوزخ میں بھیجدیجئے، اور ہمیشہ کے لئے نہ سہی تو صرف چند دن کے لئے استحاناً یہ منصب میرے سپرد کردے، پھر دیکھ کہ تیری جنت کو کیا چیز بنائے دیتا ہوں۔ اگر دن دہاڑے سب کے سامنے ہیں حوروں کے لئے باہم جنتیوں میں چھریاں چلوادی ہوں تو سہی، (منتخبات رسالہ نگار از اخبار سچ) (۱) ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن — دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے (۲) جام مے و ساقی و سبو بر لب کشت — ایں جملہ مرا نقد و ترا نسیہ بہشت مشنو سخن بہشت و دوزخ از کس — کہ رفت بہ دوزخ و کہ آمد ز بہشت! (عمر خیام) (۳) جسمیں لاکھوں برس کی حوریں ہوں — ایسی جنت کو کیا کرے کوئی،
شعر	(لغوی معنی جاننا) عروضیوں کی اصطلاح میں کلام موزوں و مقفی جس کا مقابل نثر ہے، منطقیوں کی اصطلاح میں کلام مخیل جس کا مقابل سائنس یا حکمت ہی جو حکما کے نزدیک کلام مصدق کہلاتا ہے [۱]	
شہر آشوب	ایسی نظم جس میں زمانہ بدل جانے، لوگوں کے اخلاق و عادات بگڑ جانے، معاملات کے درہم برہم ہو جانے، شرفا کی خواری، ذلیلوں کی گرم بازاری	کہا میں آج یہ سودا کو کیوں تو ڈانواں ڈول — پھرے ہے جا کہیں نوکر ہو لیکے گھوڑا مول لگا وہ کہنے یہ اسکے جواب میں دو بول — جو میں کہوں گا تو سمجھے گا تو کرے ہے ٹھٹھول بنا کے نوکری بکتی ہے ڈھیریوں یا تول امیر جو کہ ہیں انا انھوں کی ہو یہ چال — ہوئے ہیں خانہ نشیں دیکھ کر زمانہ کا حال

[۱] شعریت اسوقت شروع ہوتی ہے جب واقعیت یا حکمت ختم ہوتی ہے اسوقت ایک نئی صداقت معلوم ہونے لگتی ہے یعنی شعریت کا تعلق دنیائے جذبات سے ہوجاتا ہو اور ہمارے دل میں ایک خاص مسرت اس سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ایک پھول کی نسبت ایک باغبان سے پوچھا جائے کہ یہ کونسا پھول ہو اور وہ جواب دے کہ لٹی (کنول کا پھول) تو یہ واقعیت ہو اور اگر کسی عالم علم نباتات سے اس کی نسبت دریافت کیا جائے اور وہ کہے کہ یہ نیکسنڈ (ا نو جینیا) کی ایک قسم ہے تو یہ سائنس ہے اور شاعر اس کو باغ کی ملکہ یا نور کا ... (دیکھو صفحہ آئندہ)

اصطلاح	تعریف	مثال
	وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے۔	حضور بیٹھے ہیں اک دو ندیم اہل کمال — کبھی ہے سوزنی خوجا کھڑا اچھلے پڑوال دھری ہے سامنے اک پیکدان واک تنبول جو کوئی ملنے کو اُن کے اُنھوں کے گھر آیا — ملے یہ اُس سے گر اپنا دماغ خوش پایا جو ذکر سلطنت اسمیں وہ درمیاں لایا — انھوں نے پھیر کے ادھر سے منھ یہ فرمایا خدا کے واسطے بھائی کچھ اور باتیں بول[1] (سودا)
طرح	دیکھو زمین غزل	
طنزیات	مذاق آمیز طنزیہ اشعار۔ طنز سے یہ مطلب ہے کہ کسی شخص یا جماعت کے	شیخ کھڑے محراب حرم میں پہروں دوگانہ پڑھتے ہو — سجدہ ایک اُس تیغ تلے کا تم سے ہو تو سلام کریں (میر) دیر میں مورت بھی ہے وعظ میں قبلہ و دیں ہے — شیخ ہمارا خوب ہے پیر بھی ہے گرو بھی ہے (اکبر)

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ گذشتہ) بھول کتا ہے یہ شعر ہے (لے ہنٹ) تعریف مذکورہ بالا اور اس نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر کیلئے تخیل کا ہونا ضروری ہے اگر کلام میں تخیل نہ ہوگا تو اُس پر شعر کا اطلاق نہیں ہو سکتا البتہ وہ نظم کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً ذیل کے ابیات جن میں تخیل مطلق نہیں معلوم ہوتی ؎

کی خدا نے جو یہ زبان عطا — ہے بلا شک عطیہ عظمےٰ
اس سے ہے مختلف مزوں کی تمیز — اس سے پاتے ہیں لذت ہر چیز
کوئی کڑوی ہے کوئی ہے میٹھی — نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی
کوئی اچھی ہے کوئی زشت رذیل — مزے سب چیزوں کے ہیں گوناگوں
جو نہ ہو یہ تو کچھ نہ ہو معلوم — نہ ہو کوئی مزہ کبھی مفہوم
اور بھی ہوتے ہیں زباں سے کام — ہے مدد وقت بلع آب و طعام
اس سے احکام ہر دنداں ہے — قوت تام ہر دنداں ہے (ناسخ)

[1] غالباً یہ شہر آشوب سودا نے اس شہر آشوب کے طرز پر اور اُسی زمین میں (بہ تبدیل قافیہ) لکھا ہے جو سید محمد شاکر ناجی نے نادر شاہ کے حملہ دہلی اور شہر دہلی کی تباہی اور زمانہ کا رخ پلٹ جانے پر لکھا تھا اس کے صرف یہ دو بند تذکرہ آبحیات میں دیے ہیں ؎

زندہ ہوئے تو برس ہیں ایکو بیتے تھے — دعا کے زور پہ دائی دوا کے جیتے تھے
شرابیں گھر کی نکالے گئے سو پیتے تھے — نگاہ و نقش میں ظاہر گویا کہ جیتے تھے
گلے میں ہنسلیاں بازو اوپر طلا کے نال
نشا سے بچیا۔ مزا نہیں تو نشانا تھا — کہ میں نشان کے ہاتھی اوپر نشانا تھا
نہ پانی پینے کو پایا وہاں کھانا تھا — ملے تھے وہاں پہ جو لشکر تمام چھانا تھا
نہ ظرف و مطبخ و دوکان نہ غلہ و بقال

اصطلاح	تعریف	مثال
	نقائص کا اظہار اس طریقہ سے کیا جائے کہ اُس شخص یا جماعت کی تکلیف کا باعث ہو اور خود طنز کرنیوالے کو اُس سے مسرت حاصل ہو۔	فن نفیس، سڑک خوشنما، ڈنر ہر شب یہ لطف چھوڑ کے حج کا سفر یہ خوب کہی (اکبر) گذر اُن کا ہوا کب عالم اللہ اکبر میں پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں (اکبر) ہم کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے بی۔اے ہوئے نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے (اکبر) اسلام کی رونق کا کیا حال کہیں تم سے کونسل میں بہت سید مسجد میں فقط جمن (اکبر)
غزل	چند ہموزن و ہمقافیہ اشعار جن کی پہلی بیت کے دونوں مصرع مقفیٰ ہوں اور باقی ابیات میں صرف مصرع ثانی پہلی بیت کا ہم قافیہ ہو۔ پہلی بیت کو مطلع آخری بیت کو جسمیں شاعر کا تخلص بھی ہوتاہے مقطع کہتے ہیں۔ غزل کی دو قسمیں ہیں (۱) مقفیٰ یعنی بیت کا آخری لفظ ہمقافیہ ہو (۲) مردف یعنی علاوہ قافیہ کے ایک یا زیادہ لفظ بطور ردیف کے آئیں [1]	غزل مردف۔ شے۔ے قافیہ۔ نہیں ہے ردیف فریاد کی کوئی لے نہیں ہے نالہ پابند نے نہیں ہے کیوں بوتے ہیں باغبان تونبی گر باغ گدائے مے نہیں ہے ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے پر تجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے کیوں رد قدح کرے ہے زاہد مے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب آخر تو کیا ہے اے نہیں ہے غزل مقفےٰ یعنی جس میں صرف قافیے ہوں۔ خدا جانے ہووے گی کیا نہایت اجل تو ہے دل کے مرض کی بدایت سخن غم سے آغشتہ خون ہے لیکن نہیں لب مرے آشنائے شکایت نہیں یہ گنہگار ملنے کے قابل کرم کریے تو مہربانی عنایت گیا آسمان پر جو نالہ تو کیا ہے نہیں یار کے دل میں کرنا سرایت ہمیں عشق میں تیر جب لگ گئی ہے نہ شکر و شکایت نہ حرف حکایت
غزل مسلسل (یا غزل مضمون واحد)	ایسی غزل جس کے اشعار میں اول سے آخر تک ایک باہمی تعلق ہو [2]	اکی یہ سردی پڑی ہر ایک تارا جم گیا کاسۂ چرخ بریں سارے کا سارا جم گیا چاند سے کھڑے کو اُسکے دیکھو گرداگرد سے چار چار انگشت سورج کا کنارا جم گیا

[1] اشعار غزل کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے۔ محققین کے نزدیک غزل کے اشعار پانچ سے کم اور گیارہ سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ مگر اس زمانہ میں اس کی پیروی نہیں کی جاتی اور کوئی تعداد متعین نہیں ہے۔ ابیات تو ابیات بعض حضرات بیس بیس پچیس پچیس مطلع کہہ کر بھی خوش اور مطمئن نہیں ہوتے، برخلاف اس کے قدما کے یہاں سوائے ایک کے دوسرا مطلع بھی شاذ و نادر ہوتا ہے۔

[2] اس قسم کی غزلیں فارسی میں بہت ہیں۔ مگر اُردو میں کم مروج ہیں۔

اصطلاح	تعریف	مثال
	(غزل مسلسل اور قطعہ کے فرق کیلئے دیکھو فٹ نوٹ متعلق قطعہ)	کیمیا کا شوق تھا جن کو اکر کے بت ہوئے تھا جہاں تک شہر میں موجود پارا جم گیا سرد مہری سے زمانہ کے نہ پوچھو حال کچھ اُس میں جو جو آہ سے نکلا شرار اجم گیا آبجو سے برف کے انشار کر بھیجے آپنے اس سے یہ مطلب ہے کو نقشہ تمہارا جم گیا اس غزل میں اول سے آخر تک سردی کی زیادتی کا بیان ہے۔ (نیز دیکھو مثال سراپا نمبر (۲))
فخریہ	ایسے اشعار جن میں شاعر اپنی ذات اور اپنے کمال پر فخر کرے	مثال کیلئے دیکھو قصیدہ کی مثال کے ابتدائی شعر (تشبیب)
فراقیہ	ایسے اشعار جن میں معشوق سے فراق وجدائی کا بیان مؤثر الفاظ میں کیا جائے	مثال کیلئے دیکھو مثال مخمس (۲)
فرد	کوئی ایک شعر معہ قافیہ یا بلا قافیہ جو کسی غزل سے تعلق نہ رکھتا ہو[۱]	دونوں مصرع مقفّیٰ کل جو بیٹھا پاس یکجا میں ترے ہمنام کے رہ گیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے دونوں مصرع غیر مقفّیٰ عشق خال بتاں سے ہو گی نجات کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ
فی البدیہہ (یا مُرتجل)	ایسے اشعار جو کسی خاص موقع پر فوراً بغیر غور و فکر کے کہے جائیں۔	اے تیز برج آسمان اقبال ان رنگتروں پر غور سے کیجیئگا خیال یہ نذر حقیر ہو قبول خاطر پردہ میں شفق کے ہیں گرہ بند ہلال (شاہ نصیر کی رباعی فی البدیہہ رنگتروں کی تعریف میں)
قسمیہ	ایسے اشعار جن میں "بائے قسمیہ" یا لفظ "قسم" بار بار اظہار قسم یا واسطہ دلانے کے واسطے آتا ہے۔	(۱) بصانعے کہ یہ نقاشیاں ہیں سب اسکی زمیں ہو یا ہو فلک یا حجر ہوں یا اشجار بامر سے کہ نبوت ہوئی تھی اُس پر ختم بفاطمہ کہ وہ ہے بنت سید مختار بمرتضیٰ کہ ولایت مسخر اُن نے کی بہادری ہو غلاموں کا جسکی فخر و شعار بآں امام کہ کشتہ ہے زہر قاتل کا گئے ہیں لخت دل اُسکے زمیں تک ہزار

[۱] فرد اور بیت میں یہ فرق ہے کہ فرد کسی سے تعلق نہیں رکھتا۔ ایک تنہا شعر ہوتا ہے اور بیت کسی غزل۔ قصیدہ مثنوی وغیرہ کے شعر کو کہہ سکتے ہیں۔ لہذا بیت عام ہے اور فرد خاص۔

اصطلاح	تعریف	مثال
		باں شہید کہ تشنہ لب و شکستہ دل ہوا ہو دشت بلا میں پیا ابتلک آب نار (۲) یہ بات جھوٹ نہیں صدق کی صفا کی قسم تمہی سے لطف کا وابستہ ہوں خدا کی قسم (دبیر) عبث جو قسمیں ہیں دیوے تو مصطفےٰ کی قسم جناب پاک بتول شہ ولا کی قسم قسم حسن کی حسین ابن مرتضےٰ کی قسم ترا ہوں خوار تری شان کی مجھے سوگند مروں ہوں تجھ پر تری جان کی مجھے سوگند تجھی کو چاہتا ہوں ایمان کی مجھے سوگند یہی وظیفہ ہے قرآن کی مجھے سوگند تجھی سے بندگی رکھتا ہوں میں خدا کی قسم (دبیر)
قصیدہ	ایسے اشعار کا مجموعہ جن میں کسی کی مدح یا ہجو یا حکمت و موعظت وغیرہ کا مضمون طول دے کر بیان کیا جائے اس کی دو قسمیں ہیں۔ تمہیدیہ اور خطابیہ اور اس کے اجزا حسب ذیل ہیں۔ (۱) تشبیب (۲) گریز یا مخلص (۳) مدح (۴) عرض حال (۵) دعائیہ۔ [1]	(تشبیب فخریہ) میں بھی ہوں حسن طبیع پر مغرور مجھ سے اٹھیں گے انکے ناز ضرور خاک ہوں اور عرش پر ہے دماغ مجھ سے برتر ہو میری طبع غیور خاکساری پہ میری کوئی نہ جائے میرے دل میں بھرا ہوا ہے غرور نہ گنو اہل عصر میں مجھ کو میں بہت کھینچتا ہوں آپ کو دور چشمۂ آب خضر کے مانند چشم اہل جہاں سے ہوں مستور .... جو نہ سمجھے مجھے کہ کیا ہوں میں اس سے شکوہ نہیں کہ ہے معذور لذت مے سے جو نہ ہو آگاہ اس کو کیا قدر خوشۂ انگور جس کے آنکھیں نہ ہوں وہ کیا جانے روز روشن ہے یا شب دیجور

[1] مثل غزل کے قصیدہ کے اشعار کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ کم سے کم اشعار بعض کے نزدیک سات۔ بعض کے نزدیک پندرہ اور بعض کے نزدیک اکیس ہونا ضروری ہیں اور زیادہ سے زیادہ اشعار کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ بعض قصیدے بہت طویل سیکڑوں اشعار کے لکھے ہیں اور بعض مختصر تیس چالیس ہی اشعار کے۔ اکثر قصیدے مصرع ثانی کے حروف آخر کے نام سے مشہور ہیں۔ مثلاً تائیہ۔ کافیہ۔ لامیہ وغیرہ اور بعض اپنے مضامین کے اعتبار سے یا کسی خاص صنعت کے لحاظ سے خاص ناموں سے موسوم ہیں۔ جیسے فخریہ۔ بہاریہ۔ طور الکلام (انشا کا قصیدہ غیر منقوطہ) تضحیک روزگار (سودا کا قصیدہ گھوڑے کی ہجو میں)

اصطلاح	تعریف	مثال
قصیدہ۔		.... کاش اُس عہد میں مجھے پاتے تھا سخن جب کہ قبلۂ جمہور کاش واں دیکھتے مجھے کہ جہاں متنبی تھا مادحِ کافور کون سمجھے مجھے کہ ہوں کیا چیز انوری ہے نہ عرفی و شاپور کون دیکھے مرے چمن کی بہار مرگیا عندلیب نیشاپور (یعنی نظیری نیشاپوری) (گریز) کرنے جاؤں جو حق سے عذرِ گناہ لے کے آؤں نوید عفو قصور لوں ملائک سے دادِ حُسنِ کلام گر لکھوں نعت سرورِ جمہور (مدح) وہ شہنشاہ اُمتی جس کا یہاں گنہگار اور وہاں مغفور وہ خداوند۔ خدمتی جس کا یہاں سبکسار اور وہاں ماجور مژدہ اے امت ضعیف کہ یہاں سعی ہوتی ہے بے کئے مشکور لبِ شیریں کلام سے اُس کے دشت بھی شاد غیر بھی سرور اثرِ فیض عام سے اُس کے کعبہ آباد دیر کدہ معمور چرخ کو دے اگر وہ حکم سکوں ہو غلط نسخۂ سنین و شہور .... (عرض حال) میں ترے در پہ سُن کے آیا ہوں نام تیرا شفیع روزِ نشور کچھ نہیں زاد راہ پاس اپنے گر اُمید عفو رب غفور طبع غالب ہے اور میں مغلوب نفس قاہر ہے اور میں مقہور بحر غفلت میں ہوں سراسر غرق نشۂ کبر سے ہوں بالکل چور چھوڑتی ہی نہیں خودی دامن ہوں بہت اپنے ہاتھ سے مجبور

اصطلاح	تعریف	مثال
قصیدہ۔		(دعا) اب دعا یہ ہے اے شفیعِ اُمم — بسکہ بے تاب ہے دلِ رنجور جا لگے تیرے در پہ کشتئ عمر — جب کرے دل بحرِ زندگی سے عبور جیتے جی دل میں یاد ہو تیری — مرتے دم لب پہ ہو ترا مذکور (حالی)
قطعہ	(لغوی معنی ٹکڑا) ایسے چند اشعار کا مجموعہ جو مضمون واحد پر مشتمل ہوں یعنی ایک بیت کا تعلق دوسری بیت سے ہو۔ قطعہ میں برخلاف غزل اور قصیدہ کے مطلع نہیں ہوتا اور اس کے اشعار کی تعداد بھی غیر معین ہے مگر کم سے کم دو شعر ہونا ضروری ہے [1]	(دو بیت کا قطعہ) سودا قمارِ عشق میں شیریں سے کوہکن — بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز — خانہ خراب تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا (دو سے زیادہ ابیات کا قطعہ) قدیم وضع پر قائم رہوں اگر اکبر — تو صاف کہتے ہیں سید یہ رنگ ہے میلا جدید طرز اگر اختیار کرتا ہوں — خود اپنی قوم مچاتی ہے شور واویلا جو اعتدال کی کہئے تو وہ ادھر نہ ادھر — زیادہ حد سے دئے پاؤں سب نے ہیں پھیلا ادھر یہ ضد ہے کہ لمنڈ بھی چھو نہیں سکتے — اُدھر یہ دُھن ہے کہ ساقی صراحیٔ مے لا ادھر ہے دفترِ تدبیر و مصلحت ناپاک — اُدھر ہے وحی ولایت کی ڈاک کا تھیلا غرض دوگونہ عذاب است جانِ مجنوں را — بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلےٰ
گریز	(دیکھو تخلیص)	
مبتذل	(دیکھو سوقیانہ)	
مُتسّع	(تسعہ عربی میں نو کو کہتے ہیں) نو نو مصرعوں کا بند جن میں آٹھ ہمقافیہ اور نواں خلاف قافیہ ہوتا ہے۔	(اس کی کوئی مثال نظر سے نہیں گزری)
مثلث	تین تین مصرع جن میں دو ہمقافیہ اور	(۱) کل تک تو فرزند ملاقات تھی پہلی — امروز یقین شد کہ نداری سرِ اہلی

[1] قطعہ اور غزل مسلسل میں یہ فرق ہے کہ قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا اور غزل مسلسل میں ہوتا ہے اور غزل مسلسل میں ہر بیت کا مضمون پورا ہو جاتا ہے اور تکمیل معنی کے واسطے دوسری بیت کا محتاج نہیں ہوتا برخلاف قطعہ کے کہ اس میں سب بیتوں کو ملا کر مضمون پورا ہوتا ہے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
	تیسرا اختلاف قافیہ ہوتا ہے	بیچارہ بلطف تو غلط داشت گماں تھا (دیگر) (۲) نہیں ممکن اتنا بھی نادان بھلا میں اے ناصح — سمجھ کے اور ہی کچھ مر چلا میں اے ناصح کہا جو تو نے نہیں جان جائے آنے کی (مومن)
مثمن	آٹھ آٹھ مصرعوں کا بند جن میں چھ ہمقافیہ اور دو خلاف قافیہ ہوتے ہیں	اے چارہ گر اچک کہ دم چارہ گری ہے — بس جان سو جاتا ہوں تجھے بے خبری ہے کیوں پہلے ہی درماں کے یقین سے اثری ہے — اپنی سی تو کر دیکھ عبث نسخہ دری ہے ہو جاؤں میں جانبر تو تری نام وری ہے — یوں دعویٰ بے صرفہ تو بیہودہ سری ہے گر ہم سے مریضوں کی دوا ہوئے تو جانیں بیمار محبت کو شفا ہوئے تو جانیں (مومن)
مثنوی	مختلف القوافی ابیات کی طویل نظم جسمیں تاریخی واقعات یا کوئی قصہ یا حکایات دلچسپ اور نتیجہ خیز طریقہ کو بیان کئے جائیں اس کے اوزان مختلف ہوتے ہیں مگر عام طور پر سات وزن مروج ہیں۔	مثلاً شاہنامہ۔ مثنوی مولانا روم۔ بوستان۔ مثنوی میر حسن۔ گلزار نسیم وغیرہ۔ چند اشعار بطور نمونہ از مثنوی معاملات عشق میر تقی میر کچھ حقیقت نہ پوچھو کیا ہے عشق — حق اگر سمجھو تو خدا ہے عشق عشق ہی عشق ہے نہیں ہے کچھ — عشق بن تم کہو کہیں ہے کچھ عشق تھا جو رسول ہو آیا — اُن نے پیغام عشق پہنچایا عشق حق ہے کہیں نبی ہے کہیں — ہے محمدؐ کہیں علیؑ ہے کہیں عشق عالی جناب رکھتا ہے — جبرئیل و کتاب رکھتا ہے عشق حاضر ہے عشق غائب ہے — عشق ہی مظہر عجائب ہے عشق کیا کیا مصیبتیں لایا — روز کو رات کرکے دکھلایا عشق میں لوگ زہر کھاتے ہیں — عشق سے رنگ سبز لاتے ہیں عشق سرتا قدم اُمید ہوا — زیر تیغ ستم شہید ہوا
محاکات	کسی منظر کا مرقع الفاظ کے ذریعہ سے کھینچنا جس کی تصویر کوئی مصور نہ کھینچ سکے	نرک نرک نسیم زیر گلاں می خزد — غبغب ایں بکہ عارض آں می مزد (۱) (قاآنی)

(۱) یعنی ہوا آہستہ آہستہ پھولوں میں چل رہی ہے۔ کبھی اس کا غبغب چوم لیتی ہے۔ کبھی اس کے رخسار کو پیار کرلیتی ہے

اصطلاح	تعریف	مثال
مخلص	(دیکھو تخلص یا گریز)	
مخمس	پانچ پانچ مصرعوں کا بند جن میں چار ہم قافیہ اور پانچواں خلاف قافیہ ہو	قابل ہے سیر نی سپہر کے اعتوار فدکار — چالیس عجب طرح کی چلے ہے یہ بدشعار کرتا ہے بدسلوکی سبھوں سے یہ بے مدار — لاتا ہے روز فتنۂ تازہ بروئے کار دل داغ داغ رہتے ہیں اس سے جگر فگار حالت تو یہ کہ مجھکو غموں سے نہیں فراغ — دل سوزشِ درونی سے جلتا ہے جوں چراغ سینہ تمام چاک ہے سارا جگر ہے داغ — ہے نام مجلسوں میں مرا میر بے دماغ از بسکہ کم دماغی نے پایا ہے اشتہار
	کبھی ہر بند کا پانچواں مصرع مکرر آتا ہے	جب سے اے راحتِ جاں تجھ سے جدا رہتا ہوں — کیا کہوں سخت مصیبت میں پھنسا رہتا ہوں مضطر و ششدر و حیران خفا رہتا ہوں — کس تجسس میں تو مشغول بُکا رہتا ہوں منہ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہوں کیا بیاں اپنی جوانی کا کروں میں غمگین — طاقت اب بسترِ اندوہ پہ ہلنے کی نہیں نہ تو اٹھتا ہوں نہ اٹھتا ہوں نہ جاتا ہوں کہیں — یاد کر کے تری صحبت کو بس اے پردہ نشیں منہ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہوں (مومن)
مدح	ایسے اشعار جن میں کسی کی تعریف کی جائے۔	(در مدح بادشاہ عالی گہر) یعنی وہ شاہ عالم و فخرِ جہانیاں — عالی گہر خجستہ سیر معدنِ ہمم خورشید آسمان تہور فلک جناب — عالم ہے جس کی ذات سے جوں ذرہ منتظم شاہ نجف نے قبضہ میں دی جس کے ذوالفقار — دو ٹکڑے جس سے ہوئے عدو بیش ہو نہ کم ہو لائے نہی و نفی مخالف کے واسطے — ایجاب کر کے گر نہ وہ بولیں کہیں نعم جو حسنِ خلق اس میں ہے کہ خلق میں کہاں — ذاتِ ستودہ الغرض اسکی ہے مغتنم جس کے رکاب میں ہیں سلاطینِ روزگار — گردن کشانِ دہر ہیں جھکے کر سید ہم (انشا) (نیز دیکھو مثال قصیدہ (مدح))
مذاقیہ	ایسے اشعار جن میں شیخ، ناصح، واعظ	جی چاہتا ہے شیخ کی پگڑی اتار لیجے (1) — اور تان کر چٹاخ سے ایک دھول لیجے

اصطلاح	تعریف	مثال	
	وغیرہ کے متعلق یا اس کے علاوہ عام طور پر مذاق کی باتیں کیجائیں	سوتوں کو پچھلے پہر بھلا کیوں پکاریے (۲) تک دیکھیے گا جبہ و عمامہ زاہد ہے شیخ سیہ چہرہ جو مجلس میں پھدکتا (۳) گریۂ فرقت میں آنکھیں بہہ گئیں کس کام کی دل کی حالت کیا بتاؤں خلفشار عشق میں درد سر عشق بت مغرب میں بڑھتا ہی گیا صدقے اس موسم کے مجھ کو چھینا یاد آگیا	دروازہ کھلنے کا نہیں گھر کو سدھاریے ہوا ہے مجھے بلغم باعور کی سوجھی یاروں کو یہاں دلی کے لنگور کی سوجھی (انشا) رہ گیا بادام غائب ہو گری بادام کی جیسے اک چوسی ہوئی گٹھلی ہو تھی آم کی کر نکلے۔ ہر چند مالش او رپٹل بام کی شیر مادر بن گئی لذت رسیلے آم کی (از اودھ پنچ)
مربع	چار چار مصرعوں کا بند جن کے تین مصرع ہمقافیہ اور چوتھا خلاف قافیہ ہو۔ [1] کبھی چاروں مصرعے ہمقافیہ ہوتے ہیں۔	(۱) کیا وصل علی روئے رسول دوسرا ہے وہ لوح جبیں مرآۃ انوار خدا ہے عارض پہ فدا شمس و قمر ہیں تو بجا ہے اس چہرۂ پر نور کا عالم ہی جدا ہے سر میں شوق کا سودا دیکھا جو کچھ دیکھا۔ اچھا دیکھا	(۲) گو دل ہو سراپا کے تصور میں غمناک پر ہو دے رقم کیونکہ شبیہ شہ لولاک سب نور سے معمور ہے اسکا جسد پاک وہ مطلع انوار خدا شمس ضحیٰ ہے (از بحر الفصاحت) دہلی کو ہم نے جا دیکھا کیا بتلائیں کیا کیا دیکھا (جلوۂ دربار دہلی۔ اکبر الہ آبادی)
مرثیہ	ایسی نظم جسمیں کسی عزیز یا دوست یا کسی بادشاہ یا رئیس کی موت پر حزن و ملال کا اظہار کیا جائے بالفعل اردو میں یہ صنف خاص کر حضرت امام حسین علیہ السلام اور دیگر شہدائے کربلا کی شہادت اور مصائب بیان کرنے اور اُن پر اپنا	مربع مرثیہ کی مثال یارو سنو تو خالق اکبر کے واسطے انصاف سے جواب دو حیدر کے واسطے وہ بوسہ گہ نبی تھی پیمبر کے واسطے یا ظالموں کی برش خنجر کے واسطے وہ تازگی گرو دے نبی کو یہ ہوا تھا خلق پالا تھا اسلئے کہ ذبح کریں اسکو تشنہ حلق	مسدس مرثیہ کی مثال جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے جلوہ کیا سحر کے رخ بے حجاب نے دیکھا سوئے فلک شہ گردوں رکاب نے مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اس جناب نے آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو اٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

[1] مربع اور رباعی میں یہ فرق ہے کہ رباعی کا عموماً تیسرا اور مربع کا چوتھا مصرع غیر مقفیٰ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مربع کا کوئی خاص وزن مقرر نہیں اور رباعی کے اوزان مقرر ہیں۔

اصطلاح	تعریف	مثال	
	رنج و الم ظاہر کرنے کے لئے مخصوص ہے۔ لہ	جس سینہ پر کہ ہو تو ہو فاطمہ کو قلق واں بیٹھے شمر کاٹنے کو سر کے واسطے شمشیر ہے تو دشمن دیں کے پئے قتال یا اس لئے کہ قتل ہوا ہے نبی کی آل نیزے کی بہر سینۂ اعدا ہی تھی بحال یا انکے سر دکھانے کو گھر گھر کے واسطے (سودا)	ہاں غازیو یہ دن ہے جدال و قتال کا یاں خون بہے گا آج محمد کی آل کا چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرا کے لال کا گزری شب فراق دن آیا وصال کا ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جن کے واسطے راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے (انیس) (دیکھو مرقع نگاری مثال ۲ و ۳) (نیز دیکھو مثال ترکیب بند جو غالب کا مرثیہ ہے)
مرصع نگاری	ایسے اشعار جن میں ایک مصرع کا ہر لفظ دوسرے مصرع کے مقابل الفاظ کا ہموزن ہو۔	اے شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر پاؤں سے تیرے ملے فرق ارادت اورنگ تیرا انداز سخن شانۂ زلف الہام تیرا اقبال ترحم مرے جینے کی نوید پیچھے ڈالے ہے سر رشتۂ اوقات میں گانٹھ (سارا قصیدہ اسی انداز کا ہے ہموزن الفاظ پر نمبر دیدئے گئے ہیں)	اے جہاندار کرم شیوۂ بے شبہ و عدیل فرق سے تیرے کرے کسب سعادت اکلیل تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل تیرا انداز تغافل مرے مرنے کی دلیل پہلے ٹھونکے ہے بن ناخن تدبیر میں کیل
مرقع نگاری	ایسی نثر یا نظم جس میں کسی قدرتی منظر (آبشار، دریا، پہاڑ، جنگل) یا صبح، شام، معرکہ جنگ وغیرہ کی تصویر الفاظ میں من و عن کھینچی جائے۔	(۱) قدرتی مناظر در حقیقت ہے عجب لطف سیر کوہسار ایستادہ ہیں کروڑوں کطرف لاکھوں کے پیڑ دیکھتا کیا ہوں کہ صدہا چشمے لئے کوثری اک طرف سر آسماں ہی ہیں صدہا چوٹیاں تحت کوہی کی طرف دیکھو کہ کس انداز سے زمرد رنگ ڈالیوں پر انکے کبھی ارغوانی رنگ	جسکے ہر نظارے پر صد ذوق جنت نثار گر رہے ہیں دوسری جانب ہزاروں آبشار سنگلاخوں پر ہیں کرتے اپنی ہستی کو نثار دوسری جانب نظر آتے ہیں با دہشتناک غار باغباں قدرت کا دکھلاتا ہے پھولوں کی بہار ڈالیاں پتوں کی نوکیں کسطرح ہیں قطرہ بار

لہ قدیم زمانہ میں مرثیہ عموماً مربع کی صورت میں ہوتا تھا جیسا کہ مربع کی مثال (۱) سے ظاہر ہے مگر اب شہدائے کربلا کے تمام مراثی مسدس کی صورت میں ہوتے ہیں۔ البتہ دیگر مراثی کبھی ترکیب بند یا ترجیع بند کے طریقہ پر بھی لکھے جاتے ہیں۔

اصطلاح	تعریف	مثال
مرقع نگاری		کس قدر دلچسپ تھا نظارۂ ہنگام سفر اونچی اونچی چوٹیوں پر لہلہاتے مرغزار ایک جانب اُٹھ رہا ہے قلہائے کوہ سے کس قدر آہستہ آہستہ یہ نورانی غبار رفتہ رفتہ چھا گیا اطراف وادی میں دھواں اور پھر پڑنے لگی چاروں طرف ہلکی پھوار اس کو میں ناحق دھواں کہتا ہوں تو اصل میں کوثر تو آج ہو یا جوئے شیریں کی ہو دھار (از بحر الفصاحت) (۲) صبح طے کر چکا جو منزل شب کاروان صبح ہونے لگا افق سے ہویدا نشان صبح گردوں سے کوچ کرنے لگے اختران صبح ہر سو ہوئی بلند صدائے اذان صبح پنہاں نظر سے روئے شب تار ہو گیا عالم تمام مطلع انوار ہو گیا چھپنا وہ ماہتاب کا وہ صبح کا ظہور یاد خدا میں زمزمہ پردازی طیور وہ رونق اور وہ سبزۂ صحرا وہ فضا وہ نور خنکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرور انساں زمیں پہ محو ملک آسماں پر جاری تھا ذکر قدرت حق ہر زباں پر وہ سرخی شفق کی ادھر چرخ پر بہار وہ باد وہ درخت وہ صحرا وہ سبزہ زار شبنم کے وہ گلوں پہ گہرہائے آبدار پھولوں سے سب بھرا ہوا دامان کوہسار نافے کھلے ہوئے وہ گلوں کی شمیم کے آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے (انیس) (۳) ہنگامۂ جنگ نقارۂ وغا پہ لگی چوب یک بیک اُٹھا غریو کوس کہ ہلنے لگا فلک شہپور کی صدا سے ہراساں ہوئے ملک قرنا پھنکی کہ گونج اُٹھا دشت دور تک شور دہل تھا حشر تھا افلاک کے تلے مردے بھی ڈر کے چونک پڑے خاک کے تلے

اصطلاح	تعریف	مثال
مرقع نگاری		کانپے طبق زمین کے ہلا چرخ لاجورد مانند کہربا ہوا اُسکی کا رنگ زرد اُٹھ کر زمین سے بیٹھ گئی زلزلہ میں گرد تیغوں کی آنچ دیکھ کے بھاگی ہوائے سرد گرمی سے رن کی ہوش اُڑے وحش و طیر کے شیر اُس طرف اُتر گئے دریا کو پیر کے تھرا رہا تھا خوف سے مینائے لاجورد ہلتے تھے کوہ کانپتا تھا وادی نبرد تھا دن بھی زرد دھوپ بھی زرد اور زمیں بھی زرد خورشید چھپ گیا یہ اُٹھی کربلا کی گرد اک تیرگی غبار سے تھی چشم مہر میں تابو پڑے ہوئے تھے محیط سپہر میں (انیس)
مسبع	سات مصرعوں کا بند جس میں چھ ہمقافیہ اور ساتواں خلاف قافیہ ہو	(مثال نظر سے نہیں گزری)
مستزاد (یا مزید علیہ)	ایسی نظم جس کے ہر مصرع کے آخر میں ایک فقرہ، رباعی کے وزن کا اضافہ کیا جائے اسکی دو قسمیں ہیں مستزاد عارض اور مستزاد لازم۔ اول وہ ہے کہ جو فقرہ زیادہ کیا جائے وہ مضمون شعر سے متعلق نہو۔ اور دوسری وہ ہے کہ جو فقرہ زیادہ کیا جائے، وہ مضمون شعر کیلئے ضروری ہو۔ مستزاد کی کئی صورتیں ہیں۔ کبھی ایک فقرہ اور کبھی دو یا زیادہ فقرے مصرع کے آخر میں اضافہ کئے جاتے ہیں۔	(۱) ایک فقرہ کا مستزاد میں ہوں عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہیں۔ کہ ہے غم میری غذا تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہیں۔ کھائے غم تیری بلا (ظفر) (۲) دو فقروں کا مستزاد نالہ زن باغ میں ہو بلبل ناشاد نہیں۔ بند رکھ کام و زباں۔ گر نہ فریاد و بکا ڈر یہی ہے کہ خفا ہو ستم ایجاد نہیں۔ باغباں دشمن جاں۔ گھونٹ ڈالے نہ گلا (شاد لکھنوی) (۳) تین فقروں کا مستزاد از ناخن طرز خاطر بادہ پرست۔ مخراش آغا۔ داری زرفین۔ خود پیچ گو بگزار ہزار زہد و تقوی از دست۔ بر جاش آغا۔ اے یار شفیق۔ پندے بشنو۔ چشم بد دور طرفہ چیزے ہستی۔ ماشاءاللہ۔ اے یار خدا۔ سبحان اللہ انشاءاللہ سلیمان زند خوش است۔ خوش باش آغا۔ اے نیم بطرین۔ با خلق خدا (انشا) (۴) رباعی مستزاد گہ دیر میں تھا لقب یگانہ اپنا۔ تھے بت سے خفا

اصطلاح	تعریف	مثال
		گاہے صنموں کو ہم نے جانا اپنا اللہ ری خطا سب دیر و حرم کی خاک چھانی تو تن کیا خاک کہیں دیکھا تو کہیں نہیں ٹھکانا اپنا جی بیٹھ گیا نوٹ - اوپر کی مثال میں نمبر ۳ بھی رباعی ہے۔
مسدس	چھ چھ مصرعوں کا بند جس میں چار ہمقافیہ اور دو خلاف قافیہ ہوں۔	کسی (۱) نے یہ بقراط سے جاکے پوچھا مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں سبب یا علامت گران کو بتائیں تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں دوا اور پرہیز سے جی چرائیں یوں ہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ یہاں تک کہ جینے سے مایوس ہوں وہ (حالی)
	یا ہر بند میں آخری دو مصرع کرر آئیں	(۱) جائے عبرت ہے مرا حال پریشاں یارو آس توڑے ہے یہ مایوسی حرماں یارو دل لگا کر میں ہوا سخت پشیماں یارو ہائے افسوس نہ نکلا کوئی ارماں جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی دل نہ دیتے اگر اس کو تو نہ ہوتے بدنام کیا خبر تھی کہ اس آغاز کا یہ ہے انجام رنج بھی ہوتے ہیں الفت میں تو بعد آرام کہیں دنیا میں نہ ہوگا کوئی مجھ سا بدنام جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی ([illegible]) (۳) درویش جو ہیں قصہ کوتاہ کیے ہیں سالک جو ہیں وے راہبر راہ کیے ہیں اک واقف اسرار دل آگاہ کیے ہیں اک رنج حقیقت کا تجھے ماہ کیے ہیں

اصطلاح	تعریف	مثال
		کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہے ہیں سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہے ہیں ذکر کہیں نام ترا کام روا ہے — مشہور لقب ایک جگہ راہ نما ہے ہر ایک نے کچھ حسب رد اپنی کہا ہے — سمجھا نہ کوئی یہ کہ حقیقت میں تو کیا ہے کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہے ہیں سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہے ہیں (دبیر)
مُسمّط	(تسمیط عربی میں موتی پرونے کو کہتے ہیں) اصطلاح میں ایسی نظم جو بندوں پر مشتمل ہو خواہ بصورت مربع، مخمس، مسدس، مثمن وغیرہ جس میں ہر ایک بند کے مصرعے سوائے مصرع آخر کے ہمقافیہ ہوں، اور تمام بندوں کے آخری مصرعے پہلے بند کے مصرع آخر کے تابع ہوں۔	آمد بہار خرم و آورد خرمی — وز فر نوبہار شد آراستہ زمی (دیگر زمین) خرم بود ہمیشہ بدیں وقت آدمی — با بانگ زیر و بم بود و نعمت و غنی زیرا کہ نیست از گل و از یاسمیں کمی تا کم شد است آفت سرما ز گلستاں از ابر نو بہار چو باراں فرو چکید — چندیں ہزار لالہ ز خارا بروں دمید آں حلہ کہ ابر مر او را ہمی تنید — باد صبا بیامد و آں حلہ را درید آں حلہ پارہ پارہ شد و گشت ناپدید وآمد پدید باز ہماں دشت پرنیاں (از مسمطات منوچہری) (نیز دیکھو فٹ نوٹ متعلق مسمط صنائع معنوی میں)
مصرع	نصف بیت یا نصف شعر خواہ وہ پورا مطلب شعر کا ادا کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔	ع عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے۔
مصرع طرح	عموماً اس کو کہتے ہیں جو مشاعروں میں ہمطرح غزلوں پر طبع آزمائی کے واسطے دیا جاتا ہے	
مضحکات مطائبات	دل لگی مذاق کی نظم و نثر جس میں پھبتیاں بھی داخل ہیں	سفر دیہ ظرافت کے ذرا شیخ کو دیکھو — سر الو کا منہ باز کا لنگور کی گردن کل شیخ جی بولے کہ اک ٹوٹے پل کے نیچے — میں نے کہا کہ تم نے اس پل کا منہ پڑھا

اصطلاح	تعریف	مثال
		تبت یدا ابی لہب پڑھ کے اک عزیز یکچند بھاگ کر کسی کونے میں دب رہا لوگوں نے ڈھونڈھ کر انھیں پوچھا تو بولے آپ واللہ مجھ سے بھاگنے کا یہ سبب رہا ہے ماالہٗ وما کسب آیا قرآن میں اون مال مجھ سے یعنی سو وہ مال کا سب رہا اہل و عیال کھاویں پئیں پھر کہاں کچھ مُھکا ہی پھکر میں یہو وزد شب رہا (پہلا نکر) (انشاء) تیھکری میں بھکر بھی میت آئے رے (سلاری) جھاؤ یاں کو ہنوز جو بکس اٹھائے (بکا) انسالہ کہاں بیان تمے پھاجل جہین میں (انشاء اللہ خاں، فاضل ذہین) صدرہ پڑھیں پہ جن سیتی طلبلم آئے کے (طالبعلم) (انشاء) (نیز دیکھو مذاقیہ)
مطلع معشر	غزل یا قصیدہ کا پہلا شعر (عشرہ عربی میں دس کو کہتے ہیں) دس دس مصرعوں کا بند جن میں آٹھ آٹھ مصرع ہمقافیہ اور باقی دو خلاف قافیہ ہوں۔	مثال کے لئے دیکھو غزل اور قصیدہ کی مثالیں پہلے تو حمد خالق ارض و سما لکھوں بعد اُس کے پھر میں نعت شہ انبیا لکھوں گر عمر بھر میں اسکو لکھوں تو بھی کیا لکھوں بے انتہا ہے وہ تو غرض تا کجا لکھوں لازم ہوا اس میں طبع کو عجز انتہا لکھوں کچھ وصف حسن کا لکھوں کچھ عشق کا لکھوں کچھ ناز کچھ نیاز بفکر رسا لکھوں ہے جی میں لیلیٰ مجنوں کا کچھ ماجرا لکھوں سچ پوچھئے تو دونوں عجب کام کر گئے معشوق عاشقی میں غرض نام کر گئے پیدا ہوا تھا قیس جب اپنے پدر کے گھر ماں باپ کو ہوئی تھی خوشی سب سے بڑھ کنبے کے لوگ بیٹھے تھے باہم سب آ کر اک دھوم مچ رہی تھی خوشی کی ادھر چومے تھا باپ قیس کا ہر لحظہ چشم و سر تکتے تھے ہاتھ ان جھاؤں کے گرچہ پرخطر ماں بھی لئے پھرے تھی اسے اپنے دوش پر فرزند کی خوشی میں لٹاتی تھی سیم و زر لیکن وہ ماں کی گود میں آ کر نہ سوتا تھا ہر وقت شور کرتا تھا ہر لحظہ روتا تھا (از لیلیٰ مجنوں نظیر اکبرآبادی)

اصطلاح	تعریف	مثال
مقتضب	ایسا قصیدہ جس میں گریز نہ ہو یعنی شاعر بغیر کسی تمہید و تشبیب کے اصل مقصد یعنی مدح شروع کردے۔	(مثال کے لئے دیکھو خطابیہ یا مجددیہ)
مقطع (یا تتمّم غزل)[۱]	غزل کا آخری شعر جسمیں شاعر اپنا تخلص لائے	(دیکھو غزل)
مناجات	ایسے اشعار جن میں بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی جائے	الٰہی بحق رسول امیں — بحق علی و بہ اصحاب دین بحق بتول و بآل رسول — کروں عرض جو میں سو ہووے قبول الٰہی میں بندہ گنہ گار ہوں — گناہوں میں اپنے گراں بار ہوں مجھے بخشیو میرے پروردگار — کہ تو ہے کریم اور آمرزگار مری عرض ہے یہ کہ جب تک جیوں — شراب محبت کو تیری پیوں سوا تیری الفت کے اور سب ہے ہیچ — یہی مجھ کو ہو اور کچھ ایچ پیچ جو غم ہو تو ہو آل احمد کا غم — سوا اس الم کے نہ ہو کچھ الم کسی سے نہ کرنا پڑے التجا — تو کر خود بخود میری حاجت روا صحیح اور سالم سدا مجھ کو رکھ — خوشی سے ہمیشہ خدا مجھ کو رکھ مری آل و اولاد کو شاد رکھ — مرے دوستوں کو تو آباد رکھ بر آویں مرے دین و دنیا کے کام — بحق محمد علیہ السلام (مثنوی میر حسن)
منقبت	امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ	(۱) علیؑ دین و دنیا کا سردار ہے — کہ مختار کے گھر کا مختار ہے

[۱] اگرچہ بعض شاعر مطلع میں بھی اپنا تخلص لاتے ہیں مگر اُس کو مقطع نہیں کہہ سکتے۔ مقطع وہی شعر ہے جس پر غزل ختم ہو اور ختم ہونے کی دلیل اکثر شاعر کا تخلص ہوتا ہے۔ تا ان دونوں شعروں میں سے

عاشقی جرأت نہ کر۔ ناحق تجھی کو غم لگا — ربط تب کے رکھ مت پر جی کسی سے کم لگا
دن بدن تحلیل جرأت کیوں ہوا جاتا ہے تو — آہ یہ بیٹھے بٹھائے تجھ کو کیسا غم لگا

گو کہ پہلے شعر میں ۔۔ ہے مگر ۔ مطلع ہے اور دوسرا مقطع۔

اصطلاح	تعریف	مثال
	یا کسی دوسرے امام کی تعریف میں اشعار	دیار امامت کے گلشن کا گل بہار ولایت کا باغ سبل علی راز دار خدا و نبیؑ خبر دار سر خفی و جلی علی بندۂ خاص درگاہ حق علی سالک رہبر راہ حق علی ولی ابن عم رسولؐ لقب شاہ مرداں زوج بتول یہاں بات کی اب سمائی نہیں نبی و علی میں جدائی نہیں نبیؐ و علیؑ ہر دو نسبت بہم دوتا دیکھے چوں دو زبان قلم (مثنوی میر حسن) (۲) اے نائب صاحب ذی القوۃ المتین شے دست در خلوتی قدرت آستین چاہے تو ایک کر دے ابھی آسمان زمین ٹھوکر لگے تری تو اڑے کوہ آہنیں پایا نہ جائے جیسے پر کاہ پھر کہیں تو ہے کہ تیری قدر نہ آئے بیان میں قدرت تری نہ گزرے کسو کے گمان میں شانیں ہزار قسم میں اک تیری شان میں شہرت ہے تیرے زور کی دونوں جہان میں نکلا نہ شہر بند عدم سے ترا قریں غیب و شہود دونوں میں مشہود ہے تو تو ہستی ہماری وہم ہے موجود ہے تو تو حاصل کا دو جہان کے مقصود ہے تو تو مسجود تجھ کو جانے ہیں معبود ہے تو تو ناجی ہیں وے ہی لوگ جنھوں کا ہے یہ یقیں (دبیر)
مہمل	بے معنی اشعار۔ ایسے اشعار جو محض الفاظ کا مجموعہ ہوں اور کوئی مربوط معنی نہ رکھتے ہوں۔	ٹوٹی دریا کی کلائی زلف الجھی بام میں آدمی مخمل میں دیکھے مورچے بادام میں
نازک خیالی	(دیکھو خیال بندی)	
نثر	(مقابل نظم) ۱) یا کلام جس میں وزن اور قافیہ نہ ہو۔ ۲) باعتبار الفاظ کے	[illegible]

ؐ ہر چند کہ نثر کی تعریف کتابوں میں یہی ہے کہ جس میں وزن اور قافیہ کی قید نہ ہو۔ مگر نثر مرجز میں وزن اور نثر مقفیٰ میں قافیہ ضرور ہوتا ہے پس (دیکھو صفحہ آئندہ)

اصطلاح	تعریف	مثال
نثر —	چار قسمیں ہیں۔ عاری۔ مرجز۔ مسجع اور مقفیٰ۔ اور باعتبار معنی کے بھی چار قسمیں ہیں دقیق سادہ۔ دقیق رنگین۔ سلیس سادہ۔ سلیس رنگین لفظی اقسام نثر	
	(۱) عاری — وہ نثر ہے جس میں نہ وزن کی قید ہو نہ قافیہ کی۔ نہ اُس میں رعایات و مناسبات لفظی ہوں۔ اسی کو روزمرہ بھی کہتے ہیں۔	(۱) سیدھی سادی بات میں ایسا لطف پیدا ہو جاتا ہے کہ سب پڑھتے ہیں اور مزے لیتے ہیں اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خوشی یا غم و غصہ۔ یا کسی قسم کے ذوق و شوق کا خیال دل میں جوش مارتا ہے اور وہ قوت بیان سے ٹکر کھاتا ہے تو زبان سے خود بخود موزوں کلام نکلتا ہے۔ جیسے پتھر اور لوہے کے ٹکرانے سے آگ نکلتی ہے اسی واسطے شاعر وہی ہے جسکی طبیعت میں یہ صفت خداداد ہو۔ قدرتی شاعر اگرچہ ارادہ کر کے شعر کہنے کو خاص وقت میں بیٹھتا ہے مگر حقیقت میں اُسکا دل اور خیالات ہر وقت اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ (آبحیات) (۲) میری جان خدا تم کو ایکسو بیس برس کی عمر دے۔ بڑھاپے نے آیا داڑھی میں بال سفید آ گئے مگر بات کہنی نہ آئی۔ پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بیجا اُلجھے ہو۔ یہ تو جانتے ہو کہ دلّی کے سب پنشنداروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملا یہ فروری ۱۸۵۹ء بائیسواں مہینہ ہے چند اشخاص کو اس بائیس مہینہ میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے روپیہ کے باب میں اور آئندہ ماہ بماہ ملنے کیواسطے

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ گذشتہ) اس اعتبار سے نثر و نظم میں کوئی ما بہ الامتیاز فرق باقی نہیں رہتا۔ میرے نزدیک جو چیز نثر کو نظم سے علیحدہ کرتی ہے وہ تخیل ہے لہذا نثر کو کلام غیر مخیل جس میں وزن و قافیہ ہو کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اصطلاح	تعریف	مثال
نثر —	عاری — مذاقیہ نثر	ابھی کچھ حکم نہیں ہوا الخ (مرزا غالب کا خط بنام میر مہدی مجروح) اچھا حضرت واعظ کا دل تو ان کے سینے میں ہوگا۔ نہیں صاحب نہیں ممبر کے اڈے پر میاں مٹھو بنا ہی جی بھیجو کی صدا لگا رہا ہے عمامہ سبز کی گردش اور قرات صحیحہ میں حلقوم کی حرکت سے معلوم ہوتا ہے آمنا اگل رہے ہیں، آئے ہیں دنیا میں نصیحت کو گر خود فضیحت ہیں، لیجئے ان کو بھی دیکھیے سہ شریف مکہ وہ آئے ہیں دیکھ لو رندو شراب ناب انھیں کے کنویں کا پانی ہے ان کا دل جب تک چھوٹا سا تھا، حرم کی کانس میں تھا یا زمزم کی جگت پر اب سارے حجاز میں ہے۔ ساز باز میں ہے۔ اب شریف نہیں رہا سلطان ہے۔ چڑھاوے پر قناعت کی ضرورت نہیں۔ خراج تحصیل کرنے دو سہ از ہزاراں کعبہ مبلغ بہتر است زر بدست آور کہ حج اکبر است (از اودھ پنچ)
	ٹھیٹھ اُردو نثر۔ یعنی ایسی نثر جس میں کوئی لفظ فارسی یا عربی اور نیز ٹھیٹھ ہندی کا نہ ہو۔	اب یہاں سے کہنے والا یوں کہتا ہے کہ ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان چڑھی، کوئی کہانی ایسی کہیے جس میں ہندی چھُٹ اور کسی بولی کی پُٹ نہ ملے، باہر کی بولی اور گنواری کچھ اس کے بیچ میں نہو تب میرا جی پھول کر کلی کے روپ کھلے۔ اپنے ملنے والوں میں سے ایک کوئی بڑے پڑھے۔ لکھے پُرانے۔ دُھرانے ٹھاک۔ بڑے دھاگ یہ کھڑاگ لائے۔ سر ہلا کر۔ منہ تھُتھا کر۔ ناک بھوں چڑھا کر۔ گلا پھاڑ کر لال لال آنکھیں پھرا کر کہنے لگے "یہ بات ہوتے دکھائی نہیں دیتی۔ ہندوی پن بھی نہ نکلے اور بھاکھا پن بھی نہ ٹھس جائے جیسے بھلے انس

اصطلاح	تعریف	مثال
نثر۔		اچھوں سے اچھے لوگ آپس میں بولتے چالتے ہیں جوں کا توں وہی سب ڈول رہے اور چھاؤں کسی کی نہ پڑے یہ نہیں ہونے کا۔" (از رانی کیتکی کی کہانی)
	(۲) مُرَجّز۔ وہ نثر کہ جس میں وزن ہو مگر قافیہ نہ ہو (اردو میں اسکی مثالیں بہت کم ہیں مثال نمبر (۱) کے سب ٹکڑے جو ڈیشوں کے بیچ میں ہیں مفعولُ مفاعیلُن کے وزن پر ہیں اور مثال نمبر (۲) کے ٹکڑے فعلاتن فعلاتن کے وزن پر ہیں۔	(۱) وزن مفعولُ مفاعیلُن دیوان حقیقت کے۔ مطلع کے ہیں دو مصرع۔ اک حمد الٰہی ہے اک نعت پیمبر ہے۔ اس مطلع روشن کے۔ معنی منور سے۔ ہر ذرہ بھی ہے واقف۔ سنتے ہیں ازل سے سب۔ یہ مطلع نورانی۔ پر اس کے سوا اب تک۔ اس ساری غزل میں سے۔ اک شعر نہیں پایا۔ لیکن مجھے ہاتھ آیا۔ اسوقت غنی ہو تو۔ میں سب کو سناتا ہوں اس مطلع یکتا کا۔ جو حسن ازل سے ہے۔ اس وقت مرافق میں کیوں کر نہ ثنا خواں ہوں۔ (تقریظ بر انتخاب یادگار مؤلفہ امیر مینائی) (۲) وزن فعلاتن فعلاتن بخداوندی ذاتے کہ رحیم است و کریم است و علیم است و حکیم است و سمیع است و سلیم است و قدیم است و شریف است و لطیف است و خبیر است و بصیر است و نصیر است و کبیر است و رؤف است و غفور است و شکور است و ودود است مرا خلق نمود است و بوجود (؟) خالق آفاق قسم می‌خورم اکنوں کہ مرا ہیچ زہجو تو سروکار نبود است و لے از طرف گشت شروع ایں ہمہ اقوال مزخرف۔ شنو اے مردک نادان۔ (از نثار نظم آہنگ)
	(۳) مُسَجّع۔ وہ نثر جس کے دو فقروں کے تمام الفاظ ایک دوسرے کے ہموزن اور حروف آخر میں بھی موافق ہوں [1]	پونڈا پھیکا اتنا بڑا کہ جس کی بڑائی بیان سے باہر ہے۔ پونڈا میٹھا ایسا بھلا کہ اُسکی بھلائی گمان سے بڑھکر ہے۔ ([illegible] دریائے لطافت)

[1] مرزا غالب نثر مسجع کے قائل نہ تھے، فرماتے ہیں، "بندہ کی تحقیقات یہی ہے کہ نثر تین قسم پر ہے، مقفیٰ۔ قافیہ ہے لیکن وزن نہیں۔ موزوں وزن ہے (دیکھو صفحہ ۔۔)

اصطلاح	تعریف	مثال
نثر۔	(۴) مقفیٰ۔ وہ نثر جس میں وزن نہ ہو مگر آخری الفاظ میں قافیہ ہو۔	تفقد نامۂ نامی میں صورت عز و شرف نظر آئی۔ اللہ اللہ تم نے میری نظر میں میری آبرو بڑھائی۔ حضرت کی قدردانی کی کیا بات ہے۔ آپ کا التفات موجب مباہات ہے۔ یہ بات بطریق طے لسان زبان پر آئی ہے۔ ورنہ قدردانی کیسی یہ قدرافزائی ہے۔ نظیری علیہ الرحمہ کا شعر ایک کاغذ پر لکھ کر میرے گلے میں ڈال دیجئے۔ اور زمرۂ شعرا میں سے مجھ کو نکال دیجئے۔ دعوٰے اور چیز ہے اور کمال اور ہے۔ علم عربی اور شے ہے اور فارسی کی حقیقت حال اور ہے۔ (مرزا غالب کا خط بنام حضرت صاحب عالم)
	معنوی اقسام نثر	
	(۱) دقیق رنگین۔ ایسی عبارت جو لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے مشکل ہو اور اُس میں صنائع لفظی و معنوی سے بھی کام لیا گیا ہو۔	ادب اور تواضع ایک جامہ ہے اُس کے قامت احوال پر راست۔ اور خلق و مروت ایک ذخیرہ ہے اُس کے گنجینۂ طبع میں بے کم و کاست۔ ضمیر صافی اور فروغ مشرق اور آفتاب۔ شوخی فکر اور طبع لمعۂ برق اور سحاب۔
	(۲) دقیق سادہ۔ ایسی عبارت جو الفاظ اور معنی دونوں اعتبار سے مشکل ہو مگر اُس میں رعایت و مناسبات اور صنائع و بدائع نہ ہوں۔	ہر زبان جو مافی الضمیر کی ترجمان ہے اپنی خصوصیات میں ضرور امتیاز رکھتی ہے اگرچہ وہی مفردات وہی مرکبات وہی کنائے وہی تشبیہیں وہی مقام استعمال وہی مثلیں وہی مقولے ہر جگہ لغات میں مستعمل ہیں لیکن خصوصیات لسانی کا بتانا نہایت مشکل اور نکتۂ لاینحل ہے۔

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ گذشتہ) اور قافیہ نہیں۔ عاری نہ وزن ہے نہ قافیہ۔ مسجع ہی مقفیٰ ہے کہ دونوں فقروں میں الفاظ ملائم اور متناسب ہمدگر ہوں۔ نظم میں یہ صنعت آپڑے تو اُس کو مرصع کہتے ہیں اور نثر اس صنعت پر مشتمل ہو تو اس کو مسجع کہتے ہیں۔ اس قاعدہ کو نہ عبدالرزاق بدل سکتا ہے نہ صاحب "قلزم ہفت خانہ"۔ نہ یہ قطرہ ہی بے سر و پا ہے۔ (مرزا غالب کا خط بنام چودھری عبدالغفور سرور)

اوپر کی مثال سے مسجع اور مقفیٰ کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ مقفیٰ ان دو فقروں کو کہیں گے جن کے صرف آخری لفظ ہم قافیہ ہوں مثلاً "فیضی بھی نثر گوئی میں مشہور ہے کلام اس کا پسندیدۂ جمہور ہے" (غالب) یہاں صرف آخری الفاظ مشہور اور جمہور ہم قافیہ ہیں۔ برخلاف مسجع کے جیسا کہ اوپر کی مثال سے معلوم ہوتا ہوگا، دونوں فقروں کا ہر لفظ ایک دوسرے کا ہم وزن ہے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
نثر	(۳) سلیس رنگین - ایسی عبارت جو لفظاً و معنیً دونوں اعتبار سے سہل ہو مگر اُس میں کچھ مناسبات لفظی اور صنائع بدائع استعمال کئے گئے ہوں	(۱) بندہ حرارت قلب کے عارضہ سے تو حیران اور ششدر رہتا ہی تھا اب ضعف دماغ کی بیماری نے اور بھی عاجز اور زچ کر دیا ہے - ہر دم یہی سوچ اور منصوبہ آتا تھا کہ کدھر جاؤں اور کون ایسی چال چلوں کہ یہ عارضہ بڑھنے نہ پائے - بارے ان دنوں حکیم شاہ رخ مرزا صاحب اس شہر میں وارد ہوئے اُن کی تعریف بہت سنی تھی کہ اُنکے نزدیک بادشاہ اور وزیر اور فقیر مسکین اور امیر فیل نشین برابر ہیں مریضوں کی خبر گیری کے واسطے بارہ دری میں شطرنجی بچھائے بیٹھے رہتے ہیں (رقعہ غلام امام شہید در تلازمہ شطرنج) شطرنج کے مناسبات کے اوپر لکیر کھینچدی ہے (۲) پھر بہار موسم بدلتی ہے : دختران جوانان چمن ہم عروسان گلشن سے گلے مل مل کر خوش ہوتے ہیں شاخیں انگڑائیاں لیتی ہیں تاک کا سر مست پڑا اینڈتا ہے اطفال نباتات دایۂ بہار کی گود میں پرورش پاتے ہیں خضر سبزہ کی حرکت سے نسیم سحری مردۂ ہزار سالہ میں دم عیسوی کا کام دیتی ہے مگر بلبل زار عشق شاہد گل میں اُداس ہے آب رواں عمر گذران ہے اسکی موج کی تلوار سے دل کٹے جاتے ہیں سرو کے عکس کا اژدہا نگلے جاتا ہے شبنم کے آنسو جاری ہیں بلبل کبھی خوش ہے کہ گل اس کا پیارا پاس بنس رہا ہے کبھی افسردہ ہے کہ خزاں کا خونریز ان سب کو قتل کرے گا یا اس کے دشمن یعنی گلچین وصیاد اُسے یہاں سے نکالیں گے سرو یا شمشاد کے عشق میں قمری کا گیر والا اس ہوا سے اُسکے نالہ کا آرہ دلوں کو چیرتا ہے کبھی عاشق زار قفس ہی میں تڑپتا ہے - وہ بجائے اپنے معشوق کے حسرت و غم سے ہمکنار ہے - روتا ہے اور قاصد صبا کو پیغام دیتا ہے کہ میرے تغافل شعار کو میرے حال کی خبر کر دینا۔ (آب حیات)

اصطلاح	تعریف	مثال
نثر	(۴) سلیس سادہ۔ ایسی عبارت جو لفظ و معنی دونوں اعتبار سے سہل ہو اور اس میں کوئی رعایت لفظی بھی نہ ہو۔	پیر و مرشد! آپ کو میرے حال کی بھی خبر ہے۔ ضعف نہایت کو پہنچ گیا بینائی میں فتور پڑا۔ حواس مختل ہو گئے۔ جہاں تک ہو سکا احباب کی خدمت بجا لایا۔ اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا۔ اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے۔ کہتے ہیں کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بسبب کبر سن کے خدا تعالیٰ نے فرض اور پیغمبر نے سنت معاف کر دی تھی۔ میں متوقع ہوں کہ میرے دوست خدمت اصلاح اشعار مجھ پر معاف کریں۔ خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکے گا۔ لکھ دیا کروں گا۔ (از اردوئے معلی)
ندبہ	(لغوی معنی شیون اور ماتم) اصطلاح میں ندبہ سے وہ الفاظ مراد ہیں جو مصرع کے آخر میں آتے ہیں اور بین کے طور پر پڑھے جاتے ہیں۔ اور ماتم کیا جاتا ہے	حضرت خیر نسا کا جایا۔ حسین حسین حسین حسین پانی نہ اُسنے دشت میں پایا۔ حسین حسین حسین حسین تیر لگے تلواریں پڑی ہیں برچھیاں غم کی دل میں گڑی ہیں بھال سروہی نیزہ لگایا۔ حسین حسین حسین حسین (واجد علی شاہ اختر)
نظم	(دیکھو شعر)	
نظم غیر مقفیٰ یا نظم معرّیٰ (بلینک ورس)	ایسی نظم جسمیں وزن ہو گر قافیہ نہو (دیکھو نثر مرجز)	ارے چھوٹے چھوٹے تارو — کہ چمک دمک رہے ہو تمھیں دیکھ کر نہ ہوئے — مجھے کس طرح تحیّر کہ تم اونچے آسمان پر — جو ہے کل جہان سے اعلیٰ ہوئے روشن اس روش سے — کہ کسی نے جڑ دئے ہیں گہر اور لعل گویا (مولوی اسمٰعیل میرٹھی)
نعت	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار۔	نبی کون یعنی رسول کریم — نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم ہوا اگر کہ ظاہر میں اُمّی لقب — پہ علم لدنی کھلا دل پہ سب

اصطلاح	تعریف	مثال
نعت ۔		بغیر از لکھے اور رکھے ہے رقم — چلے حکم پر اُس کے لوح و قلم ہوا علم دین اُس کا جو آشکار — گذشتہ ہوئے حکم تقویم پار اُٹھا کفر اسلام ظاہر کیا — بتوں کو خدائی سے باہر کیا کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے — بنایا نبوت کا حقدار اُسے نبوت جو کی حق نے اُس پر تمام — لکھا اشرف الناس خیر الانامؐ بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے — خدا نے کیا اپنا محبوب ہے (مثنوی میر حسن) (۲) ثنا جان پاک محمدؐ کے تئیں — درود و تحیات احمدؐ کے تئیں رسولِ خدا و سرِ انبیا — نبی حشمت و جاہ صل علیٰ دیا مجلس کبریا کا ہے وہ — شرف دودمان قضا کا ہے وہ سب اس منظے میں ہی ظہور خدا — پر اس کو عبارت ہی نور خدا جہاں وہ ہو واں جبرئیل ہیں — اُٹھے حشر تک تو پہونچا نہیں کروں اُسکی جرأت کا میں کیا بیاں — کہ تھا قاب قوسین ادنیٰ مکاں بصورت اگر عبد و شہود ہے — حقیقت کو پوچھو تو معبود ہے نہیں پاشکستوں کا اب دستگیر — محمدؐ بن اور آل بنیؐ کے تیر (۱)
نوحہ	ایسا سلام جو بصورت مستزاد ہو یا نہ ہو مگر جسمیں بین کے اشعار زیادہ ہوں جو ہمیشہ الحان کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں اور بعد کو ماتم کیا جاتا ہے [1]	افلاک سے جبرئیل نے رو کر یہ پکارا ۔ فریاد خدایا سجدے میں نمازی کو ستمگار نے مارا ۔ فریاد خدایا بہتا ہے مصلے پہ لہو غش ہے وہ غازی ۔ روتے ہیں نمازی سر حیدر صفدرؓ کا ہوا آج دو پارا ۔ فریاد خدایا

[1] چونکہ نوحے زیادہ تر خوش الحانی سے پڑھنے کی غرض سے لکھے جاتے ہیں لہٰذا ان کے الفاظ ملائم و شیریں اور مضامین نہایت دردناک ہوتے ہیں آجکل لکھنؤ میں ایک نئی چیز ایجاد ہوئی ہے جسکو "ماتم" کہتے ہیں یعنی "سلام" کی قسم کی نظموں کو اس انداز سے پڑھتے ہیں کہ ارکان بطور پر ماتم کرتے جاتے ہیں یہ نظمیں ماتم کہلاتی ہیں مثلاً سہ شاہ مقتل جا رہے ہیں سر کٹانے کے لئے ؛ اُمت بد کو چلے ہیں بخشوانے کے لئے ۔

اصطلاح	تعریف	مثال
نوحہ۔		اے اہل مدینہ تمھیں کچھ اس کی خبر ہے ۔ سو کر ٹکڑے جگر ہے زخمی ہوا سجدے میں امام آج تمھارا ۔ فریاد خدایا نوحہ ہے ترے بزم میں برپا ہوا کہرام تونس ز ظلم تمام اب آگئے بیاں کرنے کا دل کو نہیں یارا ۔ فریاد خدایا (نوحہ میر نونس بر شہادت جناب امیرؑ) (۲) میدان کربلا میں قیامت بپا ہے آج تاراج باغ فاطمہ زہراؑ ہوا ہے آج کہتی تھیں بانو بیاہ کروں گی مدینہ میں اٹھارہواں برس تجھے اکبر ہوا ہے آج ماں کہتی تھیں کہ لاش پہ سہرا تو باندھ دو بچہ ہمارا بن بیاہ دولھا بنا ہے آج عباس و قاسم و علی اکبر ہوئے شہید دولت کدہ حسینؑ کا ماتم سرا ہے آج
واسوخت	ایسی نظم جس میں عاشق اپنے معشوق سے بے پروائی اور بیزاری کا اظہار کرتا ہو اور اُس کو چھیڑ کر جلی کٹی باتیں اُس سے کرتا ہے کہ ہمارے عشق سے پیشتر تمھارا حسن کچھ بھی نہ تھا، تم کو کوئی پوچھتا تک نہ تھا، ہمارے ہی عشق نے تمھارے حُسنِ دلفریبی میں چار چاند لگائے۔ خیر اب اگر تم ہم سے بے پرواہ ہو گئے اور الگ الگ پھرتے ہو تو دیکھا جائیگا ہم بھی کوئی دوسرا تم سے بہتر اور حسین تر	یاد ایام کہ خوبی سے خبر تجھ کو نہ تھی سرمۂ و آئینہ کی اور نظر تجھ کو نہ تھا فکر آرائشِ شام و سحر تجھ کو نہ تھی زلف آشفتہ کی سُدھ دوپہر تجھ کو نہ تھی شانہ تھا نابلدِ کوچۂ گیسو تیرا آئینہ کاہے کو تھا حیرتی رو تیرا آگہی حسن سے اپنے تجھے زنہار نہ تھی اپنی ستی سے تری آنکھ خبردار نہ تھی پاؤں بیدل نہ پڑتا تھا یہ رفتار نہ تھی ہردم اسطور کمر میں ترے تلوار نہ تھی خون یوں کاہے کو کوچہ میں ترے ہوتے تھے دل زدے کب تری دیوار تلے روتے تھے بند جامے کا جو وا ہوتا تھا وا رہتا تھا بے تکلف مرے گھر رات کو آ رہتا تھا تھوڑی رنجش میں نکلنے ہی سے لگا رہتا تھا تک جدا رہتے تو دیر آنکھ ملا رہتا تھا

اصطلاح	تعریف	مثال
واسوخت۔	دلربا ڈھونڈھ نکالیں گے اور اُسکی صحبتوں سے تم کو جلایا کریں گے [1]	اسقدر قدر نہ تھی اپنی تری آنکھوں میں لعب بازی میں بھی بہتا تمھاری آنکھوں میں کس دن اتنا تھا پراگندگی مُو کا خیال ‌ ‌ دو دو دن چہرہ پہ بکھرے ہی رہا کرتے تھے بال لعل جاں بخش رہتے تھے کبھو اتنے لال ‌ ‌ خوبی خندہ نہ لوگوں کی جیون کی تھی بال پان سے شوق نہ تھا کیسا مسی کا مذکور غصہ ہو جاتے تھے سُن ایسے کسی کا مذکور شانہ اب ہاتھ میں ہو زلف بنا کرتی ہو ‌ ‌ مسی دانتوں میں کئی بار لگا کرتی ہو پاس سرمہ کے سلائی بھی پڑا کرتی ہو ‌ ‌ آنکھ رعنائی پہ اپنی ہی پڑا کرتی ہو جان آنکھوں میں کسی کی ہو نظر تم کو نہیں غش کرے کوئی مستعد بہ خبر تم کو نہیں یا تو ہم ہی تھے کہ اب ہم سے نہیں کچھ یاری ‌ ‌ مفت برباد گئی عزت و حرمت ساری بارِ خاطر ہے اب ہم کو بھی ہے بیزاری ‌ ‌ یعنی اس شہر سے اُٹھ جانے کی ہے تیاری رتبۂ غیر نہیں آنکھوں سے دیکھا جاتا طاقت اب یہ دل بیتاب نہیں تک لاتا کوئی نادیدہ محب سادہ لگالیں گے ہم ‌ ‌ سادہ یا ترکِ بادہ لگالیں گے ہم بوسۂ آغوش کا آمادہ لگالیں گے ہم ‌ ‌ بند خودرائی سے آزاد لگالیں گے ہم اُس کو آغوش تمنا میں اب اپنی لیں گے اُس سے داد دل ناکام سب اپنی لیں گے ہنسکی کھینچیں گے علی الرغم ترے مرزائی ‌ ‌ اُس کو سکھلائیں گے طرز روش رعنائی مجلسوں میں اُسے لادیں گے بصد زیبائی ‌ ‌ صحبت اے دشمن جاں تجھ سے اگر بن آئی

[1] مولانا آزاد کی تحقیق یہ ہو کہ اہل تحقیق نے بابا فغانی یا وحشی یزدی کو فارسی میں اور میر تقی میر کو اُردو میں واسوخت کا موجد تسلیم کیا ہے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
واسوخت۔		تو تجھے دیکھیو کس طور کڑھاتے ہیں ہم چھیڑ میں کیا رکھتے ہیں کس ڈھب سے ستاتے ہیں ہم چہرہ کو اُس کے کر آراستہ دلخواہ کریں آرسی اُس کو دکھا حُسن سے آگاہ کریں راہ خوبی کی بتا کر اُسے گمراہ کریں تو سہی ضد سے تری ایسا ہی شتاہ کریں کہ تجھے سُدھ نہ رہے خوبی و رعنائی کی دھجیاں لے ترے اس جامۂ زیبائی کی زندگانی ہو تجھے ہاتھ سے اُس کے دشوار کوئی دن تو بھی پھرے جان سے اپنی بیزار پہونچیں ہر آن میں اُس سے تجھے سو سو آزار طرز تعریض و کنایہ کی رہے اک بوچھار جا کے ٹک سامنے اُس کے تو بہت نہ آوے عرق شرم میں ڈوبا ہوا سب گھر آوے تیرا اعراض بھی لوگوں نے کیا ہے آگے دل کے واسوختے لوہو بھی بہا ہے آگے خلق عالم سے کنارہ بھی کیا ہے آگے عزت و وقر بھی برباد کیا ہے آگے پر کسھوں نے نہیں اس ڈھب سے زباں بازی کی یہ بھی ظالم ہے کوئی طرز سخن سازی کی
ہجو	ایسی نظم جس میں کسی کے عیوب خواہ واقعی یا فرضی، بمبالغہ کے ساتھ مذاق آمیز الفاظ میں بیان کئے جائیں۔	ہجو مرداکول ایک پُرخور آشنا بے پیسہ سینہ سوراخ جس سے ہو کف گیر صد منی دیگ ہے شکم اُسکا نفس اژدہا ہے دم اُس کا آنت شیطان کی بڑا اُس کی آنت دانت اُسکا ہے ہاتھی کا سا دانت خستہ جوع وہ جو آوے نہار منھ ہے گویا کہ زخم دامن دار گال کلچے سے بھی تھے سے سیاہ کاسۂ سر ہے جیسے اوندھا کڑاہ توند کالی جو کھول بیٹھے لیٹ آہنی ہے تنور اُس کا پیٹ راہ مطبخ میں پائے ہو جو کبھی چاٹ جاتا ہے دیگوں نمک بھی

اصطلاح	تعریف	مثال
		کھانا نکلے پر آوے ہے ایسے — چیل ٹوٹے ہے گوشت پہ جیسے وقت کھانے کے ہاتھ ہو اُسکا — قاب پر نان پنجہ کش گویا کیا وہ دو پیازہ کھاکے ہو تازہ — اک نوالا ہے ملا دو پیازہ کھانے پر جب وہ جی چلاتا ہے — لاٹھی پانٹھی بھی کھائے جاتا ہے (دبیر)
ہزل	بیہودہ مذاقیہ اشعار۔	
ہفت بند	ائمہؑ کی شان میں ایسے سات بندوں کی نظم جس کے ہر ہر بند کے اشعار کی تعداد مساوی ہوتی ہے۔	السلام اے رازدارِ داورِ جاں آفریں — السلام اے لامکاں کے حاکم مسند نشیں ذات تیری جوں خدا کی ذات ہے لاصفات — بے شریک و بے عدیل و بے نظیر و بے قریں یہ شرافت یہ سیادت یہ تقدس یہ کمال — یہ تنزہ یہ تعلی یہ تفوق ہے کہیں تو ولی ہے تو وصی ہے تو علی ہے تو ذکی — جس کے بالاتر تصور کیجئے تو کچھ نہیں کیا تعقل کیا تحمل کیا تبختر کیا وقار — طفل مکتب درس گہ کا تیرے عقل اولیں سید برحق شریف النفس فخر روزگار — باعث عز سپہر و موجب فخر زمیں پیشوائے پیشوایان سجدہ گاہ مومناں — زینت بطحا و یثرب رونق اسلام و دیں مظہر صد ہا عجائب مصدر لطف و کرم — زیب منبر جانشیں رحمۃ للعالمیں مقصد دل آشنایاں مدعائے عاشقاں — آرزوئے اہل عرفاں مطلب اہل یقیں وارث دیں داور عادل شفیع روز حشر — حافظ عرش بریں حامی شرع متیں مالک ملک ولایت حاکم عالم پسند — بادشاہ صاحب استقلال امیر المومنین عہد تیرا عدل ہے سب ملک تیرا ہے سرور مجرم واندوگیں ہوں ملتفت ہو ضرور (اسی طرح کے چھ اور بند ہیں اور سب میں بارہ بارہ اشعار ہیں)

صنائع بدائع کے بیان میں

صنائعِ لفظی

صنائع لفظی

اصطلاح	تعریف	مثال	
اشتقاق و شبہ اشتقاق	کلام میں ایسے چند الفاظ لانا جو ایک ہی اصل یعنی ایک ہی اسم یا فعل سے مشتق ہوں اور اصل لفظ کے حروف کی ترتیب بھی اُن سب میں قائم رہے اگر وہ الفاظ ظاہر میں ایک ہی اصل سے مشتق معلوم ہوتے ہوں مگر دراصل ایسا نہ ہو اور اُن کے معنی مختلف ہوں تو اسکو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔ جیسے کعبہ اور کعبتین۔	تو میرے حال سے غافل ہو پر اے غفلت کیش اُسے میں چھپ چھپ کے دیکھوں ملا وہ غیر کو دیکھے اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہیں جو دل قمار خانہ میں بت سے لگا چکے کبھی زینب کا ہے غم گاہ سکینہ کا خیال رشتہ کو راستی کے نہ زنہار چھوڑنا	ترے انداز تغافل نہیں غفلت والے (ذوق) بھلا یوں ہم سمجھنا دیکھو تو دکھا جائے ہے کس سے (مومن) حیران ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں (غالب) وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے (ذوق) دن جو ڈھلتا ہے تو حضرت کے [illegible] جاتے ہیں دل (انیس) ہوتا ہے راستی سے ہی انسان رستگار (مولوی اسمٰعیل)
افراد	لغوی معنی تنہا یا علیحدہ کرنا، لفظ کے حروف علیحدہ علیحدہ کرکے بولنا یا لکھنا جیسے کوئی پوچھے کہ کہاں جاتے ہو اور جواب دیا جائے چ و ک (یعنی چوک)	مدرسہ میل بل ضر اس گھر سے کہتے تھے کل رہیگا چار سو ستر برس اتنا زمانے میں	ن و ل و ق ت ا کہ ہے ترکیب عشق [illegible] کی (انشاء) کرتا ہے سر ج [illegible] و ق کا بجوم (بہار عشق)

اصطلاح	تعریف	مثال
ایداع	(لغوی معنی ودیعت رکھنا) اصطلاح میں یہ مطلب ہے کہ کسی شخص کا نام کلام میں اسطرح لے لینا کہ اس سے کچھ معنی بھی پیدا ہوں	نام کو اللہ اکبر کیا ترے ذو قدر ہے / داخل ہر بانگ ہی شامل ہر تکبیر ہے چشم و چراغ ہند ہی اک وزیر ہے / یعنی جناب عالی مستحسن اشیم کیسا نذیر ہے جس کو سعادت علی نے دی / برہان ملک افصح منصور و محتشم (انشا در مدح نواب سعادت علی خان)
بدیع	(بدیع) جس کلام کی لفظی اور معنوی خوبیاں دریافت ہوں	
براعۃ الاستہلال	(براعۃ کے لغوی معنی فضیلت اور کامل ہونا اور استہلال بچہ کے رونے کی آواز بوقت ولادت، اصطلاح میں وہ صنعت مراد ہے کہ کتاب کے شروع میں کسی قصہ یا قصیدہ کے ابتدائی اشعار میں ایسے الفاظ لائے جائیں جن سے اصل مطلب پوری طرح ظاہر ہو جائے۔	(۱) ابوظفر بہادر شاہ مرزا غالب سے کسی بات پر ناراض ہو گئے تھے مرزا نے ایک قصیدہ تیار کیا جس کی ردیف لفظ "گرہ" عذار کھی تاکہ اس سے بادشاہ کی ناراضی کا اظہار ہو جائے اس کے مطلع میں بطور براعۃ الاستہلال کے کہتے ہیں ردیف شعر ازاں کردم اختیار گرہ / کہ از من ست برابروئے شہریار گرہ (۲) انشا نے جو قصیدہ بادشاہ انگلستان کنگ جارج سوم کی تعریف میں لکھا ہو اس کا مطلع یہ ہے؎ بگھیاں نور کی تیار کرائے ہے سمن / کہ ہوا کھانے کو نکلیں گے جوانان چمن چونکہ انگریزوں کے بادشاہ کی تعریف میں یہ قصیدہ ہو لہذا قصیدہ کے شروع ہی میں انگریزوں کی ہوا کھانے کی عادت کا ذکر بطور براعۃ الاستہلال کے کر دیا (۳) ہر گھر ہے طلسم اختلاص / ہے بحر سخن میں خامہ غواص نسیم (مثنوی گلزار نسیم) یہ اس مقام کا شعر ہے جہاں شاہزادہ تاج الملوک صحرائے طلسم میں جانے والا اور طلسم کی چیزیں حاصل کرنا چاہتا ہے۔
تجنیس (یا جناس)	تجنیس (عربی میں جناس بین اللفظین) سے یہ مطلب ہے کہ دو لفظ صورت میں مشابہ مگر معنی میں مختلف ہوں اسکی حسب ذیل قسمیں ہیں:-	

۱؎ ایداع اور سجع میں یہ فرق ہے کہ سجع صرف ایک مصرع کا ہوتا ہے جیسے ع ہر دم نام محمد کا لے (محمد کا لے کا سجع) بلیغ تکمیل بوستان محمد حسین (محمد حسین کے نام کا سجع ہے) اور صنعت ایداع سے مسلسل نظم میں کام لیا جاتا ہے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
تجنیس۔ (یا جناس)	(۱) تجنیس تام۔ جب دو لفظیں ہر صورت سے (یعنی باعتبار تعداد و ترتیب و اعراب حروف کے) ایک دوسرے کی مشابہ ہوں[1] اس کو تجنیس تام کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔	
	(الف) تجنیس تام مماثل۔ اگر الفاظ متجانس ایک ہی جنس کے ہوں (یعنی دونوں اسم ہوں یا دونوں فعل یا دونوں حرف) اسکو تجنیس تام مماثل کہتے ہیں۔ جیسے آن (ادا) اور آن (وقت کا قلیل حصہ) شانہ (کندھا) اور شانہ (کنگھی)	آدمی کہتے ہیں جس کو ایک پتلا گل کا ہے ۔ پھر کہاں گل اُسکو گر گل ہو نہ دلگرمی ہوئی (ظفر) (پہلا گل یعنی پرندوں کا مجموعہ، دوسرا گل یعنی آرام و اطمینان۔ دونوں اسم ہیں) یوسف سے عزیز کو کئی سال ۔ زندان عزیز میں پھنسایا (ذوق) پہلا عزیز یعنی معزز۔ دوسرا عزیز یعنی بادشاہ مصر دونوں اسم ہیں۔
	(ب) تجنیس تام مستوفی۔ اگر الفاظ متجانس مختلف جنس کے ہوں۔ (یعنی ایک اسم دوسرا فعل یا ایک اسم دوسرا حرف وغیرہ) اس کو تجنیس تام مستوفی کہتے ہیں۔ جیسے آرا (اسم)، آرا (آرنے کا امر) اور پر (حرف) پر (اسم)	خبر ہوئی کیا گزر گئی روح الامین پر ۔ کٹتے ہیں کس کی تیغ دو پیکر نے پر پر (انیس) (پہلا پر حرف دوسرا اسم ہے) بھیجی ہے جو مجھ کو شاہ جمجاہ نے دال ۔ ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال (غالب) پہلی دال اسم جامد اردو اور دوسری اسم فاعل عربی یعنی دلالت کنندہ
	(۲) تجنیس مرکب۔ جب الفاظ متجانس میں ایک مفرد اور دوسرا مرکب ہو اس کو	

[1] اگر حروف کی تعداد یا ترتیب یا اعراب میں فرق ہوگا تو تجنیس تام نہ رہے گی۔ جیسے رَقم و رُقم۔ نبات و بنات۔ ریش (ڈاڑھی) اور ریش (زخمی) میں تجنیس تام نہیں ہے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
تجنیس	تجنیس مرکب کہتے ہیں اس کی بھی دو قسمیں ہیں	
	(الف) تجنیس مرکب متشابہ۔ اگر الفاظ متجانس میں لفظ مرکب اور لفظ مفرد دونوں ایک ہی صورت سے لکھے جائیں اس کو تجنیس مرکب متشابہ کہتے ہیں جیسے پائے زیب (اسم مفرد) اور پائے زیب (مرکب اسم ذات سے)	نقط موتیوں کی پڑی پائے زیب کہ جس کے قدم سے گھر پائے زیب خالی نہ گیا وار کوئی تیغ دو سر کا ہاتھ اڑ گئے گر پاؤں بچا سر کوئی سر کا (انیس)
	(ب) تجنیس مرکب مفروق۔ اگر الفاظ متجانس میں لفظ مرکب الگ الگ کر کے لکھا جائے (یعنی دونوں لفظوں کی کتابت میں فرق ہو) اُس کو تجنیس مرکب مفروق کہتے ہیں جیسے جی نے (مرکب) اور جینے (مفرد) سُرخاب (مفرد) اور سُرخ آب (مرکب)	کہا جی نے رکھے یہ ہجر کی رات یقیں ہے صبح تک دیگی نہ جینے (ذوق) نہ شغل نہ تسلی نہ سُرخاب سے تمام اُن کے لہو سے سُرخ آب سے (دبیر)
	(۳) تجنیس مرفو۔ اگر الفاظ متجانس میں ایک لفظ مفرد ہو اور دوسرا لفظ کسی دوسرے کلمے کے جزو سے مرکب ہو کر تجنیس پیدا کرے اس کو تجنیس مرفو کہتے ہیں۔	غل تھا کہ اب مصالحت جسم و جاں نہیں لو تیغ برق دم کا قدم درمیاں نہیں (دبیر) (دوسرے مصرع میں لفظ برق کا قاف دم سے ملکر قدم کا متجانس ہوا) ان سیم بدوں کیسا تھ سونا معلوم قسمت میں لکھی ہے خاک سونا معلوم جاگم انسوں دتی دام و زگنہ شست فردا کی رہی اُمید سونا معلوم (شاہ حاتم) (پہلا سونا فعل۔ جاگنے کا نقیض۔ دوسرا سونا بمعنی معروف دھات۔ تیسرا سونا مرکب سو بمعنی ہیں اور نا حرف نفی ہے) اس رباعی کے پہلے اور مصرعوں میں تجنیس تام مستوفی اور پہلے اور چوتھے یا دوسرے اور چوتھے

اصطلاح	تعریف	مثال
تجنیس-		مصرع میں تجنیس مرفو ہے۔ اے عتابت بہ عنایت ہمشکل (غالب)
	(۴) تجنیس خطی۔ اگر الفاظ متجانس کی ظاہری صورت ایک ہو مگر نقطوں سے حرف بدل جاتے ہوں اس کو تجنیس خطی کہتے ہیں جیسے زر (سونا) رز (انگور) مشکیں و سکیں وغیرہ۔	منہ غرقِ عرق دیکھ کے خورشید ہوا تر — ابرو سے ٹپکتا ہے پڑا تیغ کا جوہر (دبیر) (غرق و عرق میں تجنیس خطی ہے) تلافی ہو گئی عسرت کی عشرت سے قسمت — بدل ہو گئی آسانیوں سے میری دشواری (داغ) (عسرت اور عشرت میں تجنیس خطی ہے) شمیم عیش کی ہے یہ زمانہ عطر آگیں — کہ فرص عنبر اگر ہو زمیں تو گرد عبیر (ذوق) (عنبر اور عبیر میں تجنیس خطی ہے)
	(۵) تجنیس محرف۔ جب الفاظ متجانس بہمہ وجوہ یکساں ہوں اور فرق صرف حرکات میں ہو اس کو تجنیس محرف کہتے ہیں۔ جیسے شَبر و شُبر۔ مُشکیں و مِشکیں۔ تَن و تُن وغیرہ	صدموں میں علاجِ دلِ مجروح بھی ہو — ریحان ہو کی رَوح بھی رُوح بھی ہو (انیس) مُشکیں زلفوں سے مِشکیں کسوا دو — کالے ناگوں سے مجھ کو ڈسوا دو (نسیم لکھنوی) گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے — وگرنہ یاد تھیں ہم کو شکایتیں کیا کیا (حسرت) جب تک نہ آپ پاک اُن کا نہیں پایا — اُس شہر کے نہ دل میں خیال آیا شہر کا (ناسخ)
	(۶) تجنیس ناقص و زاید (زاید مطرف) جب الفاظ متجانس میں صرف ایک حرف کی کمی بیشی ہو۔ خواہ وہ حرف لفظ کے شروع میں آئے یا وسط میں یا آخر میں اس کو تجنیس زائد کہتے ہیں جیسے بات و نبات۔ بال و وبال۔ شر و شور۔ زر و زور۔ پیمان و پیمانہ نام و نامہ وغیرہ۔ اسی کو تجنیس مطرف بھی کہتے ہیں۔	یوں نہ باتیں چبا چبا کے کرو — ہر اک بات ہی نبات نہیں (ناسخ) کھول کر بال سادہ رو لڑکے — خلق کا کیوں وبال لیتے ہیں (میر) ٹپکا کے زخم جگر پہ لئے ترک کیا کریں — خالی ہیں تل سے ترے چہرے کے تل تمام (آتش) سلطنت پر نہیں ہے کچھ موقوف — جس کے ہاتھ آئے جام سو جم ہے (درد) میکدے تک محتسب کو بھی کبھو آنے تو دو — دیکھ کر پیمانے کو پیماں شکن ہو جائے گا (داغ)

اصطلاح	تعریف	مثال
تجنیس۔	(۷) تجنیس مذیل - جب الفاظ متجانس میں سے ایک لفظ کے آخر میں بجائے ایک کے دو حرف کی زیادتی ہو اُسکو تجنیس مذیل کہتے ہیں جیسے قل وقلقل نیم ونیمچہ وغیرہ۔	محفل میں شورِ قلقلِ مینا سے قل ہوا / لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا۔ (ذوق) مانگ سے اُس کے ناگنی ہے بھیک / سر کا کاسہ لئے شبِ تاریک (ذوق)
	(۸) تجنیس مضارع - جب الفاظ متجانس کے بعض حروف مختلف ہوں مگر شرط یہ ہو کہ وہ مختلف حروف قریب المخرج ہوں اس کو تجنیس مضارع کہتے ہیں جیسے بَتلا و پَتلا - پرسوں و برسوں ہمزہ وحمزہ وغیرہ ؎	اب مطلب ہمزہ ہمیں خاکہ نکلے / حمزہ کی پیر شعبدہ پرواتھے لگائے (دبیر) ہو گئے پرسوں کے برسوں تم آئے کیا سبب / آپنے اچھا کیا وعدہ وفا پھر تو ہو (ظفر)
	(۹) تجنیس لاحق - جب الفاظ متجانس کے بعض حروف مختلف اور بعید المخرج ہوں مگر اختلاف ایک حرف سے زیادہ میں نہ ہو اُس کو تجنیس لاحق کہتے ہیں جیسے ناک و تاک - تنگی و ننگی - ظفر وسفر وغیرہ۔ ؎	تھا کہ تھا ظفر کا وسیلہ سفر ترا / نام تکو قلم نے لکھا عرش پر ترا (دبیر) ذوق ہے اُسکو خود آرائی و خود بینی کا مگر / آئینہ زانو پہ ہے زلفِ عنبر آگیں (دبیر) غیر کوثر کسی دریا کا میں سیراب نہیں / بیشۂ شیرِ خدا ہوں کہیں سیاح نہیں (آتش)

؎ تجنیس خطی اور تجنیس مضارع اور لاحق میں یہ فرق ہے کہ آخری دو تجنیسوں میں ایک ہی حرف بدلتا ہے خواہ وہ قریب المخرج ہو یا بعید المخرج اور (۲) الفاظ متجانس میں قافیہ برابر قائم رہتا ہے۔ برخلاف تجنیس خطی کے کہ اس میں (۱) تبدیل حرف ایک سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے اور (۲) الفاظ متجانس میں قافیہ رہنا بھی ضروری نہیں۔ جیسے نر (مقابل مادہ) اور بُز (بکری) ہم قافیہ نہیں۔

بعض لوگ تجنیس لاحق سے یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ اس میں الفاظ دامن دار یعنی دائرہ دار متواتر آئیں جیسے ؎

جانِ جاناں وجہانِ جان وجانِ وجہاں　　رُوحِ روحانی روانِ انسی وجانی علیؓ

اصطلاح	تعریف	مثال
تجنیس۔	(۱۰) تجنیس کرر سے یہ مطلب ہو کہ مذکورہ بالا اقسام تجنیس کے الفاظ متجانس کلام میں مکرر واقع ہوں۔	علی کا دبدبہ رعب جرأت صولت / حسن کا حسن حسین حسین کی شان شوکت (انیس) اس میں تجنیس محرف کی تکرار ہے کبھی ہمت تھی رہی تا عدم صرف میں شرف / کبھی تھی نحو میں ہر نحو مجھے ہو بیت (ذوق) (اس میں تجنیس تام کی تکرار ہے)
تحتانیہ (یا تحت النقاط)	(دیکھو فوقانیہ یا فوق النقاط)	
ترافق	ایسے چار مصرع کہ جس کو چاہیں مصرع اول و دوم و سوم و چہارم کرلیں اور مضمون میں کوئی خلل نہ پڑے	مفتون ہوں میں اس شرم و حیا کا دل سے / عاشق ہوں میں اس ناز و ادا کا دل سے شیدا ہوں میں اس زلف دوتا کا دل سے / کشتہ ہوں میں اس طرز وفا کا دل سے (اردو رباعی لطافت)
ترصیع	جب دونوں مصرعوں کے الفاظ بالترتیب ایک دوسرے کے ہموزن ہوں۔	اے شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر / اے جہاندار کرم شیوۂ بے شبہ و عدیل پانوں سے تیرے ملے فرق ارادت اورنگ / فرق سے تیرے کرے کسب سعادت اکلیل تیر اندازِ سخن شانۂ زلف الہام / تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل (نیز دیکھو سجع کی مثال)
ترصیع مع التجنیس	جب الفاظ ہموزن میں رعایت تجنیس کی بھی ہو اس کو ترصیع مع التجنیس کہتے ہیں۔	نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے اب / نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہیہات
تزلزل	جب دو لفظوں میں حرف کی حرکت کے تغیر سے مع بدل کر ذم ہو جائے اس کو تزلزل کہتے ہیں	جیسے تابدار (چمکدار) اور تا۔بدار (سولی تک)
تسمیط	(دیکھو مسمط)	
تشریع (یا ذو قافیتین)	(دیکھو ذوقافیتین)	
تصحیف	اس سے یہ مطلب ہو کہ نقطوں کے تغیر سے کوئی دوسرا لفظ بنجائے مگر اس لفظ میں	جیسے عاقل - غافل - آلو بخارا - اُلو بچارا -

اصطلاح	تعریف	مثال
	کچھ بُرائی کے معنی نکلیں اور یہی فرق اس میں اور تجنیس خطی میں ہے کہ تجنیس خطی میں بُرائی کے معنی نکلنا ضروری نہیں۔	
تضمین المزدوج	اگر کسی شعر میں علاوہ رعایت قوافی کے کچھ اور الفاظ بھی ہمقافیہ لائے جائیں اس کو تضمین المزدوج کہتے ہیں	اُترے ملک فلک سے یوسف زمیں سے نکلے ممکن نہیں کہ تجھ سا کوئی کہیں سے نکلے مراد ملک اور فلک سے ہے
تعمیہ و تخرجہ	(دیکھو تاریخ)	
تفریع	جب شعر میں جزو صدر کا آخری حرف عجز کے آخری حرف کے موافق ہو اُس کو تفریع کہتے ہیں	ہیہات ساعت بھی عجب بد تھی کہ جو قت لائی تھی صبا اُسے پیغام محبت صدر یعنی ہیہات کا آخری حرف ت ہے اور یہی عجز یعنی محبت کا بھی آخری حرف ہے۔
تکریر (یا تکرار)	جب کسی شعر میں ایک لفظ کی تکرار کی جائے یعنی وہ لفظ بار بار آئے اس کو تکریر کہتے ہیں	(۱) نے خور بہ شب ماہ کہ نے ماہ ایں ماہ بسیار بتابد و نتابد ماہ (امیر خسرو) (۲) کہ نرگس کی پلک تیرے تماشے نے نہ جھپکائی تو وہ گل ہے کہ جس گل کا ہر اک گل ہے تماشائی (سودا)
	کبھی دو یا زیادہ الفاظ کی تکرار کیجاتی ہے	(۳) قطرہ قطرہ آنسو جس کی طوفان شدت ہے پارہ پارہ دل ہے جس میں تو وہ تو وہ حسرت ہے (ذوق)
	کبھی مکرر الفاظ کے بیچ میں کوئی حرف بھی آجاتا ہے	تازہ بتازہ۔ نو بہ نو۔
توسیم	(لغوی معنی نشان کرنا) جب قافیہ ایسا لکھا جائے کہ ممدوح کا نام اُس میں آجائے اُس کو توسیم کہتے ہیں۔	جو کچھ کہا ہے تو نے یہ تجھ کو سب مبارک میں اور میرے سر پر میر بسنت خاں ہے (سودا) یہ شعر سودا کے اس قصیدہ کا ہے جو نواب بسنت خاں کی تعریف میں ہے اُس کے قافیے نہاں۔ جہاں۔ عیاں وغیرہ اسی لئے رکھے گئے تاکہ ممدوح کا نام قافیہ میں آسکے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
توشیح	جب کچھ اشعار ایسے کہے جائیں جن کے مصرعوں کے ابتدائی حروف سے کوئی نام یا عبارت پیدا ہو اس کو صنعت توشیح کہتے ہیں۔ (دیکھو موشح)	کر چکا جب تمام میں یہ کتاب — ایسی تاریخ کا خیال آیا نام ہو ساتھ ایک صنعت کے — تاکہ شائق جہان ہو اس کا اس لئے لکھ کے قطعۂ تاریخ — رغبت دل سے خوب غور کیا یک بیک یہ بصنعت توشیح — خوب برجستہ نام ہاتھ آیا کتاب "کان تاریخ" کی تاریخ مصرعوں کے ابتدائی حروف جوڑنے سے نکالی ہے اس طرح ک + ا + ن + ت + ا + ر + ی + خ = کان تاریخ ۱۲۹۲
جامع الحروف	ایسا شعر یا فقرہ جس میں تمام حروف تہجی آجائیں	ظلم فیض و عطا نعم ذی جود و سخا — صلح کل مشرب ثابت قدم لوذ و غا اس میں کل حروف عربی آگئے ہیں۔
حذف (یا قطع الحروف)	نثر یا نظم میں کسی ایک یا زیادہ حروف کے ترک کرنے کا التزام کرنا	صحبتیں جب تھیں تو یہ فن شریف — کب کرتے جنگی طبعیں تھیں لطیف (میر) اس میں حرف الف نہیں استعمال کیا گیا۔
خیفا	ایسا شعر یا فقرہ جس کے ایک لفظ کے کل حروف مہملہ یعنی غیر منقوطہ اور ایک لفظ کے سب حروف نقطہ دار ہوں	شہ بلند نسب اب مجھے بھی دیوے — جبین لامع زینت حصول جشن مرام (انشا) اس میں دوسرا مصرع صنعت خیفا میں ہے یعنی ایک لفظ نقطہ دار اور اس کے بعد کا لفظ بے نقطہ ہے۔
ذوقافیتین	ایسا شعر جس میں دو یا زیادہ قافیے ہوں	(۱) جب بر در دل حضرت عشق آن پکارے — جاتی رہی عقل اور ہوئے کوران کنارے گر حسن میں ہمسر ہیں تمہارے مہ و خورشید — دن رات یہ کیوں کرتے ہیں قربان نثارے کل دورۂ مجنوں تھا نیا آج ہے اپنے — نوبت کے بجے بر سر دوران نقارے (۲) نور علیش کشندۂ کم تر — نار تیغش کشندۂ کافر (حکیم ثنائی)
	تین قافیوں کی مثال	(۱) جب میں نے کہا او بت خودکام جفا گر — تب کہنے لگا چل بے او بدنام پرے جا ہے صبح سے عاشق کا ترے حال بہت تنگ — معلوم یہ ہوتا ہے کہ تا شام مرے گا گر دیدۂ دل فرش کرو تم بھی جو ارشاد — ممکن ہی نہیں جو وہ دل آرام دھرے پا (۲) فیض او در سخا سکینہ کرد رخ — فضل او در وفا سفینہ ... (حکیم سنائی)

اصطلاح	تعریف	مثال
ذوقافیتین	ذوقافیتین مع الحاجب۔ جب دو قافیوں کے درمیان کوئی لفظ بطور ردیف کے آئے اس کو ذوقافیتین مع الحاجب کہتے ہیں	(۱) اے شاہ زمیں بر آسماں داری تخت سست است عدو تا تو کماں داری سخت حملہ سبک آری و گراں داری تخت پیری تو بدانش و جوانی بخت ([illegible]) مضمون صفات قد کا قیامت سے اڑ گیا قامت کے آگے سرو خجالت سے گڑ گیا (انیس) پہلے مصرع میں "قیامت" اور "اڑ گیا" دو قافیے ہیں اور دوسرے مصرع میں "خجالت" اور "گڑ گیا" دو قافیے ہیں + ان دونوں کے بیچ میں لفظ "سے" ردیف حاجب ہے (۳) جو نکلے جہاز اُن کا بچکر بھنور سے تو تم ڈال دو ناؤ اندر بھنور کے (حالی) "بچکر" اور "سے" پہلے مصرع میں اور "اندر" اور "کے" دوسرے مصرع میں قافیہ ہیں۔ بیچ میں لفظ بھنور ردیف ہے
ذولسانین	(لغوی معنی دو زبانوں والا) ایسا شعر یا کلمہ جو دو زبانوں میں پڑھا جائے[۱]	مار بینا (اُردو۔ یعنی مینا کو مار) ما رمینا (عربی۔ ہمنے تیر نہیں پھینکا) بہار زندگی برباد کردی قیامت لے دل ناشاد کردی یہ شعر اُردو فارسی دونوں زبانوں میں پڑھا جاسکتا ہے۔ (دیکھو صنائع معنوی جامع اللسانین)
ردالعجز	یعنی دوسرے مصرع کے دوسرے جزو کا لوٹ کر آنا۔ اسکی حسب ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں، مگر اُن کے معلوم کرنے کے پیشتر یہ جاننا چاہیے کہ مصرع	

[۱] بحر الفصاحت میں اس صنعت کو اس طرح پر لکھا ہے کہ ایک ہی شعر میں ایک مصرع ایک زبان میں ہو اور دوسرا مصرع دوسری زبان میں ہو مثلاً
الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا   کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا۔ پہلا مصرع عربی دوسرا فارسی ہے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
ردالعجز۔	امل کے پہلے رکن کو صدر اور آخری رکن کو عروض۔ اسی طرح دوسرے مصرع کے پہلے رکن کو ابتدا اور آخری رکن کو عجز یا ضرب کہتے ہیں اور دونوں مصرعوں میں جو رکن درمیان میں ہو اُس کو حشو کہتے ہیں۔ ردالعجز کی اقسام حسب ذیل ہیں	
	(۱) ردالعجز علی الصدر۔ یعنی جو لفظ عجز میں ہو وہی صدر میں بھی ہو (الف) تجنیس کے ساتھ۔	دے گھٹا کو نہ کرے دیدۂ تر سے نسبت — آبرو میری نہ آنکھوں میں لے بار گھٹا (ناسخ) اس میں تجنیس مستوفی ہے۔
	(ب) تکرار کے ساتھ	محمد سے صفت پوچھو خدا کی — خدا سے پوچھئے شان محمد (ذکریا)
	(ج) صنعت اشتقاق کے ساتھ	مفرح اپنے شفا خانۂ عنایت سے — شتاب بھیج کہ انشا کو جلد ہو تفریح مفرح اور تفریح میں صنعت اشتقاق ہے۔
	(د) صنعت شبہ اشتقاق کے ساتھ	چنپئی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم — ایک عالم کا ہو دل بیکل بہ چنپئی رنگت چنپئی اور چنپت میں صنعت شبہ اشتقاق ہے
	(۲) ردالعجز علی العروض۔ یعنی جو لفظ عجز میں ہو وہی عروض میں بھی ہو (الف) تجنیس کے ساتھ۔	بھری تھی دل میں زبس اسکی آنگ — بہت دن لئے اسکی کنگھی نے آنگ (میر حسن) اس میں صنعت تجنیس مستوفی ہے
	(ب) تکرار کے ساتھ [1]	انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ — دیکھا جو مجھ کو چھوڑ دئے مسکرا کے ہاتھ (نظام رامپوری)

[1] اس کو صنعت کہنا بیکار ہے کیوں کہ ہر مردّف غزل کا مطلع اسی انداز کا ہوگا

اصطلاح	تعریف	مثال
ردالعجز۔	(ج) صنعت اشتقاق کے ساتھ۔	ذرا بھی سامنے میرے اگر عدو بگڑے تو منہ کو دوں ابھی سکے برا یک بل بگاڑ (ظفر) بگڑے اور بگاڑ میں صنعت اشتقاق ہے
	(د) شبہ اشتقاق کے ساتھ۔	سمجھے شبر آپ کو ہزار غنیم اُسکے پر سامنے ہیں مثل غنم (ذوق) غنیم اور غنم میں صنعت شبہ اشتقاق ہے۔
	(۳) ردالعجز علی الابتدا۔ یعنی جو لفظ عجز میں ہو وہی ابتدا میں بھی ہو۔ یعنی مصرع ثانی کا پہلا اور آخر حرف ایک ہی ہو۔	
	(الف) تجنیس کے ساتھ۔	یک بیک گھبرا کے وہ اُٹھا پکار مار تیرے سامنے ہو اس کو مار (رنگین)
	(ب) تکرار کے ساتھ۔	وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے ناز کھینچوں بجائے حسرت ناز (غالب)
	(ج) اشتقاق کے ساتھ۔	جس طرح ہنسا دیتے کو بیدیوں کے نقل کرتا ہو سلمان کی کوئی نقال (ذوق)
	(د) شبہ اشتقاق کے ساتھ۔	عابد زاہد فقیر جوگی صوفی کا بھی ہو گیا صفایا (مولوی اسمٰعیل)
	(۴) ردالعجز علی الحشو۔ یعنی جو لفظ عجز میں ہو وہی حشو میں بھی ہو۔	
	(الف) تجنیس کے ساتھ۔	یہ آفتابی و کرسی خدا کرے فرخ بحق سورۂ والشمس و آیۃ الکرسی (ذوق)
	(ب) تکرار کے ساتھ۔	وصل میں تھا صبح سے بیزار میں ہجر کی شب مجھسے ہو بیزار صبح
	(ج) اشتقاق کے ساتھ۔	تم نے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں ہم نے تمھاری یاد میں سب کچھ بھلا دیا (ظفر)
	(د) شبہ اشتقاق کے ساتھ۔	مجھے ڈر ہے نہ پہونچے پہونچیوں کے بوجھ سے صدمہ کہ نازک ہے نہایت ہی ترا اے نازنیں پہونچا (نظیر)
	کبھی یہ صنعت اس طرح پر ہوتی ہو کہ مصرع اول کا ابتدا اول و آخر یکساں اور اسی طرح مصرع دوم کا بھی	آفت شیطان کی ہے اُسکی آفت دانت اُسکا ہے ہاتھی کا سا دانت (بحر) لگاؤ تو لو اپنی اُس سے لگاؤ جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ (حالی)

اصطلاح	تعریف	مثال
ردالعجز۔	اول و آخر یکساں ہوتا ہے مگر اس کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔ کبھی پہلے مصرع کے آخری الفاظ اور دوسرے مصرع کے ابتدائی الفاظ یکساں ہوتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے کے آخری اور تیسرے کے ابتدائی یکساں ہوتے ہیں یعنی مصرع ثانی کا عجز مصرع ثالث کا صدر اور چوتھے مصرع کا عجز پانچویں مصرع کا صدر ہوتا ہے۔	مرحب ہے تو ہم مرحب و عنتر کے کشندہ عنتر کے کشندہ ہیں کہ اژدر کے درندہ اژدر کے درندہ در خیبر کے کنندہ خیبر کے کنندہ صف لشکر کے برندہ لشکر کے برندہ ہیں کہ شمشیر خدا ہیں شمشیر خدا ہیں سپر آل عبا ہیں (دیکھو محاذی)
رقطا	اس صنعت سے یہ مطلب ہے کہ نثر یا نظم کے الفاظ میں ایک حرف بے نقطہ اور ایک نقطہ دار بالترتیب واقع ہو اگر الفاظ میں یہ صنعت ہو کہ ایک پورا لفظ منقوط اور دوسرا غیر منقوط ہو تو اس کو خیفا کہتے ہیں (دیکھو خیفا)	شہ بلند نسب اب مجھے بھی دیوے جبیں لامع زینت حصول جشن بلا (داغ) اس میں پہلا مصرع رقطا اور دوسرا مصرع خیفا کی مثال ہے۔
سجع	(لفظی معنی کبوتر یا قمری کے گونجنے کی آواز) اصطلاح میں مقفیٰ الفاظ خواہ وہ نظم میں استعمال ہوں یا نثر میں، علی الخصوص آخر فقرہ میں جو برابر اور ہم قافیہ الفاظ آئیں اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) متوازی (۲) مطرف (۳) متوازن	(۱) سجع متوازی یعنی ایسے دو لفظ جو حرف روی اور وزن و عدد حروف میں برابر ہوں جیسے نا گل نزوید بلبل سخن نگوید (۲) سجع مطرف یعنی ایسے دو لفظ جو حرف روی میں برابر مگر وزن اور عدد حروف میں مختلف ہوں جیسے مال۔ منال۔ خال۔ خیال (۳) سجع متوازن یعنی ایسے دو لفظ جو حرف روی میں مختلف مگر وزن اور عدد میں برابر ہوں جیسے صائب مرا سم ؎ رشک نظم من خورد حسان ثابت اگر دست نثر من زند سحبان وائل یہ پورا شعر سجع ہے۔

۱۰ اصطلاح	تعریف	مثال
سوال و جواب	(دیکھو صنائع معنوی)	
سیاق الاعداد	(لغوی معنی اعداد کی ترتیب) یعنی ایک شعر یا چند اشعار میں اعداد کا ذکر کرنا خواہ ترتیب وار یا بے ترتیب۔ کبھی یہ صنعت اس طرح پر ہوتی ہے کہ چند اعداد کا ذکر کر کے اُنکا مجموعہ بھی دیتے ہیں۔	(۱) یک دو شد از سہ حرفش چار اصل و پنج شعبہ شش روز و ہفت اختر نہ قصر و ہشت منظر (خاقانی) (چار اصل سے مراد عناصر اربعہ، پنج شعبہ سے حواس خمسہ، شش روز سے تخلیق کے چھ دن، نہ قصر سے نو آسمان، ہشت منظر سے آٹھ بہشتیں مراد ہیں) (۲) کشتے ہوں ایک ضرب میں دو ہوں کہ چار ہوں ششدر رہے سب کہ موت سے کیونکر دوچار ہوں (انیس) دس عقل دس مقولے دس مدرکات تیسوں تیرے ہی ذکر میں ہیں لے پاک ذات تیسوں نہ آسمان خور و مہ ساتوں طبق زمین کے روح و حواس خمسہ اور شش جہات تیسوں بارہ بروج چودہ معصوم چار عنصر ظاہر کر رہے ہیں تیری لاکھوں صفات تیسوں (انشا)
شبہ اشتقاق	(دیکھو اشتقاق)	
عاطلہ (یا غیر منقوطہ یا مہملہ)	ایسی نثر یا نظم جسمیں کوئی نقطہ دار حرف نہ ہو۔	ہم طالع ہما مرادِ ہم رسا ہوا طاؤس کلک مدح اُڑا اور ہما ہوا (انیس) سلسلہ گر کلام کا ادا ہو سامع درد دل کو سودا ہو دل کو سو سو طرح سرور آوے وہ دلآرام گر ہمارا ہو (انشا)
فوقانیہ (یا فوق النقاط)	یعنی نثر یا نظم میں ایسے الفاظ لانا جنکے نقطہ دار حروف کے اوپر نقطے ہوں اس کے مقابل ہے صنعت تحتانیہ یا تحت النقاط یعنی ایسے الفاظ لانا جن کے نیچے نقطے ہوں۔	منظر صدق و صفا نہ دشنا سے مردم سعدت مہ ن دمی منظر خلافت و عطا دل کو ہرگز نہ لگا اس نرگس بیمار کا کیا ملے تیرا ہی پوچھے حال جو بیمار کا دوسرا مصرع تحت النقاط اور پہلا فوق النقاط کی مثال ہے۔

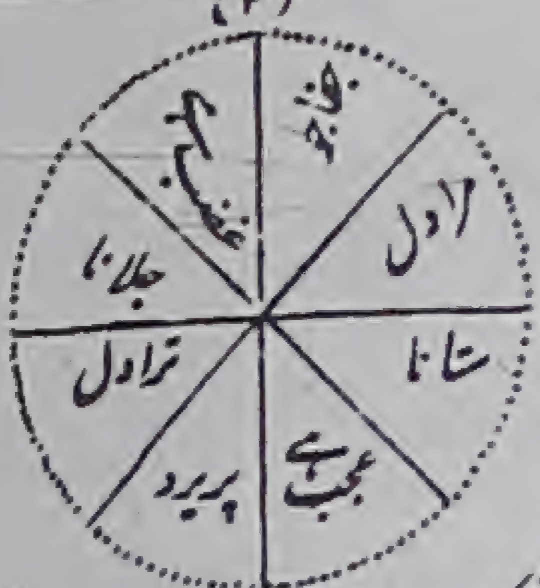
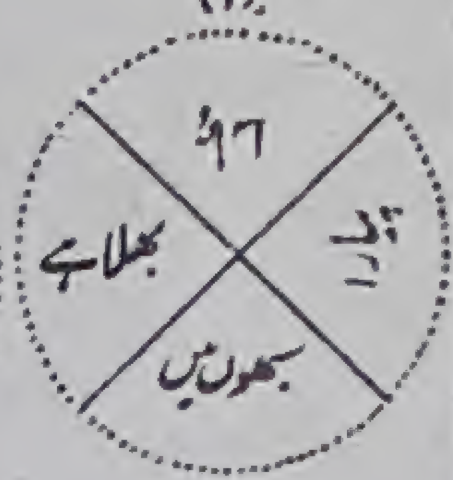
اصطلاح	تعریف	مثال
قلب	(لغوی معنی اُلٹنا) اس صنعت سے یہ مطلب ہو کہ حروف الفاظ کی تقدیم وتاخیر میں فرق کر دیا جائے اس کی حسب ذیل قسمیں ہیں:۔	
	(۱) مقلوب کل۔ جب تمام حروف ایک لفظ کے علی الترتیب اُلٹ دئے جائیں جیسے فرش۔ شرف۔ روح۔ حور۔ مالک۔ کلام۔ فرفر۔ رفرف وغیرہ	جو تو باتوں میں ہُمکے گا تو میں جانونگا کہ مجھا / گرے جان و دل سے مالک نے مرا کلام اُلٹا مجھے مار کیوں نہ ڈالے تری لعل کے مَکر / کر دکھا دیا ہو تم نے مرے لفظ رام اُلٹا سحر ایک ماش پھینکا جو مجھے دکھا کے اُس نے / تو اشارہ میں نے تاڑا کہ ہے لفظ شام اُلٹا فقط اس لفافے پر ہو کہ خط آشنا کو پہنچے / تو لکھا ہو اُس نے آشنا یہ فقط ہی نام اُلٹا جن الفاظ کے اوپر لکیر کھنچی ہے وہ ایک دوسرے کے مقلوب کل ہیں۔
	(۲) مقلوب بعض۔ جب حروف کے اُلٹنے میں ترتیب قائم نہ رہے جیسے محروم۔ مرحوم۔ رشک۔ شکر۔ حامی ماحی وغیرہ۔	قوت لشکر دین قامع کفر و الحاد / حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت (ذوق)
	(۳) مقلوب مستوی۔ جب کوئی پورا فقرہ یا شعر اُلٹ کر پھر وہی فقرہ یا شعر پڑھا جائے۔	شکر بترازد وزارت برکش / شو همره بلبل بلب هر مهوش [illegible]
	(۴) مقلوب مجنح (مجنح کے لغوی معنی بازو دار کے ہیں) اصطلاح میں یہ مطلب ہو کہ مقلوب الفاظ شعر کے دونوں بازوؤں یعنی کناروں پر ہوں	ریم سوزاک پدر ہو تو شریر / رحم مادر سے اُلٹ نکلا ہو میر (سودا) لفظ ریم و میر چونکہ دونوں کناروں پر ہیں مقلوب مجنح کہلاتے ہیں۔
	(۵) مقلوب مکرر (یا مقلوب مزدوج)	صد فرقت سے تھی آنچ ترکی بنا بے روح / آنسوؤں کا اگر ہے اکدم نہ نونا مار زنح

اصطلاح	تعریف	مثال
	جب الفاظ مقلوب قریب قریب واقع ہوں اس کو مقلوب مکرر کہتے ہیں۔	اس میں حور و روح اور نار و رات جو مقلوب کل ہیں قریب قریب واقع ہیں۔
قطار البعیر	(لغوی معنی اونٹوں کی قطار) یعنی جو پہلے مصرع کا آخری لفظ ہو وہی دوسرے مصرع کا پہلا لفظ ہو۔	لازم ہے گرد مسافروں کا اعزاز — اعزاز نہیں تو آؤ اعزاز ہی باز (ناسخ) جوہر خوب کو درکار ہے آرائش خوب — خوب تو آب کی خوبی سے ہے نکھرا گوہر (ذوق)
لزوم مالایلزم	اس صنعت سے یہ مطلب ہے کہ شاعر غزل یا قصیدہ یا کسی دوسری صنف نظم میں اپنے اوپر کوئی ایسی چیز لازم کرلے کہ جس کی ضرورت نہ ہو اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں جنہیں سے چند یہاں لکھی جاتی ہیں۔	
	(۱) قافیہ میں حرف روی کے پیشتر کسی خاص حرف یا حروف کے لانے کا التزام کیا جائے۔	(۱) خلافت جسے کہئے ام الجرائم — نہیں جتے ایماں پہ ل جس کے قائم بناتی ہے انسان کو جو بہائم — سسکی ہیں دل جس سے جس نہ صائم (حالی) اس میں قافیہ کا حرف روی "م" ہے جس کے پیشتر الف اور یا لانے کا التزام کیا ہے (۲) شد برقع آں روئے چو مہ زلف شب آسا سُبْحَانَ مَنْ دَبَّرَ اَجْعَلَ اللَّیْلَ لِبَاساً اس میں الف حرف روی ہے جس کے قبل الف اور س لانے کا التزام کیا ہے
	(۲) حروف تہجی میں سے کوئی خاص حرف یا حروف لایا جائے یا ترک کیا جائے۔	(۱) ترک حرف کی مثال کے لئے دیکھو مثال حذف یا قطع الحرف۔ اور کسی خاص حرف لانے کی یہ مثال ہے۔ (۲) شعبان کلیم گیسوئے دلبر ہے — ثانی مسیحا لب جاں پرور ہے

اصطلاح	تعریف	مثال
لزوم مالایلزم		ثابت ہو زرخسار بیاد تاباں ثاقب ہو جو خال یار کا اختر ہو (جلال) اسمیں چاروں مصرعوں کے شروع میں حرف ث کا لانا لازم کیا ہے (۳) خورشید سپہر سروری ختم رسل در مسلک عقل رہبر جز و کل اس میں حرف الف کا ترک لازم کیا ہے۔
	(۳) کوئی خاص لفظ یا الفاظ شعر یا مصرع میں لائے جائیں۔	(۱) نوع بشر میں تھے نہاں آتش و باد و آب و خاک عشق نے کر دیے عیاں آتش و باد و آب و خاک تن میں ہمارے جلوہ گر جب نہ تھے تب ادھر ادھر پھرتے تھے مثل بیکساں آتش و باد و آب و خاک (شاد) اس میں ردیف کے الفاظ آتش و آب و خاک و باد پورے قصیدہ میں لازم کئے گئے ہیں (۲) چوں سایہ نہ نیستم نہ ہستم بے تو در سایۂ خویشتن نگستم بے تو تا سایۂ وصل برگرفتی ز سرم چوں سایہ بخاک بر نشستم بے تو اس میں لفظ "سایہ" چاروں مصرعوں میں لزوم کے طور پر لایا گیا ہے (۳) پھرتا ہوں تجھ بغیر میں کے دوانہ ہو بہو شہر بشہر و دہ بدہ خانہ بخانہ کو بکو وائے نصیب ایک شب اس سے ہوئے نہ آہ ہم دست بدست لب بلب سینہ بسینہ رو برو روئے پہ ہم جو زور کر پہنچے براہ اشک چشم تر بحر بہ بحر یم بہ یم دجلہ بہ دجلہ جو بجو (جرأت) اس کے مصرع ثانی میں چار چیزوں کے ذکر اور نیز یائے اتصال کا التزام کیا ہے۔ (۴) جمع آمدہ بر خدمت او پاس ادریس و مسیح و خضر و الیاس بستہ کمراں چو حلقہ ند خدم کیخسرو و سام و زال و رستم در سوم خورش جہاں ارد دلش چوں حاتم و معن و شیبہ نعمان (خاقانی) اسمیں بھی مصرع ثانی میں چار چار چیزوں کے ذکر کا التزام کیا گیا ہے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
لغز (یا چیستاں)	پہیلی کو کہتے ہیں یعنی کسی مشہور چیز کا نام پیچیدہ طریقے سے لینا یا دریافت کرنا	ہے نصف تو اسم ذات کی سی صورت دن کی صورت نہ رات کی سی صورت کام آئے وہ درد میں جو لکھے انشا تو ہو تسلیم وہ دات کی سی صورت (لفظ آہ کی پہیلی) فارسی بولی آئی نا ترکی ڈھونڈھی پائی نا ہندی کہوں عارسی آئے خسرو کہے کوئی نہ بتائے (آئینہ کی پہیلی)
مبادلة الراسین	دو لفظوں کے راس یعنی ابتدائی حروف اول بدل کرنا	(۱) چشمش خیرہ و خشمش چیرہ (قاآنی) اس میں صنعت تجنیس خطی بھی ہے (۲) پیش خواجہ صدر بدر کہ بدر صدر ست بندہ بہ زاو کرع "نہ باد کماں آرزو یش" سلام با ملامت و ملام با سلامت میرساند و کار بندگی میلند و بارگندگی میکشد۔ (اعجاز خسروی) (۳) اگر حق نے بخشی ہے عقل عجیب تو سن مجھ سے تو ایک نقل عجیب
متابع	(لغوی معنی پے در پے آنے والا) اصطلاح میں یہ مطلب ہو کہ بات میں سے بات نکالی جائے اور اسی کی متابعت میں الفاظ برابر ترقی کرتے جائیں یا ایک سبب سے جو نتیجہ پیدا ہو وہی دوسرے نتیجہ کا سبب ہوتا جائے	بخار ارض سے تا ابر ہو اور ابر میں پانی رواں پانی سے تا دریا ہو اور دریا میں طغیانی زمیں میں تا ہو کان اور کان میں تا جوہر کانی پے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی تری شمشیر جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو ترے قبضے میں بحر و بر گہر ہو کان پُر زر ہو رکھیں تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر میں گل تر تا ہو گلداں میں تری ہو گل تر میں رہو نافے میں مشک اذفر اور بو مشک اذفر میں صدف میں تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر میں ترے ابر کرم سے باغ عالم تازہ و تر ہو شمیم خلق سے تیرے جہاں یک سر معطر ہو (قصیدہ ذوق در مدح ابو ظفر بہادر شاہ)
متلون	(لغوی معنی رنگ بدلنے والا) جب کوئی نظم کئی وزنوں میں پڑھی جائے تو	(۱) پہنچے جہاں میں غیر ترے گھر کو جلانے پر جبت دل کو کڑھا کر او بھلی جی کو جلانے پہ جبت اس کا ایک وزن ہے مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار

اصطلاح	تعریف	مثال
	اس کو متلون کہتے ہیں۔	اور دوسرا وزن ہے۔ مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دوبار۔ (۲) تم نہ گھبراؤ نہ تہمت سے ڈرو روز مر جانے کی عادت ہے مجھے ([illegible]) اس کا ایک وزن ہے۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوبار۔ اور دوسرا وزن ہے فاعلاتن فعلاتن فعلن دوبار۔ (۳) اے شدہ در خانۂ جاں منزلت خانۂ جاں یافتہ زاں منزلت اے شدہ مہر رخ تو زین چرخ چرخ ازاں آمدہ در مین چرخ (از مثنوی [illegible]) اس کا ایک وزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان اور دوسرا مفتعلن مفتعلن فاعلان ہے۔ اس کے علاوہ یہ ذو قافیتین ہے اور اس شعر میں صنعت تجنیس بھی ہے۔
مثلث	اگر رباعی کے پہلے تین مصرع اس طرح لکھے جائیں کہ ان کے ابتدائی الفاظ سے چوتھا مصرع بن جائے تو اس صنعت کو مثلث کہتے ہیں۔	تجھ سا نہیں پیارا کوئی اے رشک قمر محبوب کوئی نہ ہوگا تجھ سے بہتر اے دلبر نازنیں تجھے کہتے ہیں سب تجھ سا نہیں محبوب کوئی اے دلبر ([illegible])
محاذ	یہ صنعت مثل رد العجز علی الصدر کے ہے (جو دیکھنا چاہیے) یہ اس طرح پر ہے کہ مصرع اول کا لفظ آخر مصرع ثانی کا لفظ اول۔ اسی طرح مصرع ثانی کا لفظ آخر مصرع ثالث کا لفظ اول اور مصرع ثالث کا لفظ آخر مصرع رابع کا لفظ اول ہوتا ہے۔	گردن تری شیشہ آنکھ ہے پیمانہ پیمانہ کی طرح چال ہے مستانہ مستانہ ہر ایک روش ادا میں سرشار سرشار نگہ ساقی مے خانہ (جلال) (نیز دیکھو رد العجز کی آخری مثال) بگذار کہ اے خورم دست شوم چوں مست شوم بعشق پابستہ شوم پابستہ شوم بگلی از دست شوم از دست شوم بہ مست شوم بستہ شوم (قاآنی)
محذوف	یہ صنعت مثل تلون کے ہے اور اس طرح پر ہے کہ اگر کسی شعر کے دونوں مصرعوں کے	مجھ کو دیوانہ کر لے آفت جاں بہر خدا بندہ تیرا ہوں میں کر رحم میاں بہر خدا اس میں کیا فائدہ گر مجھ کو کیا تو نے قتل کچھ بھی انصاف کر اے سرو رواں بہر خدا ([illegible])

<table>
<tr><th>اصطلاح</th><th>تعریف</th><th>مثال</th></tr>
<tr><td></td><td>اول یا آخر سے کچھ الفاظ کم کردئے جائیں تب بھی شعر ناموزوں نہو بلکہ اُس کی بحر بدل جائے۔</td><td>چاروں مصرعوں کے ابتدائی الفاظ "مجھ کو-بندہ-اسیں-کچھ بھی" خدمت کرد تو رباعی اس طرح ہو جائے گی۔
رُسوا نہ کر اے آفت جاں بہر خدا   تیرا ہوں میں کر رحم بیاں بہر خدا
کیا فائدہ گر مجھ کو کیا تو نے قتل   انصاف کر اے سرو رواں بہر خدا</td></tr>
<tr><td>مُدوّر</td><td>ایسا مصرع یا بیت جو ایک دائرہ میں چار یا آٹھ رکن کرکے علیحدہ علیحدہ لکھا جائے اور جس رُکن سے چاہیں پڑہیں تو ایک مصرع یا بیت سے کئی مصرعے یا بیت حاصل ہوں۔</td><td>(۲)   (۱)

جس خانہ سے چاہیں پڑھیں شکل (۱) میں ایک مصرع اور (۲) میں ایک بیت پورا ہوگا۔</td></tr>
<tr><td>مربع (یا چہار درچہار)</td><td>یہ بھی مثل مدوّر کے ہے مگر فرق یہ ہو کہ اس میں چار خانے طولاً اور چار عرضاً ہوتے ہیں جو مصرع طولاً پڑھا جاتا ہے وہی عرضاً بھی پڑھ سکتے ہیں۔</td><td><table>
<tr><td>وہ دلبر</td><td>الٰہی</td><td>خفا ہے</td><td>کروں کیا</td></tr>
<tr><td>سمن بر</td><td>عبث کیوں</td><td>وہ مجھ سے</td><td>خفا ہے</td></tr>
<tr><td>غضب ہے</td><td>خفا ہے</td><td>عبث کیوں</td><td>الٰہی</td></tr>
<tr><td>ستمگر</td><td>غضب ہے</td><td>سمن بر</td><td>وہ دلبر</td></tr>
</table></td></tr>
<tr><td>مُسمّط</td><td>(لغوی معنی موتی یا جواہر سے آراستہ کیا ہوا) اصطلاح میں یہ مطلب ہو کہ کسی غزل یا قصیدہ کے اشعار میں تین تین یا زیادہ سجع یعنی ہموزن فقرے موزوں کئے جائیں [1]</td><td>(۱) ہوئے باندھ کے تکیہ جو گوشہ گزیں وہی بنگئے زمانے میں اہل یقیں
کوئی سلطنت اُس کو پہنچتی نہیں سرو سایۂ بال ہما کی قسم
سنبھل ایسے غرور میں ہو یہ خلل کہ گرے نہ اُلجھ کہیں منہ کے ہی بل
بس اب اس سے بھی آگے تو بڑھ کے نہ چل تجھے رفعت عرش علا کی قسم
تجھے صدقہ خدائی کا میرے خدا یہ تصدق رتبۂ اہل ہدیٰ
نہ کر اپنی عیال سے مجھ کو جدا تجھے بنت صدق و صفا کی قسم
(انشا)</td></tr>
</table>

[1] حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ اعجاز خسروی میں اس صنعت کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ صنعت نظم کے واسطے مخصوص ہو اور اس کی ترکیب یہ ہے (دیکھو صفحہ آئندہ)

اصطلاح	تعریف	مثال
مُسمّط-		(۲) عیداست وپیش از صبحدم مژدہ بخمار آمدہ بر چرخ دوش از جام جم یک نیمہ دیدار آمدہ عید ہمایوں فرّ نگر سیمرغ زرّیں پر نگر ابرِ دمے زال زر نگر بالائے کہسار آمدہ[۵] (خاقانی)

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ گذشتہ) کہ ایک قافیہ کو اصل قرار دے کے دو دو تین تین دوسرے قافیے درمیان میں لائے جائیں اس کی مثال یہی ہے کہ ایک لڑی میں دو دو تین تین ہم شکل جواہر پروئیں اور ان کے بعد ایک زمرد یا لعل مختلف رنگ کا ڈالتے جائیں تاکہ حسن بڑھ جائے"۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ "چونکہ نثر میں اس نظم کی لڑی نہیں ہوتی لہٰذا یہ صنعت نثر میں نہیں برتی جاتی۔ لیکن اگر کوئی چاہے کہ نثر میں بھی اس کو اختیار کرے تو یہ ناممکن نہیں ہے البتہ اس صورت میں اس کو مسمط نہیں کہیں گے چنانچہ میں اس کا ایک نمونہ پیش کرتا ہوں اور اس جدید صنعت کا نام میں نے اختر رکھا ہے"۔ وہ نمونہ یہ ہے۔

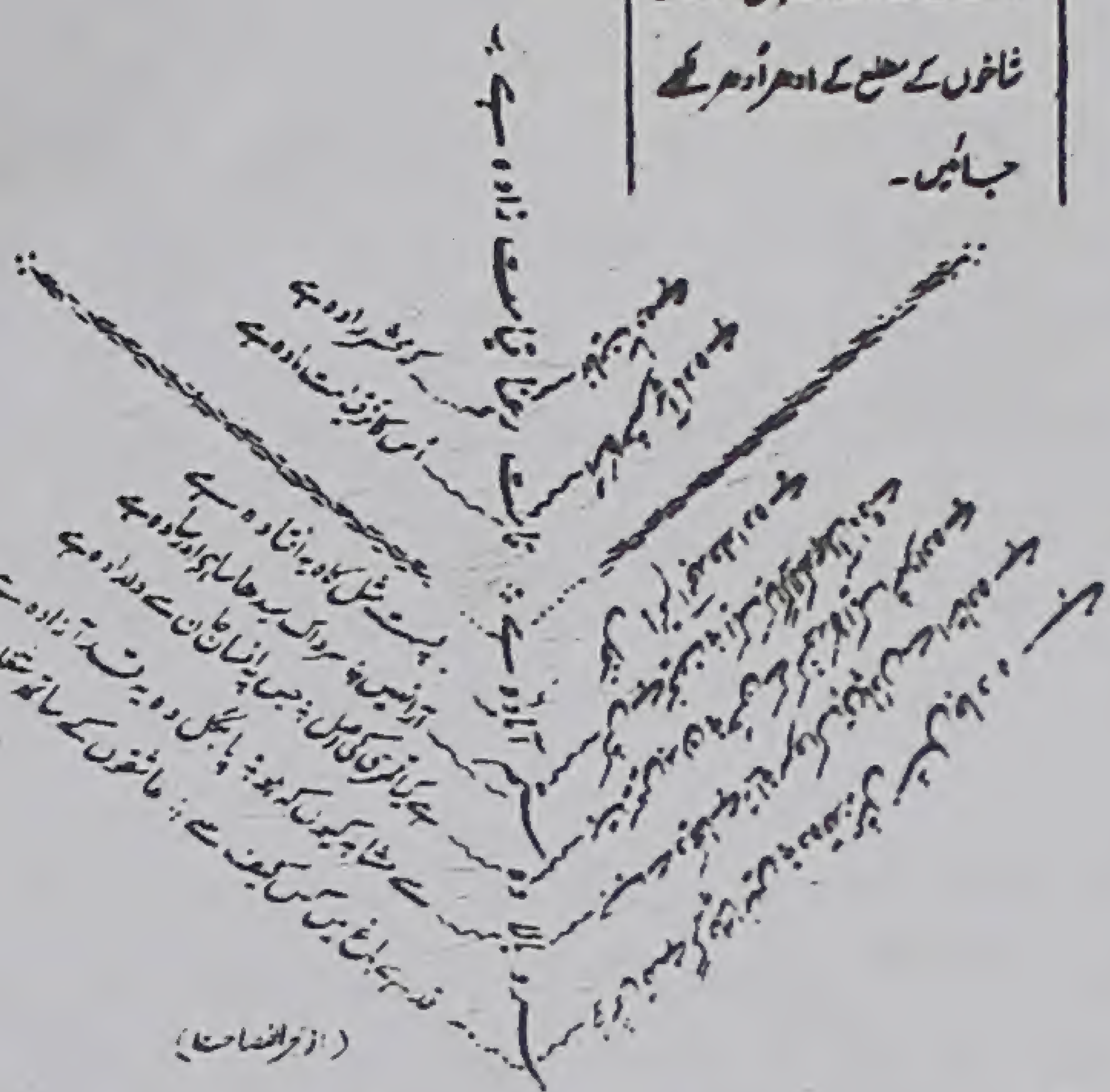
خامۂ خسرو شاخ مرجانست گوہربار۔ مرغیست طلائے گوہر منقار۔ شبہ بر گوہراد پردہ دار۔ پردۂ گوہر بافتہ از شب تار۔ در جوانروی ابر گوہر نثار۔ در فوضع چون مردم یک گوہر۔ دُرے کہ از درج دوانم زاید۔ از خزانۂ دریا برون نیاید۔ اگر غواص قلم یکے از آن نماید۔ ہرگز خندہ از دہان صدف نگشاید۔ بر دست شاہان نگیں شاید۔ در گوش عروساں زیور۔ چوں ایں ہوس بہ صنعت در سر آوردم: اندیشہ راہ بر خزائن فلک آوردم۔ از مریخ لعل و از مشتری گوہر آوردم۔ پس بدے بآرائش زیور آوردم۔ حمائلے منشور مسمط آوردم

ع مسمط النثر نام کردمش اختر

یعنی خسرو کا قلم مونگے کی ایک شاخ ہے جسمیں موتی جڑے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی چڑیا ہے جس کی چونچ میں موتیوں کے دانے ہیں۔ جسقدر موتی ہیں اُن موتیوں کا پردہ دار ہے۔ اور وہ پردہ اندھیری رات کے تاروں سے بنا ہوا ہے اور جواں مردی میں ابر گوہر بار اس پر نثار ہے۔ تواضع میں وہ مثل عالیخاندان شخص کے ہے (جو)؟ وہ موتی جو میری دوات کی صندوقچی سے نکلتا ہے، سمندر کے خزانہ سے نہیں نکل سکتا۔ اگر میرے قلم کا غواص ان میں سے کوئی موتی دکھلادے۔ تو سیپی کا منھ ہنسنے میں کبھی نہ کھلنے پائے۔ ایسے موتی بادشاہوں کے لئے زیبا ہیں۔ اور دلھنوں کے گوشواروں کے لائق۔ جب مجھ کو اس صنعت کا خیال پیدا ہوا تو تخیل کو آسمان کے خزانوں میں لے گیا۔ مریخ سے لعل اور مشتری سے موتی لایا۔ پھر اس کا زیور بنانے کا خیال ہوا اسی وقت نثر مسمط تیار کیا اور اُس کا نام اختر رکھا"۔)

سلہ ۵ حدائق البلاغہ میں لکھا ہے کہ شعرائے عجم سجع اُس نظم کو کہتے ہیں کہ جس کے ہر بیت میں علاوہ اصلی قافیہ کے تین تین قافیے بطور سجع کے لائے جائیں اور یہی اشعار خاقانی کے مثال میں دئے ہیں چونکہ مسمط کی بھی یہی صورت ہے لہٰذا یہ اشعار اس موقع پر دئے گئے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
مشجّر	اُس صنعت کو کہتے ہیں کہ چند اشعار اس طرح لکھے جائیں کہ مطلع سیدھا مثل ایک درخت کے تنے کے اور باقی اشعار مثل شاخوں کے مطلع کے ادھر اُدھر لکھے جائیں۔	



(از بحر الفصاحت)

معرّب	کسی خاص اعراب مثلاً فتحہ، ضمہ یا کسرہ کا کسی عبارت یا شعر میں التزام کرنا کہ اُسکے سوا کوئی دوسرا اعراب نہ آنے پاوے	سلسُل، سُنبُل و گُل و بُلبُل ۔ مجھ کو جو ہوں تو ہوں خوب بہار (از بحر الفصاحت) اس میں سوائے یار کے جو قافیہ ہے تمام الفاظ ضمہ سے شروع ہوتے ہیں
معمّا	کسی شخص یا چیز کا نام صاف صاف نہیں بلکہ پیچیدہ طریقے سے اشارۃً لفظی یا دلالت حرفی سے لینا۔	ہے کیوں کر کہ ہے سب کار اُلٹا ۔ ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا [illegible] [illegible] بات کا اُلٹا [illegible] اور یار کا اُلٹا راے قید بید ہے خانہ بدوش ہے ۔ تو بھی صاحب غلام سے ملئے

اصطلاح	تعریف	مثال
		یہ غلام علی خاں کے نام کا معما ہے اس طرح کہ لفظ قید کی حد یعنی دال کو نکالا تو ق ۔ یہ بچا جس کے ۱۱۰ ہوتے ہیں اور یہی اعداد لفظ علی کے بھی ہیں ۔ "خانہ بے دہ" خان ہے لہذا "علی خان" ہیں جب "غلام" جوڑا تو غلام علی خاں کا نام نکلا ۔
مُقطّع (یا منفصل الحروف) اور مُوصّل	ایسے الفاظ جن کے حروف مسلسل علحدہ لکھے جائیں ۔ جیسے ددد، ددا یہ موصل کا مقابل ہی یعنی ایسے الفاظ جن کے حرف ملا کے لکھے جائیں جیسے نبز، جنبش وغیرہ ۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ نے جو صنائع ایجاد کئے ہیں اُن میں ایک صل الحرفین بھی ہی یعنی ایسے دو حرفی ٹکڑے جو ہمیشہ ملا کے لکھے جائیں ۔ جیسے	مقطع کی مثال ع (۱) مُرغ زرد دارم زردو دی آرد، دد (۲) لے آدم زاد داد وا واہ (گلزار نسیم) موصل کی مثال ؎ عشق ہی عشق ہو نہیں ہے کچھ ۔۔۔ عشق بن تم کہو کہیں ہے کچھ عشق حق ہو کہیں نبی ہو کہیں ۔۔۔ ہے محمد کہیں علی ہے کہیں (دبیر) چاکر خاصہ، حاجی شہرقانی، سر خدمت، بر پا ت، می مالد، وی گوید ۔ کہ بدیں جانب خاطر ما، با فرحت قریں می باشد باید کہ گہ گہ بجانب ما نامہ فرماید (اعجاز خسروی)
مُلمّع	ایسی نظم جیسیں ایک مصرع عربی اور دوسرا مصرع فارسی یا ایک شعر عربی اور دوسرا فارسی ہو ۔	اے عشق مجھے شاہ علی سے ملالا ۔۔۔ اِن تَمَّا بِیَدِی وَ تَقَاکَ اللّٰہ نعبا آں ملوش کہ صوفی ام الخبائث خواند ۔۔۔ اشھی لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا
منقوص	اگر کوئی شعر اس طرح کہا جائے کہ اس کا آخری لفظ نکال ڈالیں تو دوسری بحر ہو جائے اسکو منقوص کہتے ہیں ۔	بے رحم جلانہ جی کو بس چپ رہ ۔۔۔ معلوم ہیں مجھ کو کرتے چپ رہ کس واسطے اسقدر ہو لے بس بس ۔۔۔ تو آدے گا اے بیر نے کہے بس (دادہ بائے لطافت) اس میں لفظ "چپ رہ" اور "بس بس" اگر نکال ڈالیں تو وزن دوسرا ہو جاتا ہے ۔

اصطلاح	تعریف	مثال
		بے رحم چلا نہ جی کو میرے معلوم ہیں مجھ کو کر تیرے کس واسطے اسقدر ہے تھلے تو آوے گا لائے میرے ذیرے
منقوطہ	ایسے الفاظ لانا جنمیں سب میں نقطے ہوں برخلاف عاطلہ یا مہملہ کے جنکے حروف سب بے نقطہ ہوتے ہیں۔	آہ کل دل کو ہوا درد کہ مگھا ہم کو جنبش چین جبین بت چین زبیجین (انشا) اس کا پہلا مصرع بے نقطہ اور دوسرا سب بانقطہ ہے۔
مُوَشَّح	ایسے چند اشعار کا مجموعہ جن کے پہلے مصرع یا ہر دو مصرعوں کے ابتدائی حروف کے مجموعہ سے ممدوح یا کسی دوسرے شخص یا چیز کا نام نکلتا ہو۔	(۱) مادی گو بہم توحید خدا باد مشغول جناب کبریا احمد و اصحاب و آلش را مدام رحمت حق باد از ما و السلام کرده شد این نسخهٔ تاریخ نام جملہ در ابواب منظومہ تمام (ادبی تاریخ ایران از پروفیسر براؤن) اس کے پانچ مصرعوں کے ابتدائی حروف یعنی م۔ ب۔ ا۔ ر۔ ک سے لفظ مبارک بنتا ہے جو شاعر کا تخلص ہے (۲) شمہ جو بیان کیجئے احسان اُنکے جو خوبی ہے دنیا میں لگے اُسکا نہ پاسنگ الطاف و کرم کا جو شمار اُسکے کرونمیں عاری رہیں امواج کو کنکر و لب گنگ انصاف یہ اب عہد میں اُسکے ہو کر فریاد لایا نہ لبوں پر کوئی غیر از جرس زنگ دیکھا نہ میں یہ حوصلہ جز اُسکے بشر کا وسعت بھی زمانہ کی حضور اُسکے ہے کچھ تنگ لعل اس کے تئیں بخشنے کنکر ہیں کنتر ہمت کا جہان بیچ ہو بھلا کس کے ہے فرہنگ (مستقا) اسکے مصرعوں کے ابتدائی حروف سے لفظ شجاع الدولہ نکلتا ہے۔
مُوَصَّل	(دیکھو مُقَطَّع)	
موقوف الآخر	ایسے اشعار جن کا ہر قافیہ دوسرے مصرع کا محتاج ہو اور اُسی سے لگتا جائے یہ صنعت حضرت امیر خسرو دہلوی کی ایجاد ہے۔	در حسن ترا کسے نماند۔ الا خورشید کہ ہر صبح بروں آید۔ تا خدمت کند و پائے تو بوسد۔ لا جبنی تو بگوئے او چرا بوسد۔ تا (اعجاز خسروی)
مہملہ	(دیکھو عاطلہ)	

اصطلاح	تعریف	مثال
واسع الشفتین	ایسے الفاظ لانا جن کے تلفظ میں دونوں ہونٹھ نہ ملیں	اتنا نہ ہنس دل اُس سے ایسا نہ ہو کہ چنچل لڑنے کو تجھ سے رُوٹھ دے یار ہنستے ہنستے (نظیر اکبرآبادی)
واصل الشفتین	(واسع الشفتین کی ضد) ایسے الفاظ لانا جن کے تلفظ میں دونوں ہونٹھ مل جائیں۔	میرا ممدوح امیر ابن امیر ابن امیر ہیں کمربستہ کئی خادم مدحت ہیما (از بحر الفصاحت)

صنائعِ معنوی

صنائع معنوی

اصطلاح	تعریف	مثال
استتباع بدلیل ادماج [1]	(دیکھو مذہب کلامی) ایسے الفاظ لانا جن سے مجموعی طور پر دو معنی حاصل ہوتے ہوں۔ اور تصریح کسی خاص معنی کی نہ ہو۔	(۱) خواہم از دل بکشم پیکان تو — لیک از دل بر نمی آید مرا (ہاتفی) ایک معنی — میں چاہتا ہوں کہ تیرا تیر دل سے نکالوں مگر وہ دل سے نہیں نکلتا۔ دوسرے معنی۔ میں چاہتا ہوں کہ تیرا تیر دل سے نکالوں مگر یہ میرا دل گوارا نہیں کرتا۔ (۲) مبادا عالمے را جان بر آید — گرہ از زلف خود فہمیدہ بکشائے (نظیری) کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا بھر کی جان نکل جائے لہٰذا اپنی زلف سے گرہ سمجھ بوجھ کر کھولنا۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ تمام دنیا کی جان معشوق کی زلف میں بطور گرہ کے بند ہے دوسرے معنی یہ کہ معشوق کے

[1] ادماج واستتباع میں یہ فرق ہے کہ استتباع مدح کے لئے خاص ہے یعنی اُس میں ایک مدح سے دوسری مدح پیدا ہوتی ہے اور ادماج عام ہے مدح سے اس کا تعلق ضروری نہیں۔ اور ایہام وادماج میں یہ فرق ہے کہ ایہام میں ایک لفظ دو یا زیادہ معنی کا حامل ہوتا ہے اور پڑھنے والا اس شک میں پڑ جاتا ہے کہ اس موقع پر کون سے معنی مراد لے اور یہی شک یا وہم میں پڑ جانا (ایہام) موجب لطف ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے ادماج میں کوئی شک یا وہم لفظ کے معنی میں نہیں رہتا بلکہ دونوں معنی اپنی اپنی جگہ پر صاف اور واضح ہوتے ہیں پڑھنے والے کو اختیار ہے جو چاہے اپنا معنی لے یا دوسرے (دیکھو استتباع اور ایہام کی تعریف اور مثالیں)

اصطلاح	تعریف	مثال
ادماج۔		زلف کھولنے سے دنیا بھر کی جان نکل جائے گی) (۳) اصحاب نبی کہ چار یار اند چوں چار کتاب در شمار اند ہر یک کی شان تھی نہ ریب زاں چار یکے نداشت عیبے (نعمت خان عالی) اس کے چوتھے مصرع میں ادماج ہے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اُن چار میں کوئی عیب نہیں رکھتا تھا۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اُن چار میں معاذ اللہ صرف ایک عیب نہیں رکھتا تھا۔ (۴) بود ہمیشہ جانش رسم تو بیگنہ کشی ہیچ نمی کشی مرا من چہ گناہ کردہ ام (کمال اسمٰعیل) (اے میری جان تو ہمیشہ بے گناہ لوگوں کو قتل کیا کرتا تھا مگر مجھ کو نہیں قتل کرتا۔ آخر میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ میں بھی تو بے گناہ ہوں مجھ کو کیوں نہیں قتل کرتا۔) (۵) کیونکر اُس بت سے رکھوں جان عزیز کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز (غالب) (ایک معنی۔ اگر اُس بت سے جان عزیز رکھوں گا تو وہ ایمان لے لیگا جو مجھ کو جان سے زیادہ عزیز ہے لہذا اس سے میں جان عزیز نہیں رکھوں گا۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اس بت سے جان عزیز نہ رکھنا عین ایمان ہے لہذا اس سے میں جان عزیز نہیں رکھوں گا۔) (۶) تیرے سرو قامت سے اک قد آدم قیامت کے فتنہ کو کم دیکھتے ہیں (غالب) (ایک معنی۔ فتنۂ قیامت تیرے سرو قامت سے بہت کم ہے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تیرا قد اُسی فتنۂ قیامت سے بنایا گیا ہے لہذا وہ اُس قد آدم کم ہو گیا۔ (۷) ہے ہوا میں شراب کی تاثیر بادہ نوشی ہے بادپیمائی (غالب) بادپیمائی۔ ہوا ناپنا یعنی فضول و بیکار کام کرنا۔ اگر بادہ نوشی کو مبتدا اور بادپیمائی کو خبر قرار دیں تو یہ معنی ہوں گے کہ ہوا میں شراب کی تاثیر ہے

اصطلاح	تعریف	مثال
		لہذا شراب پینا بیکار ہے ہوا کھانا چاہئے اسی سے شراب کا لطف حاصل ہو جائے گا اور اگر بادہ نوشی کو خمر اور بادپیمائی کو بند ٹھہرائیں تو یہ معنی ہوں گے کہ چونکہ ہوا شراب کی تاثیر سے لبریز ہے لہذا ہوا کھانا بھی شراب پینا ہے)
ارسال المثل	(دیکھو ایراد المثل)	
ارصاد (یا تسہیم)	(لغوی معنی گھات میں بٹھانا۔ راستہ میں نگہبان مقرر کرنا) جب کسی شعر میں کوئی لفظ ایسا لایا جائے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ شعر کا قافیہ کیا ہوگا بشرطیکہ حرف ردی پہلے سے معلوم ہو تو اسکو ارصاد کہتے ہیں۔ اُردو میں اس صنعت کو قافیہ کا بوجھنا کہہ سکتے ہیں۔	(۱) اذا لَمْ تَسْتَطِعْ امراً فَدَعْہُ وَجَاوِزْہُ اِلٰی مَا تَسْتَطِیْعُ (عمرو بن معدیکرب) (جب تم کو کسی کام کرنے کی قوت نہ ہو تو اس کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ اور اگر ہو تو پھر بغیر ختم کئے اس کو نہ چھوڑو) اس شعر میں جو صنعت ارصاد کی بہت اچھی مثال ہے لفظ لَمْ تستطع پتہ دیتا ہے کہ قافیہ "تستطیع" ہوگا۔ (۲) غالب کا ایک قصیدہ ہے جس کا قافیہ "جام"۔ "تمام"۔ "صیام" وغیرہ ہے اس کے اشعار ذیل میں خط کشیدہ الفاظ بطور ارصاد کے استعمال ہوئے ہیں۔ گر خلق بہ انگشت نماید مہ نو ما را بکف از ساغر مے ماہ تمام است خود وجہ از قیمت حلوا نبود بیش آلات سفالینہ بہایش دو سہ دام است ایمان بہ دلآویزی گفتار تو داریم ما را چہ اگر نظم نظامی بہ نظام است در بزم ندیم تو اگر نوذر و پشنگ است در رزم زبون تو اگر رستم و سام است

(۱) اگر لوگ انگلی سے نیا چاند دکھلاتے ہیں تو میرے ہاتھ میں ساغر مے ہو جو ماہ تمام کی مانند ہے۔ اس میں "مہ نو" سے معلوم ہو گیا کہ قافیہ میں "ماہ تمام" آئیگا۔

(۲) شراب حلوے سے زیادہ بیش قیمت چیز نہیں اور مٹی کے برتنوں کی قیمت ہی کیا ہے صرف دو تین پیسے ہوتے ہیں اس شعر میں لفظ "قیمت" اور "بہا" سے معلوم ہو گیا کہ قافیہ "دام" ہوگا۔

(۳) ہم کو تو تیری دلآویز گفتار پسند ہے۔ نظم نظامی کی عمدگی سے ہم کو کیا مطلب۔ اس میں "نظم نظامی" قافیہ "نظام" کا پتہ دیتا ہے۔

(۴) بزم میں تیرے ندیم ایران کے قدیم بادشاہ نوذر اور پشنگ ہیں اور رزم میں رستم و سام بھی تجھ سے ذلیل و خوار ہوتے ہیں لہذا رزم بطور ارصاد کے پتہ دیتا ہے کہ قافیہ سام ہوگا۔

اصطلاح	تعریف	مثال
ارصاد۔		(۳) شجرفی اُس دوپٹے کے اوصاف کہئے تو لے کر دوات و خامہ شنجرف توڑیے (انشا) اس غزل میں ظرف برف قافیے ہیں لہذا لفظ شجرفی جو ابتدائے شعر میں بطور ارصاد آیا ہے پتہ دیتا ہے کہ قافیہ شنجرف ہوگا۔ (۴) کام تو مشکل دل پر آرزو نے کر دیا یاس کلی ہو چکی تو پھر نہیں اشکال کچھ (دبیر) اس غزل میں بال ہال حال قافیے ہیں لہذا لفظ مشکل پہلے مصرعہ میں بطور ارصاد قافیہ اشکال واقع ہوا ہے۔ (۵) ہمچشم عطارد کو نہ سمجھے کبھو اپنا تیرا جو اُٹھا تا ہمہ قلمدان وزارت (سودا) یہ قصیدہ آصف الدولہ کی تعریف میں ہے جسمیں وزارت ردیف اور دیوان و شان وغیرہ قافیے ہیں۔ اس شعر میں لفظ عطارد سے جو منشی فلک کہلاتا ہے معلوم ہو جاتا ہے کہ قافیہ قلمدان ہوگا۔
استتباع (یا مدح الموجہ)	جب ممدوح کی تعریف ایسے الفاظ میں کیجائے کہ ایک تعریف سے دوسری تعریف ثابت ہو۔	(۱) نهبت من الاعمار ما لو حويته لهنئت الدنيا بانك خالد (ابو طیب)[۵] (تو نے عمروں کو اتنا غارت کیا یعنی اتنے دشمنوں کی جانیں لیں کہ اگر ان تمام عمروں کا شمار کیا جائے تو دنیا تیرے بقائے دوام کی تجھ کو مبارک باد دے گی) اس شعر کے پہلے مصرع میں ممدوح کی شجاعت کی اس انداز سے تعریف کی ہے کہ دوسرے مصرع میں وہی چیز اُس کے بقائے دوام کی دعا ہو جاتی ہے۔ (۲) زیربان تیرے ہو وہ توسن چالاک کہ تو چھیڑ دے ایک ذرا اُسکو جو وقت صف جنگ

ف۵ یہ شعر عربی کا اس وجہ سے مثال میں دیا گیا کہ بمقابلہ فارسی اور اردو اشعار کے یہ استتباع کی بہترین مثال ہے اور اس کے پڑھنے سے ... صنعت کی اصلی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے

اصطلاح	تعریف	مثال
استتباع		یوں کرے جست کہ جیسے سرِ میدانِ نبرد نکلے اُڑ جائے حریفوں کے ترے خوف سے رنگ (ذوق) پہلے شعر میں ممدوح کے گھوڑے کی تیزی کی تعریف ہے مگر ایسے الفاظ سے نکلتی ہے کہ جس سے دوسرے شعر میں وہی چیز خود ممدوح کی شجاعت کی مدح ہو جاتی ہے۔
استخدام	ایسا لفظ کلام میں استعمال کرنا جس کے دو معنی ہوں۔ اُن میں سے ایک معنی مراد ہوں اور بسبب ضمیر پھرنے کے دوسرے معنی بھی لئے جا سکیں [1]	(۱) تا بہ بزمِ خویش ما را دادہ است آں سرو بار از نہالِ قامتش آں را شدیم امیدوار (شمس الدین فقیر) (جب سے اس سرو (معشوق) نے اپنی بزم میں مجھ کو حضوری کی اجازت دی ہے میں اس کے نہالِ قامت سے پھل (فائدہ) کا امیدوار ہوں) لفظ "بار" دو معنی رکھتا ہے (۱) حضوری (۲) پھل۔ مصرعِ اول میں حضوری کے معنی میں استعمال ہوا اور لفظ "آن" ضمیر کی وجہ سے دوسرے مصرع میں پھل کے معنی پیدا ہو گئے۔ (۲) زبان دے نہ عدو کو کہ یہ تو وہ شے ہے ترے دہن میں رہے یا مرے دہن میں رہے (داغ) اس شعر میں لفظ "زبان" دو معنی میں استعمال ہوا ہے۔ زبان دینے سے مراد وعدہ کرنا ہے اور دوسرے مصرع میں معمولی معنی مراد ہیں۔
استدراک (یا تدارک)	یہ اس طرح پر ہے کہ شاعر پہلے مصرع میں ایسے الفاظ لائے جن سے ہجو کا گمان ہو مگر دوسرے مصرع میں معلوم ہو جائے کہ ہجو نہیں بلکہ مدح ہے (دیکھو تاکید المدح بما یشبہ الذم)	اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظہ میں تو یہ نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر (ذوق)

[1] استخدام اور ایہام میں فرق یہ ہے کہ گو استخدام میں بھی مثل ایہام کے ایک لفظ کے دو معنی مراد لئے جاتے ہیں مگر استخدام میں پڑھنے والے کو کسی طرح کا شک اُن معنوں میں باقی نہیں رہتا برخلاف ایہام کے کہ اس میں شک رہتا ہے کہ معلوم نہیں قائل نے کون سے معنی مراد لئے ہیں۔

اصطلاح	تعریف	مثال
اطراد	(لغوی معنی پے درپے لانا، اصطلاح میں وہ صنعت مراد ہے جس میں ممدوح کی تعریف اس طرح کیجائے کہ اُس کے آباؤ اجداد کا نام یکے بعد دیگرے کلام میں لایا جائے خواہ آباؤ اجداد سے خود ممدوح تک یا ممدوح سے اُس کے آباؤ اجداد تک۔	(۱) بہار گلشن دین محمد عربی ۔۔۔ غبار چشم علی نور دیدۂ زہرا بہار خرمی خاطر حسین و حسن ۔۔۔ سرور سینۂ زین العباد شمع ہدی فروغ شمس شبستان باقر و صادق ۔۔۔ غریب خاک خراساں علی بن موسیٰ (مرجان قدسی) (۲) شبیر شکوہ آبادی امام ہشتم یعنی امام رضا علیہ السلام کی تعریف میں کہتا ہے علی کے نور نظر فاطمہ کے لخت جگر ۔۔۔ خدا کے نور ریاض رسول حق کے شمیم حضور کے جد امجد ہیں سید الشہدا ۔۔۔ قبول جور و مراد صحیح ذبح عظیم مہ سپہر کرم دلبر حسینؑ و حسنؑ ۔۔۔ چراغ خانہ سجادؑ واجب التکریم نگاہ دیدۂ حق بین باقر معصوم ۔۔۔ نہال گلشن صادقؑ امام ہفت اقلیم جناب موسیٰ کاظم ہیں والد ماجد ۔۔۔ امید گاہ مسیحا و افتخار کلیم (۳) انشا نواب سعادت علی خاں کی مدح میں کیسا وزیر جس کو سعادت علی نے دی ۔۔۔ برہان ملک و شجع و منصور و محتشم اُس سے جلال دین محمد ہے آشکار ۔۔۔ اُسکو کہا ہے حیدر و صفدر نے محترم نواب سعادت علی خاں کے باپ کا نام جلال الدین حیدر اور شجاع الدولہ خطاب تھا وہ ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کے بیٹے تھے اور برہان الملک سعادت علی خاں صفدر جنگ کے ماموں اور خسر تھے ان اشعار میں صنعت اطراد غیر مرتب ہے برخلاف مثال نمبر (۱) اور (۲) کے کہ اس میں بالترتیب ہے۔
اعتراض	(دیکھو حشو)	
اغراق	(دیکھو مبالغہ)	
ایراد المثل (یا ارسال المثل)	شعر میں کوئی ضرب المثل باندھنا	(۱) شہر بند ہوائے نفس مباش ۔۔۔ سگ شہر استخوان شکار کند (سعدی) لولو چہ قدر دارد اندر میان بحر ۔۔۔ گوہر چہ قیمت آرد اندر ضمیر کان (رشید الدین وطواط) (۲) دہان یار سے غنچے کو دعوی ۔۔۔ مثل سچ ہے کہ چھوٹا منہ بڑی بات (؟) (۳) سر مرے سفاک شہرہ ہے نگاہ یار کا ۔۔۔ سچ کہا ہے باڑھ کاٹے نام ہو تلوار کا (ذوق)

اصطلاح	تعریف	مثال
		(۴) آنکھیں سینکیں غیر اور اپنا دل مضطر جلے وائے بے دردی کوئی تاپے کسی کا گھر جلے
ایہام (توریہ)	ایہام کے لفظی معنی وہم میں ڈالنا اور توریہ کے معنی چھپانا ہے۔ یہ صنعت اس طرح پر ہے کہ کلام میں کوئی ایسا لفظ لایا جائے جس سے سامع تھوڑی دیر کے واسطے وہم میں پڑ جائے یا جس کے معنی قائل نے خفیہ رکھے ہوں۔ ایسے لفظ کے عموماً دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک قریب۔ دوسرے بعید۔ معنی قریب سے یہ مطلب ہو کہ رعایات کی مناسبت سے سامع اس کو قبول کرے مگر قائل کی مراد اس سے نہ ہو اور معنی بعید وہ ہیں جن سے قائل کی اصلی مراد ہو اور جو سامع کے ذہن میں بھی تھوڑی دیر تامل کرنے کے بعد آجائیں۔ اسی قریب اور بعید معنی کے لحاظ سے ایہام کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ایہام مجردہ اور (۲) ایہام مرشحہ۔	
ایہام مجردہ	ایہام مجردہ وہ ہے جس میں معنی قریب کے مناسبات کا کلام میں کچھ ذکر نہ ہو جیسے	(۱) ایسا کوئی طفلی میں نمودار نہ ہوگا اللہ ایسا تو جعفر کا بھی تیار نہ ہوگا (انیس) اس شعر میں "تیار" اور "طیار" میں تجنیس صوتی ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا

اصطلاح	تعریف	مثال
		ایہام ہوگیا جعفر کی مناسبت سے پہلے ذہن "طیار" کی طرف منتقل ہوتا ہے مگر تھوڑے تامل کے بعد لفظ "نیار" صحیح معلوم ہوتا ہے (۲) نشہ ہو جسکو محبت کا سبزہ رنگوں کی عجب نہیں جو وہ مشہور سب میں بھنگی ہو (ظفر) بھنگی کے دو معنی ہیں (۱) حلال خور (۲) وہ شخص جو بھنگ پیتا ہو۔ معنی قریب (حلال خور) کی طرف ذہن پہلے منتقل ہوتا ہے مگر اُسکی رعایات کا شعر میں کچھ ذکر نہیں۔
ایہام مرشحہ	وہ ہے جسمیں معنی قریب کے مناسبات کا کلام میں ذکر کیا جائے جیسے	(۱) کعبہ میں جان بلب تھے ہم دوری بتاں سے آئے ہیں پھر کے یار داب کی خدا کے یہاں سے (دبیر) خدا کے یہاں سے پھرنے کے دو معنی ہیں (۱) خدا کے گھر یعنی بیت اللہ سے واپس آنا۔ (۲) مر کے جینا۔ یہاں معنی قریب کی مناسبت لفظ کعبہ سے ہے اس لئے ایہام مرشحہ ہے۔ (۲) عالم ہوں علم عشق کا میں کر نہ ہمسری اے عندلیب تو ہے پڑھی بوستاں تلک (گویا) لفظ بوستاں میں ایہام ہے اس کے دو معنی ہیں (۱) شیخ سعدیؒ کی مشہور کتاب (۲) باغ۔ معنی نمبر (۱) کے مناسبات "عالم" اور "علم" پہلے مصرع میں مذکور ہیں لہذا ایہام مرشحہ ہے۔
ایہام تناسب	(یہ گو کہ ایہام کی کوئی مستقل قسم نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صنعت مراعاۃ النظیر سے ہے لیکن اسمی مشارکت کی وجہ سے اسکا ذکر اسی جگہ کر دیا گیا) ایہام تناسب سے یہ مطلب ہے کہ کلام میں ایسے دو لفظ استعمال کئے جائیں	(۱) کسے دعا شقی ہم پیشہ را چوں من نمی خواہد خورم گر آب شیرینے بیادم کوہکن آید اس شعر میں "شیریں" کے دو معنی ہیں اور کوہکن ایک ہی معنی رکھتا ہے شیریں کے دو معنی یہ ہیں (۱) معشوقۂ فرہاد کا نام اور (۲) میٹھا۔ چونکہ پہلے معنی اور لفظ فرہاد میں ایک مناسبت ہے لہذا اس کو ایہام تناسب کہتے ہیں۔

اصطلاح	تعریف	مثال
ایہام تناسب۔	جن میں ایک لفظ کے ایک معنی ہوں اور دوسرے لفظ کے دو معنی ہوں مگر ان دو معنوں میں سے ایک کا تناسب پہلے لفظ کے ساتھ ہو اور اسی تناسب میں ایہام واقع ہو۔ ایک قسم ایہام کی یہ بھی ہو کہ کلام میں ایسا لفظ استعمال کیا جائے جس میں قریب و بعید معنوں کا کچھ امتیاز نہو بلکہ قائل نے فی الحقیقت اُس کو دو معنوں میں مساوی طور پر استعمال کیا ہو اور سامع بھی وہی دو معنی ان سے مراد لے اصلی ایہام کی شان یہی ہے۔	(۲) کرماد کہیں چیر ذقن کو کو دے نہ کنویں میں باؤلی ہو (تسنیم) لفظ "باؤلی" کو جو ایک قسم کا گہرا کنواں ہوتا ہے کنویں کیساتھ مناسبت ہو۔ یہ مراد شاعر کی نہیں ہے بلکہ "باؤلی" کے دوسرے معنی یعنی دیوانی عورت مراد ہے (۳) مجلس کو اشک نظم سے رشک چمن کروں مداحِ حسینؑ بوجہ حسن کروں (انیس) اس میں لفظ حسن کے دو معنی ہیں (۱) برادر حضرت امام حسین علیہ السلام کا اسم گرامی (۲) نیک اور خوب۔ پہلے معنی کو لفظ حسین سے مناسبت ہے مگر یہ شاعر کے ذہن میں نہیں ہیں بلکہ دوسرے معنی مراد ہیں اس شعر میں لفظ اشک اور رشک میں صنعت تجنیس لاحق بھی ہے۔ (۴) دریائے حُسن یار تلاطم کرے کہیں خواہش ہو اپنے جی میں بھی بوس و کنار کی (میر) "کنار" کے دو معنی ہیں (۱) کنارۂ دریا (۲) گود۔ پہلے معنی کو لفظ دریا سے مناسبت ہو مگر مقصود دوسرے معنی ہیں (۵) خنجر عشق خون من ریخت بجا کیا ئے تو لائے تو بود کشتنم کشتہ شدم برائے تو (دوبجلی زینشاپوری) "برائے تو" کے دو معنی ہیں (۱) تیری رائے کے مطابق (۲) تیرے واسطے اور دونوں معنی مساوی طور پر لئے جا سکتے ہیں۔
ایہام تضاد	(دیکھو طباق)	
تاکید المدح بمایشبہ الذم	تعریف کی تاکید ایسے الفاظ میں کرنا جو ہجو سے مشابہت رکھتے ہوں یعنی وہ الفاظ بظاہر ذم پر دلالت کریں مگر فی الحقیقت اُن سے مدح کی تاکید ہوتی ہو۔ یا تعریف اس نہج سے کرنا	(۱) گرش شمائل چوں بحر شعر موزون است چراست بحر کفش را عطائے ناموزوں (ظہوری) (اگرچہ اس کی تمام خصلتیں مثل شعر کی بحر کے سب موزوں ہیں مگر اُسکی ہتھیلی کے بحر (سمندر) کی عطا ناموزوں ہے یعنی اُس کی ہر بات میں موزونیت ہو مگر اُس کی سخاوت میں کوئی موزونیت یا حد نہیں ہے)

اصطلاح	تعریف	مثال
تاکید المدح بمایشبہ الذم۔	کہ مصرعِ اول میں تعریف بصورت کلیہ کے کیجائے اور مصرعِ دوم میں اُس کا مستثنیٰ اس انداز سے بیان کیا جائے کہ بظاہر وہ ذم کی صورت رکھتا ہو مگر در اصل اُس سے مدح کی تاکید ہوتی ہو (نیز دیکھو استدراک)	(۲) ہر آنکہ نام تو بر دل نوشت گشت عزیز مگر درم کہ زدست تو می کشد خواری (سلمان ساوجی) (جس کسی نے تیرا نام اپنے دل پر لکھا وہ معزز ہو گیا مگر اس کلیہ سے درم مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ تیری سخاوت کی وجہ سے وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہے) عدل و انصاف تو شاہا بکمال است ولیک این قدر است کہ در بذل نداری انصاف (اس میں کوئی شک نہیں کہ عدل و انصاف تجھ میں بدرجہ کمال موجود ہے مگر اس کی کیا وجہ کہ سخاوت و عطا میں تو انصاف سے کام نہیں لیتا) (۳) انصاف یہ اب عہد میں اُس کے ہے کہ فریاد لایا نہ لبوں تک کوئی غیر از جرس و زنگ (سودا) یعنی تیرے عہد میں اتنا کامل انصاف ہے کہ کسی کے منہ سے فریاد نہیں نکلتی۔ البتہ اس کلیہ کے مستثنیٰ جرس اور زنگ ہیں کہ وہ ہمیشہ بجتے رہتے ہیں گویا فریاد کرتے رہتے ہیں۔ (۴) بیخانۂ جہاں میں کرم سے ترے نہیں کوئی شکستہ حال بجز تو بہ و خمار (سودا) یعنی دنیا میں تیرے کرم کی وجہ سے کوئی شکستہ حال نہیں ہے البتہ دو چیزیں یعنی توبہ اور خمار کو ہر وقت شکست ہے
تاکید الذم بمایشبہ المدح	یہ صنعت مذکورۂ بالا کے برعکس ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جن سے بظاہر تو مدح معلوم ہو مگر در اصل اُن سے مذمت نکلے	(۱) ہمیشہ خصم تو در سایۂ ہمائے بود زبسکہ بر سرش از بہر استخوان آید (مختاری) (تیرے دشمن کے سر پر ہمیشہ ہما کا سایہ رہتا ہے کیونکہ وہ اس کی ہڈیاں کھانے کے لئے اُس کے سر پر چکر کھایا کرتا ہے) ہما کا سر پر سایہ رہنا مدح ہے مگر جب وہ ہڈیاں کھانے کے واسطے آئے تو اس سے مذمت نکلی۔ (۲) طاعت ما ہم بسوئے آسمانہا میرود روز محشر چوں بعصیاں ہم ترازو میشود (کلیم) (ہماری عبادتیں بھی قیامت کے دن ضرور مقبول ہوں گی مگر اسطرح کہ اُن سے ہمارے گناہوں کا مقابلہ کیا جائے گا) (۳) ہے بہت شیخ کی غنیمت ذات جمع آدم میں لتنے کب ہوں صفات

اصطلاح	تعریف	مثال
تاکید الذم بمایشبہ المدح		مفتری و دروغی و محتال (تبر) پہلے دو مصرعوں میں شیخ کی تعریف ہے مگر تیسرے مصرع میں اُس کی وضاحت کی گئی تو وہی تعریف ذم سے بدل گئی۔ (۲) اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہیں کسی کو ذبح کرتے ہیں کسی کے پر کترتے ہیں (قہر) کسی پر عنایت کرنا قابل تعریف بات ہے مگر اس کی تفصیل جب ذبح کرنے اور پر کترنے سے کی گئی تو وہ مذمت ہوگئی۔
تبلیغ	(دیکھو مبالغہ)	
تجاہل العارف (سوق المعلوم مساق غیرہ)	(لغوی معنی جان بوجھ کر انجان بننا) کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی ناواقفیت ظاہر کرنا تاکہ اسکی تعریف میں مبالغہ کیا جائے۔	(۱) عارض است ایں یا قمر یا لالۂ احمر است ایں یا شعاع شمس یا آئینۂ و لماست ایں (جامی) اس شعر میں شاعر نے معشوق کے عارض سے ناواقفیت ظاہر کرکے اس کو چار چیزوں سے تشبیہ دی ہے یعنی قمر۔ لالہ۔ شعاع۔ شمس اور آئینہ۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی تشبیہ سے تعریف میں کس قدر مبالغہ ہوگیا۔ (پوری غزل اسی صنعت میں ہے) (۲) تاللہ یا ظبیات القاع قلن لنا لیلای منکن ام لیلی من البشر (خدا کی قسم اے جنگل کے ہرنوں ہم سے یہ بتلاؤ کہ لیلے تم میں سے ہے یا وہ انسان ہے) اس تجاہل سے کمال حیرت اور عشق ظاہر ہوتا ہے۔ (۳) ہے ستارہ ذو ذنب یا رُخ ہے زلف یار میں خال ہے خورشید میں یا تل ہے یہ رخسار میں (ناسخ) اس شعر میں رخ کو ستارۂ ذو ذنب سے اور رخسار کے تل کو آفتاب کے دھبہ سے تشبیہ دی ہے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
		(۴) موشگافی تو بت کی ہوا پر معلوم — گیسوؤں میں ہے کمر یا ہیں کمر پہ گیسو (ذوق) یہاں تجاہل تحیر و تعجب کا فائدہ دیتا ہے اور نتیجہ وہی گیسو اور کمر کی تعریف ہے۔
تدبیج	(دیکھو طباق)	
ترجمہ	کسی مضمون کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا مگر شرط یہ ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہو نہ کہ معنوی دوسرے یہ کہ رعایت نظم و موزونیت کا بھی خیال رہے۔	(۱) عشق عصیان است اگر دستور نیست — کشتۂ تیغ زبان مغفور نیست عشق عصیاں ہے اگر مفتی دستور نہیں۔ — کشتۂ تیغ زبان ناجیٔ و مغفور نہیں (نظیری) (۲) گفتم کہ زخرد ی دل من نیست پدید — اندوہ بزرگ تو در چو را گنجید گفتا کہ ز دل بدیدہ باید نگرید — خرد است بدو بزرگ تا توانی دید (ابوالقاسم جوینی) میں نے جو کہا کہ تو ذرا سا ہے دلا — کیوں کر غم بسیار نے کی تجھ میں جا دل بولا کہ آنکھ بھی ہے اک چھوٹی سی شے — اور اس میں سما جاتا ہے دیکھو کیا کیا (جلال لکھنوی) (۳) ترا از کوئے اجل کے فرار خواہد بود — قرارگاہ تو دارالقرار خواہد بود ترا بہ تختۂ تابوت درکشند از تخت — گرت خزانہ و لشکر ہزار خواہد بود ترا بہ کنج لحد سالہا بباید خفت — تن تو طعمۂ ہر مور و مار خواہد بود (سعدی) اجل کے کوچہ میں تیرا گذار ہو دیگا — ترا قرار بدار القرار ہووے گا دھریں گے تجھ کو جنازہ میں تخت شاہی سے — اگر خزانہ و لشکر ہزار ہووے گا لحد کے گوشہ میں تجھ کو زمیں پہ سونا ہے — بدن ترا خورش مور و مار ہووے گا (شیدا) اگر ایک ہی شعر یا مصرع میں ایک لفظ کے بعد دوسرا لفظ جو اس کا ترجمہ ہو لایا جائے تو اس کو ترجمۃ اللفظ کہتے ہیں جیسے ؎ ترا الفی ہے فلک، کاہکشاں ہے خط میم — کان دونوں نہ خورد میم ہو ذنب کے بہ میں (ذوق) مقصود بالتمثیل سر اور راس ہے۔ عربی میں سر کو راس کہتے ہیں [1]

[1] کبھی جو لفظ بطور ترجمہ کے استعمال ہوتا ہے اس کے دو معنی ہوتے ہیں ایک تو وہی جو اصل لفظ کے معنی ہوں۔ دوسرے کچھ اور معنی جس سے شاعر کی مراد ہوتی ہے ؎ چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرا کے لال کا ۔ گزری شب فراق دن آیا وصال کا (انیس) یہاں لال لفظ سرخ کا ترجمہ ہے مگر مراد شاعر کی دوسرے معنی ہیں یعنی پیارا بچہ۔

اصطلاح	تعریف	مثال
تعجب	کلام میں کسی چیز پر تعجب ظاہر کرنا کسی فائدہ یا غرض سے جو عموماً مدح ہوتی ہے ایسے موقع پر ابتدائے کلام میں الفاظ تعجب مثلاً اللہ اللہ، اللہ اکبر، اے عجب، یا العجب وغیرہ لاتے ہیں۔	(۱) اے عجب شمشیر خسرو از چہ سبزہ رنگ شد چوں ہمہ سالہ زخون لعل می سازد خورش (کمال اسمٰعیل) اس شعر میں تعجب سے شمشیر کی خونریزی میں مبالغہ مقصود ہے۔ (۲) نام کو اللہ اکبر کیا ترے توقیر ہے داخل ہر بانگ شاں ہر تکبیر ہے (ذوق)
تفریق و تقسیم	(دیکھو جمع و تفریق وغیرہ)	
تلمیح	شعر میں کسی مشہور تاریخی واقعہ، قصہ، یا مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا۔	(۱) چہ حاجت کہ نہ کرسی آسماں نہی زیر پائے قزل ارسلاں (سعدی) اس میں ظہیر فاریابی کے اس شعر کی طرف اشارہ ہے جو اس نے قزل ارسلان کی مدح میں کہا تھا ؎ نہ کرسی فلک نہد اندیشہ زیر پا تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلاں دہد اور بادشاہ نے بجائے خوش ہونے اور انعام دینے کے شاعر کو سخت سزا دی تھی۔ (۲) جیت کر آوے لڑائی جو مہا بھارت کی تو جدھشٹر بھی کرے نذر سر درجودھن (انشاء) اس میں مہا بھارت کی مشہور لڑائی کی طرف اشارہ ہے جو پانڈوں اور کوروں میں ہوئی تھی۔ راجہ جدھشٹر پانڈوں کا اور درجودھن کوروں کا سردار تھا اور فتح پانڈوں کی ہوئی تھی۔
تناسب	(دیکھو مراعاۃ النظیر)	
تنسیق الصفات	(لفظی معنی صفتوں کو قاعدہ سے رکھنا) اصطلاح میں یہ مطلب ہے کہ کسی شخص یا چیز کی تعریف متواتر صفتوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے ترتیب کیساتھ بیان کیجاوے۔	(۱) پاک دنداں، تیز تگ، آہختہ گردن، خرد گوش سخت سُم، محکم قوائم، پہن پشت، آگندہ یال (امیر معزی) اس شعر میں گھوڑے کی آٹھ صفتیں بیان کی گئی ہیں (۲) سنبلہ دم، ماہ سم، لاغر میاں، فربہ کفل طالع شہباز، اقبال ہما، اوج عقاب

اصطلاح	تعریف	مثال
تنسیق الصفات		کہکشاں تنگ، آسماں سنگ، ابر سایہ، برق تگ تیزدم، آتش قدم، گیسو لجام، ابروِ رکاب (جوش ملیح آبادی) یہ اشعار بھی گھوڑے کی تعریف میں ہیں (۳) خوش خو و خوش خرام و خوش اندام و خوش لگام گل پوش و تیز ہوش و سمن گوش و رخ سنام (انیس گھوڑے کی تعریف میں) (۴) فیاض حق شناس اولوالعزم ذی شعور خوش فکر بذلہ سنج ہنر پرور و غیور (انیس در صفات رفقائے حضرت امام حسینؑ) (۵) وہ شہنشاہ بہادر شہ کسرےٰ انصاف خسرو جم خدم و داور دارا حشمت قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد حامی شرع مبیں ماحی شرک و بدعت (ذوق)
توریہ	(دیکھو ایہام)	
توفیق	(دیکھو مراعاۃ النظیر)	
توجیہ	(دیکھو محتمل الضدین)	
جامع اللسانین	(لغوی معنی دو زبانوں کو جمع کرنیوالا) ایسا کوئی فقرہ یا مصرع جو بجنسہٖ یا تبدیل نقاط کے ساتھ دو زبانوں میں پڑھا جا سکے۔ اس کو ذولسانین بھی کہہ سکتے ہیں (دیکھو صنائع لفظی ذولسانین)	یار آجائے تو بہتر (اردو) یارا جائے تو بہتر (فارسی) (اے دوست تیری جگہ بہتر ہے) (۲) تازہ شے بہتر (فارسی) بارہ سے بہتر (اردو)
جمع۔ تفریق تقسیم	(الف) دو یا زیادہ چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرنا اصطلاح میں جمع کہلاتا ہے	(۱) نشاید یافتن در ہیچ برزن وفادار اسپ و شمشیر و در زن (نظامی) (۲) بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغ محفل جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا (غالب) (۳) درد دل، زخم جگر، کلفت غم، داغ فراق آہ عالم سے مرے ساتھ چلا کیا کیا کچھ

اصطلاح	تعریف	مثال
جمع تفریق تقسیم۔		کیا کہوں تجھ سے کہ کیا دیکھا ہے تجھ میں میں نے غمزہ و عشوہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ (میر) (۲) حسن میں لیلیٰ و عذرا و بلقیس و شیریں دشمن دل و یوسف و جان جاناں زلیخا عشق میں وامق و مجنوں و زلیخا و نل قیس و فرہاد ہیں خاکِ کف پا زن ایک (حسرت) اس قطعہ میں حسن و عشق دونوں چیزوں میں سات سات اشخاص کو ایک حکم میں جمع کیا ہے اس کے علاوہ صنعت لف و نشر غیر مرتب بھی ہے
	(ب) ایک قسم کی دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا تفریق کہلاتا ہے۔	(۱) ز ابر چکد آب و ز مژگان یار خون مژگان کجا و ابر کجا (میر حسن دہلوی) اس شعر میں مژہ اور ابر نوع ریزش میں شریک ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ابر سے پانی برستا ہے اور مژہ سے خون۔ (۲) تفاوت قامت یار و قیامت میں ہے کیا مومن وہی فتنہ ہے لیکن یاں ذرا سانچے میں ڈھلتا ہے۔ قامت یار اور قیامت میں فرق کس قدر خوبصورتی سے ظاہر کیا ہے (۳) ترے سرو قامت سے ایک قد آدم قیامت کے فتنہ کو کم دیکھتے ہیں[۱] (غالب) اس میں بھی معشوق کے قامت اور قیامت میں ایک قد آدم کا فرق نکالا ہے۔
	(ج) جب ایک چیز کے چند اجزا یا چند چیزوں کا ایک ساتھ ذکر کریں اور پھر ہر ہر جزو کے ساتھ اس کے نسبت بیان کریں تو اس کو اصطلاح میں تقسیم کہتے ہیں[۲]۔	(۱) دستے کہ گرفتے سر آں زلف چو شست پائے کہ رہ وصل نوشتے پیوست زاں دست کنوں دو گل غم دارم با زاں پائے کنوں بر سر دل دارم دست (خاقانی) (ایک زمانہ تھا کہ میرے ہاتھ میں میرے معشوق کی زلف اس طرح رہتی تھی جس طرح جال میں مچھلی۔ اور میرا پاؤں اس کی راہ میں برابر چلا کرتا تھا، اب اس ہاتھ کا یہ حال ہے کہ

[۱] اس شعر کے معنی کے لئے دیکھو ادماج مثال (۵)

[۲] صنعت تقسیم اور لف و نشر میں یہ فرق ہے کہ لف و نشر میں تعین متکلم کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ سامع اپنے ذہن سے ہر چیز کے مناسبات کو اس سے متعلق کر لیتا ہے اور صنعت تقسیم میں خود متکلم مناسبات بتا دیتا ہے

اصطلاح	تعریف	مثال
جمع۔تفریق تقسیم۔		اُس کی وجہ سے عُمر کی دلدل میں میرا پاؤں پھنسا رہتا ہے اور اس پاؤں کی وجہ سے اب میں دل پر ہمیشہ ہاتھ رکھے رہتا ہوں ۔
تقسیم مسلسل	یہ بھی تقسیم کی ایک قسم ہے اور یہ اسطرح پر ہے کہ ایک مصرع یا ایک بیت میں چند چیزیں بیان کی جائیں اور پھر دوسرے مصرع یا بیت میں انھیں چیزوں کے مطابق الفاظ لائے جائیں ۔	کوئی ہے کافر، کوئی مسلمان، جدا ہر اک کی ہے راہ ایماں جو اُس کے نزدیک رہبری ہو وہ اسکے نزدیک رہزنی ہے (ذوق) پہلے مصرع میں کافر اور مسلمان کا ذکر کیا اور دوسرے مصرع میں اُنکے مناسب الفاظ رہزنی اور رہبری استعمال کئے ۔ (۲) نظیر حضرت دل کا نہ کچھ کھلا احوال خدا ہی جانے یہ قدرت آب ہو کیا چیز جو سخت ہووے تو ایسا کہ کوہ آہن کا جو نرم ہووے تو برگ گلاب ہو کیا چیز اس قطعہ میں دل کے احوال بیان کئے ہیں۔ سختی کو کوہ آہن سے اور نرمی کو برگ گلاب سے نسبت دی ہے (۳) کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر پہونچوں سے ہاتھ، شانوں سے بازو، تنوں سے سر قبضہ سے تیغ، بر سے زرہ، ہاتھ سے سپر برچھی سے پھل، کمان سے زہ، زین سے تبر (انیس) پہلے مصرع میں جن جن چیزوں کا ذوالفقار سے کٹ کر خاک پر گرنا بیان کیا ان کی تقسیم باقی تین مصرعوں میں کر دی ۔
جمع بالتفریق	جب دو مختلف چیزیں ایک حکم میں جمع کیجائیں اور پھر اُنمیں فرق نکالا جائے اس کو جمع بالتفریق یعنی جمع اور تفریق کا یکجا کرنا کہتے ہیں۔	(۱) جائے خصمت چو جائے تست رفیع آنِ تو تخت و آنِ خصمت دار (تیرے دشمن کی جگہ بھی مثل تیری جگہ کے بلند ہے ۔ تیری جگہ تخت اور تیرے دشمن کی جگہ سولی ہے ۔ اس میں ممدوح اور اس کے دشمن کو ایک حکم میں یعنی جگہ کی رفعت میں یکجا کیا ۔ پھر اسمیں فرق ظاہر کر دیا۔ (۲) نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو نہ سمجھے اے تیر قضا اُس کو پر تیر قضا سمجھے (ذوق)

اصطلاح	تعریف	مثال
جمع بالتفریق		(اس میں نگہ اور مژہ دونوں کو بلا خیال کیا ہے اور دوسرے مصرع میں دونوں میں فرق بتلادیا۔ (۳) غنچہٗ دوسوسے کیا ہو شگر احسان بہا وہ زبان بید من ہو یہ دہانِ بنے اِس (دبیر)
جمع بالتقسیم	جب چند چیزیں ایک حکم میں جمع کیجائیں اور پھر ہر ایک کو ایک خصوصیت کیساتھ منسوب کریں تو اس کو جمع بالتقسیم کہتے ہیں۔	(۱) بے تو چو شمع کردہ ام خندہٗ وگریہ کارِ خود خندہ بروز دل کنم گریہ بروزگار خود (اہلی شیرازی) پہلے مصرع میں خندہ وگریہ کو جمع کیا ہے اور دوسرے مصرع میں اُنکی علٰحدہ علٰحدہ تقسیم کردی۔ (۲) روشن ہوا ہمیں عارض تاباں تو ہمیں داغ کیا کم شب فراق سے زلف سیاہ ہے اس میں شب فراق اور زلف سیاہ کو ایک حکم میں داخل کیا اور اُن کی علٰحدہ علٰحدہ خصوصیتیں بھی بتادیں۔ اس شعر میں قابل توجہ یہ بات ہے کہ تقسیم قبل از جمع واقع ہوئی ہے۔ (۳) اک رہا مژگاں کی صف میں ایک کے ٹکڑے ہوئے دل جگر جو تیر دونوں اپنے غمزاروں میں تھے اس میں بھی پہلے مصرع میں تقسیم اور دوسرے میں جمع ہے۔
جمع بالتفریق وتقسیم	جب متعدد چیزیں ایک حکم میں جمع کی جائیں پھر ان کا فرق ظاہر کیا جائے اور اسی کے ساتھ اُن کے مناسبات علٰحدہ علٰحدہ بیان کئے جائیں تو اس کو جمع بالتفریق وتقسیم کہتے ہیں۔	(۱) مجلس دو آتش دادہ براین از حجر واں از شجر ایں کردہ منقل را مقر واں جام راجا داشتہ (قاآنی) (مجلس میں دو قسم کی آگ ہے ایک پتھر کی (یعنی معمولی کوئلے کی آگ) دوسرے نباتی (شراب سے مراد ہے کیونکہ شراب انگور سے بنتی ہے اور انگور ایک درخت کا پھل ہے) اول الذکر کی جائے قرار انگیٹھی ہے اور آخر الذکر کی جام) اس شعر میں دو آگوں کا بطریق ثمرہٗ مجلس یکجا ذکر کرنا صنعت جمع ہے پھر اس کی تفریق حجر اور شجر کی صنعت تفریق ہے اور دوسرے مصرع

اصطلاح	تعریف	مثال
جمع بالتفریق وتقسیم۔		میں دونوں آگوں کی جائے قرار کا علیحدہ علیحدہ ذکر کرنا صنعت تقسیم ہے ان صنعتوں کے علاوہ اس شعر میں لف ونشر مرتب بھی ہے (۲) مری آہ اور ترا طرہ ہے سنبل شکل میں لیکن وہ تار سوختہ یہ شاخ سرو جویباری کی سدا اُس نار سے دوزخ کو ہے امید جلنے کی سدا اس شاخ سے جنت کو خواہش آبیاری کی اس کے پہلے مصرع میں دو چیزوں یعنی آہ اور طرۂ معشوق کو سنبل سے تشبیہہ دے کر ایک حکم میں جمع کیا لہٰذا یہ صنعت جمع ہے، دوسرے مصرع میں ان دونوں میں فرق ظاہر کردیا۔ یہ تفریق ہے اور دوسرے شعر میں ان دونوں چیزوں کے مناسبات بیان کئے۔ یہ تقسیم ہے۔
حُسن تعلیل	(لغوی معنی علت بیان کرنے کی خوبی یعنی جدت) اصطلاح میں یہ مطلب ہے کہ کسی چیز کے وقوع کے واسطے کوئی ایسی علت بیان کی جائے جو واقعی نہو بلکہ اس میں کوئی شاعرانہ جدت ونزاکت پیش نظر رکھی جائے	(۱) تا چشم تو ریخت، خون عاشق زلف تو گرفت رنگ ماتم (نامعلوم) (چونکہ تیری آنکھوں نے عاشق کا خون بہایا لہٰذا اُس کی سوگواری میں تیری زلف کا رنگ سیاہ ہوگیا۔) معشوق کے بالوں کے سیاہ رنگ کی علت شاعر نے یہ ٹھہرائی کہ معشوق نے عاشق کو جو مار ڈالا اُس کے رنج میں اُنھوں نے ماتمی رنگ اختیار کیا۔ (۲) سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں (غالب) لالہ وگل کے اُگنے کی جو کچھ نیچرل وجہ ہو۔ شاعر کے نزدیک اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ زمین کے نیچے حسین لوگ دفن ہیں اُنھیں کا حسن کبھی کبھی بالصورت پھولوں کی صورت میں ظاہر ہوجاتا ہے۔ (۳) کس کے ہر سو زیر زمیں ہے ناک نوحہ جا بجا سوتے ہیں پانی کے تہ خاک میں (سودا) زمین کے نیچے جو پانی کے سوتے جاری ہیں اس کی شاعرانہ توجیہ یہ ہے کہ

اصطلاح	تعریف	مثال
حسن تعلیل۔		کسی کے دیدۂ نمناک تہ خاک دفن ہیں (۴) ہر گمہ دو کعبہ گشت کنۂ دکدام سو زین وجہ رخ قبلہ نماست مضطراست (سرو الدہ فرح جابسجد) قبلہ نما کی سوئی جو ہر وقت تھراتی رہتی ہے اس کی شاعرانہ وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ چونکہ یہ مسجد بھی بزرگی میں مثل کعبہ کے ہے لہٰذا اب دو کعبے ہو گئے ۔ اب وہ سوئی سخت، اضطراب میں ہے کہ کس طرف منہ کرے کعبہ کی طرف یا اس مسجد کی طرف۔
حشو (یا اعتراض)	حشو (یعنی زوائد) سے یہ مطلب ہے کہ کلام میں ایسا لفظ یا الفاظ لائے جائیں جن کے بغیر بھی کلام پورا ہو سکتا ہو اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) حشو قبیح وہ ہے جس سے کلام میں کسی قسم کی عمدگی اور خوبصورتی نہ بڑھے بلکہ کلام کا رتبہ گر جائے (۲) حشو متوسط وہ ہے جس سے کلام پر حسن و قبح دونوں میں سے کسی کا اضافہ نہ ہو یعنی نہ ترقی ہو نہ تنزل۔ (۳) حشو ملیح - وہ ہے جس سے کلام میں حسن و خوبی بڑھ جائے	از بسکہ بار منت تو بر تنم نشست دہ زیر منت تو نہانست و مستتر (کمال اسمٰعیل) اس میں لفظ مستتر زائد و بیکار ہے۔ گر بخندم وانگہ پس از مرگ است گویہ زہر خند در بگریم وانگہ بہر و زیست اگو یہ خون گری (انوری) اس میں "پس از مرگ است" اور "بہر و زیست" بطور حشو یعنی جملہ معترضہ کے واقع ہوئے ہیں اور ان سے کلام کا حسن بڑھ گیا ہے۔
رجوع	یہ صنعت اس طرح پر ہے کہ جو بات کہی جائے، وہ آگے چل کر کاٹ دی جائے	(۱) چو ماہ بود یا چو سرو نہ ماہ بود نہ سرو قبانہ اور سرو کرتہ بند د ماہ (عنصری) ممدوح کو پہلے سرو اور چاند سے تشبیہ دی پھر اپنی بات خود کاٹ دی۔

اصطلاح	تعریف	مثال
رجوع ۔	اور مقصود اس سے مدح میں ترجیح و ترقی ہو	اور کہا کہ یہ غلط ہے کیوں کہ سرو کے پاس قبا کہاں اور چاند کر کب باندھتا ہے (۲) جیسے یہ صورت و سیرت کہاں حق نے کی ہو وے بجا ہے کہئے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی معاذ اللہ یہ کیسا حرف بے موقع ہوا سرزد جو اس کو پھر کہوں تو ہوں میں مردود مسلمانی کدھر اب فہم ناقص لیگیا مجھ کو نہ یہ سمجھا کہ وہ مہر الوہیت ہو یہ ہے ماہ کنعانی (سودا) پہلے شعر میں ممدوح یعنی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن صورت و سیرت میں حضرت یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دی ۔ پھر دوسرے شعر میں لفظ معاذ اللہ کہہ کے اپنے کلام سابق سے رجوع یعنی انحراف کیا اور تیسرے شعر میں اسکی وجہ بیان کر دی ۔
سوال و جواب[1]	یہ صنعت یعنی ایک سوال کرنا اور پھر اسکا جواب دینا ۔ کبھی ایک مصرع میں کبھی پورے بیت میں اور کبھی دو بیتوں میں برتی جاتی ہے	(۱) دلدار کجا نیستی ؟ گفتم دعا گوے شما گفتم کجا داری نگہ ؟ گفتم سر کوے شما (حافظ) ساری غزل اسی صنعت میں ہے ۔ (۲) میں نے کہا کچھ خوف کلثر کا نہیں ہے — کہنے لگے آ جائیں ابھی وہ تو دبک جاؤ میں نے کہا کا ہے بچھا نہیں چھٹا — کہنے لگے تم جانب میخانہ اب جاؤ میں نے کہا اکبر تو کوئی رنگ نہیں ہے — کہنے لگے شعر اس کے جو سنو اور تو پھڑک جاؤ (۳) قاآنی کا حسب ذیل قصیدہ سارا اسی صنعت میں ہے ۔ بارد چہ ؟ خون کہ ؟ دیدہ چساں ؟ روز و شب چرا ؟ از غم ۔ کدام غم ؟ غم سلطان کربلا نامش کہ بُد ؟ حسین ۔ ز نژاد کہ ؟ از علی مامش کہ بود ؟ فاطمہ ۔ جدش کہ ؟ مصطفے چوں شد ؟ شہید شد ۔ بکجا ؟ دشت ماریہ

[1] اس صنعت میں مکالمہ میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں سوال و جواب دونوں ایک ہی شخص کی طرف ہوتے ہیں اور آخر الذکر میں دو شخصوں کی طرف سے ۔

اصطلاح	تعریف	مثال
سوال و جواب		کے؟ عاشر محرم۔ پنہاں؟ نہ برملا شب کشتہ شد؟ نہ روز۔ چہ ہنگام؟ وقت ظہر شد از گلو بریدہ سرش؟ نے نے از قفا سیراب کشتہ شد؟ نہ۔ کس آبش بداد؟ داد کہ؟ شمر۔ از چہ چشمہ؟ ز سرچشمۂ فنا مظلوم شد شہید؟ بلے۔ جرم داشت؟ نہ کارش چہ بد؟ ہدایت۔ یارش کہ بد؟ خدا۔ . . . . خود کرد این عمل؟ نہ۔ بفرستاد نامہ نزدیکہ؟ نزد زادۂ مرجانہ؛ دغا ابن زیاد زادۂ مرجانہ بد؟ نعم از گفتۂ یزید تخلف نہ کرد؟ لا این نابکار کشت حسین را بدست خویش؟ نہ۔ او روانہ کرد سپہ سوئے کربلا میر سپہ کہ بد؟ عمر سعد۔ او برید حلق عزیز فاطمہ؟ نہ۔ شمر بے حیا خنجر برید خنجر او را۔ نہ کرد شرم؟ کرد۔ از چہ پس برید؟ پند رفت از قضا بہر چہ؟ بہر آنکہ بود خلق را شفیع شرط شفاعتش چہ بود؟ نوحہ و بکا کس کشتہ شد ہم از پسرانش؟ بلے۔ دو تن۔

اصطلاح	تعریف	مثال
سوال و جواب		دیگر کہ؟ نہ برادرو۔ دیگر کہ؟ اقربا دیگر پسر نداشت؟ چرا داشت۔ آنکہ بود؟ سجاد۔ چوں بداد؟ بغم و رنج مبتلا ماند او بکربلائے پدر؟ نہ بشام رفت با عز و احتشام؟ نہ با ذلت و عنا تنہا؟ نہ۔ با زنان حرم۔ نام شان چہ بود؟ زینب۔ سکینہ۔ فاطمہ۔ کلثوم بے نوا برتن لباس داشت؟ بلے۔ گرد رہ گزار برسر عمامہ داشت؟ بلے چوب اشقیا بیمار بد؟ بلے۔ چہ دوا داشت؟ اشک چشم بعد از دوا غذا اشس چہ بد؟ خون دل غذا کس بود ہمرہش؟ بلے۔ اطفال بے پدر دیگر کہ بود؟ تب کہ نگشت از او جدا از زینت زناں چہ بجا ماندہ بد؟ دو چیز طوق ستم بگردن و خلخال غم بپا گبر ایں ستم کند؟ نہ۔ یہود و مجوس؟ نہ ہندو؟ نہ۔ بت پرست؟ نہ فریاد ازیں جفا قاآنی است قائل ایں شعرہا؟ بلے خواہد چہ؟ رحمت۔ از کہ؟ زحق۔ کے؟ صف جزا
طباق یا تضاد یا مطابقت[1]	اس صنعت سے یہ مطلب ہے کہ چند الفاظ جنمیں فی الجملہ تقابل و تضاد واقع ہو کلام میں ایک ساتھ لائے جائیں جیسے	

[1] صنعت طباق اور صنعت مقابلہ میں فرق کے لئے دیکھو صنعت مقابلہ۔

اصطلاح	تعریف	مثال
طباق ریا تضاد یا مطابقت	بلندی و پستی، نیکی و بدی وغیرہ۔ اس قسم کا تقابل خواہ اسم اسم میں یا فعل فعل میں یا حرف حرف میں یا ایک اسم اور ایک فعل میں ہو سکتا ہے۔ طباق کے اقسام حسب ذیل ہیں:۔	
	(۱) طباق ایجابی۔ جب دو متضاد الفاظ استعمال کئے جائیں اور انہیں حرف نفی نہ ہو اس کو طباق ایجابی کہتے ہیں۔ جیسے آیا اور گیا۔ مرنا جینا وغیرہ۔	(۱) فتنہ فرو نشست و نزاع برخاست (گلستاں) (۲) سخنش را مزاج سحر حلال در گمش راخواص بیت حرام (انوری) "حلال" اور "حرام" میں تضاد واقع ہے (۳) گاہ مرتا ہوں گاہ جیتا ہوں آنا جانا ترا قیامت ہے (جرأت)
	(۲) طباق سلبی۔ جب کہ دو الفاظ ایک ہی مصدر سے مشتق استعمال کئے جائیں جن میں ایک مثبت ہو دوسرا منفی یعنی ان دونوں الفاظ کا تضاد بذریعہ حرف نفی کے دکھلایا جائے اس کو طباق سلبی کہتے ہیں۔ جیسے ہونا۔ نہ ہونا جانا۔ نہ جانا۔	(۱) پشت من بشکن و پیمان مشکن خون من میخور و زنہار مخور (کمال اسمٰعیل) یہاں "بشکن" "مشکن" اور "میخور" "مخور" میں طباق ہے۔ (۲) ہونا جہاں کا اپنی آنکھوں میں ہے نہ ہونا آتا نہیں نظر کچھ جاوے نظر جہاں تک (میر) اس شعر میں "ہونا" اور "نہ ہونا" میں طباق سلبی اور "نظر آنا" اور "نظر جانا" میں طباق ایجابی ہے۔ (۳) دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے ہے ترے تیر کا پیکان عزیز (غالب) "نکلا" اور "نہ نکلا" میں طباق ہے
	(۳) ایک اور قسم طباق کی یہ ہے کہ جب اربعہ عناصر کا ذکر ایک جگہ کیا جائے	لے سوئے بالا چو آتش گہ پستی چو آب خاک رنجی در درنگ و صلی در شتاب (عبدالواسع جبلی) (یہ شعر گھوڑے کی تعریف میں ہے شاعر کہتا ہے کہ جب تو بلندی پر جاتا ہو تو آگ معلوم ہوتا ہے اور پستی میں تیزی روانی مثل پانی کے ہے آہستگی میں مثل خاک کے ہے اور تیزی میں مثل ہوا کے) یہاں "بالا" "پست" اور

اصطلاح	تعریف	مثال
طباق (یا تضاد یا مطابقت)	(۴) تدبیج - یہ بھی طباق کی ایک قسم ہے اس کے لغوی معنی زینت دینا ہیں اصطلاح میں یہ مطلب ہے کہ کلام میں مختلف رنگوں کا بطریق ایہام یا کنایہ کے ذکر کیا جائے اور رنگوں کی کثرت کی شرط نہیں ہے البتہ ایک سے زیادہ رنگ ہونا چاہیے اور انمیں تقابل بھی ہو۔	"درنگ" "دشتاب" میں تضاد ہے اور عناصر اربعہ کا ایک جگہ ذکر ہے (۱) زشمشیر او لعل جائے کیں ۔۔۔ ز دستِ کفش زرد روئے زمیں (اسدی طوسی) (کیں گاہ یعنی میدان جنگ اس کی تلوار سے لال ہے اور روئے زمین اس کے ہاتھ کی بخشش کی وجہ سے زرد ہے اس شعر میں "لعل" اور "زرد" میں تقابل ہے) (۲) گل کو ہاں زرد کرے لے رخ یار ۔۔۔ کرکے منہ لال لال آتا ہے (امانت) یہاں بھی "زرد" اور "لال" میں تقابل ہے
	(۵) ایہام تضاد - اس سے یہ مطلب ہے کہ کلام میں دو لفظ ایسے جمع کئے جائیں جن کے ایک معنی ہیں تو باہم تضاد و تقابل نہ ہو لیکن معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے۔ (دیکھو ایہام تناسب)ل	(۱) بت شایستہ گرچہ آید خشم ۔۔۔ طاق ابرو برائے جفتیٔ چشم (سنائی) طاق کے دو معنی ہیں (۱) طاق عمارت (۲) جفت کی ضد اور اسی دوسرے معنی میں تضاد واقع ہے (۲) مجھے رونا اپنے حال پر کس طرح نہ آئے ۔۔۔ نوازش برق بھی ہنستی ہے میری بیقراری پر برق کے ہنسنے یعنی چمکنے اور رونے میں کوئی تقابل نہیں لیکن ہنسنے اور رونے کے حقیقی معنوں میں ضرور تقابل ہے
عکس و طرد	اس صنعت سے یہ مطلب ہے کہ کلام کے بعض اجزا میں تقدیم و تاخیر کیجائے اور	

ل ایہام تضاد کی یہ تعریف جو اوپر لکھی گئی حدائق البلاغت اور بحر الفصاحت وغیرہ میں اسی طرح درج ہے۔ میں نے مناسب نہ جانا کہ اسکو رد و بدل کیا جائے۔ مگر میری ناچیز رائے میں اسکی اصلی تعریف وہی ہے جو ایہام تناسب کی ہے۔ فرق صرف تناسب اور تضاد میں ہو جاتا ہے پس ایہام تضاد کی یہ تعریف ہے کہ کلام میں ایسے دو لفظ استعمال کئے جائیں جنمیں ایک لفظ کے ایک معنی اور دوسرے لفظ کے دو معنی ہوں اور ان دو معنوں میں سے ایک معنی دوسرے لفظ کے معنی کے متضاد واقع ہوں مثلاً۔ ع جب گھٹا آتی ہے ایک رنج بڑھا جاتی ہے۔ لفظ گھٹا کے دو معنی ہیں (۱) "ابر" اور (۲) "بڑھا" کی ضد۔ پہلے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید قائل نے متضاد معنوں میں استعمال کیا ہو مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں بلکہ ابر کے معنی میں ہے۔ اسی "وہم" (یا ایہام) سے اس کو ایہام تضاد کہہ سکتے ہیں۔

اصطلاح	تعریف	مثال
عکس و طرد۔	یہ تقدیم و تاخیر کبھی دو لفظوں میں کبھی دو فقروں میں اور کبھی ایک ہی بیت کے دو مصرعوں میں ہوتی ہے	
	(۱) لفظوں میں تقدیم و تاخیر	استادہ آب میں یہ روانی خدا کی شان — پانی میں آگ آگ میں پانی خدا کی شان (انیس تلوار کی تعریف میں) پانی ساقی جو کچھ ہو لے لے — ساقی پانی شراب دیدے (گلزار نسیم)
	(۲) فقروں میں تقدیم و تاخیر	گلا کٹوانے پلنے کے پھرانے دل کہاں یہ دن کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر (امیر مینائی)
	(۳) مصرعوں میں تقدیم و تاخیر۔	دلبر جانان من، برد دل و جان من — برد دل و جان من، دلبر جانان من (حافظ) پوری غزل اسی صنعت میں ہے یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہیں — پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں (میر حسن) بے محبت نہیں لے ذوق شکایت کے مزے — بے شکایت نہیں لے ذوق محبت کے مزے خفا کیوں صنم ہے نہیں بھید کھلتا — نہیں بھید کھلتا خفا کیوں صنم ہے (ظفر) ساری غزل اسی صنعت میں ہے [1]

[1] صنعت عکس کے لئے یہ ضروری ہے کہ الفاظ کی تقدیم و تاخیر سے معنی میں کوئی جدت اور خوبی پیدا ہو ورنہ محض الفاظ کی اُلٹ پلٹ ایک نقلی گورکھ دھندے سے زیادہ نہ ہوگی۔ یہ صنعت فارسی میں بہت لطف اور کامیابی سے برتی جاتی ہے مثلاً اس شعر میں سے کرے داری و داری درے ؛ درے داری و داری کرے ؛۔ خالی لفظوں کی اُلٹ پھیر نہیں ہے بلکہ دو مصرعوں میں دو علحدہ علحدہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلے مصرع میں کہتا ہے کہ سخاوت کے ساتھ خدا نے تجھ کو دولتمند کیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس صنعت کا ظہور تجھ میں کیوں کر ہوتا۔ یعنی سخی کے لئے دولتمند ہونا لازمی ہے۔ پھر دوسرے مصرع میں کہتا ہے کہ دولت کے ساتھ خدا نے تجھ کو صفت سخاوت سے بھی متصف کیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو تیری دولت سے دوسروں کو کیا فائدہ پہنچتا یعنی دولت کا بہترین مصرف دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہے پھر حافظ کے مذکورہ بالا شعر میں گو دونوں مصرعوں میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہے مگر غور کرنے سے بڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ پہلے مصرع میں جو بطور جملہ خبریہ کے ہے شاعر صرف اسقدر کہتا ہے کہ میرا معشوق میرا دل و جان لے گیا مگر دوسرا مصرع تقدیم خبر کی وجہ سے بہت مؤثر اور زوردار ہو گیا۔ کیونکہ خبر میں ایک قسم کی نجابت پیدا ہو گئی اور معنی یہ ہوئے کہ دلبر معشوق میرا دل و جان جو اپنا تاز تھا وغیرہ وغیرہ بیک نظر اڑا لے گیا اللہ میں منہ دیکھتا رہ گیا۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں میں کتنا فرق ہے۔

(بقیہ دیکھو صفحہ آئندہ)

اصطلاح	تعریف	مثال
غلو	(دیکھو مبالغہ)	
قول بالموجب	جب ایک لفظ سے معنی خلاف مراد لئے گئے ہوں تو اس کو قول بالموجب کہتے ہیں یہ بھی ذو معنیین کی ایک قسم ہے	(۱) رقیب گفت کہ افتادہ ام مرا بردار دعاش کردم و گفتم خدات بردارد بردارد کے یہاں دو معنی ہیں (۱) ہاتھ پکڑ کر اٹھانا (۲) کنایۃً موت دینا رقیب نے پہلے معنی مراد لئے تھے مگر شاعر نے دوسرے معنی میں اسکو سمجھا۔ (۲) آنکھ لگتی ہے تو کہتے ہیں کہ نیند آتی ہے اپنی جو آنکھ لگی چین نہیں خواب نہیں (داغ) آنکھ لگنے کے دو معنی ہیں (۱) نیند آنا (۲) عاشق ہونا۔ لوگوں کا قول جو پہلے معنی میں بیان کیا ہے شاعر نے اس کو دوسرے معنی میں لیا۔
لف و نشر	اس کے لفظی معنی لپیٹنے اور پھیلانے کے ہیں۔ اصطلاح میں یہ مطلب ہے کہ پہلے چند چیزیں خواہ مجمل یا مفصل طور پر ایک ترتیب سے بیان کیجائیں (جسکو لف کہتے ہیں) اس کے بعد وہی چیزیں یا اُن کے منسوبات اُسی ترتیب سے یا دوسری ترتیب سے پھر بیان کئے جائیں (اس کو نشر کہتے ہیں) اگر ملفوف و منشور کی ترتیب مطابق ہو تو لف و نشر مرتب کہلاتا ہے اور اگر مخالف ہو تو پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) یا ترتیب معکوس ہوگی تو اس کو معکوس الترتیب کہتے ہیں (۲) یا ترتیب	

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) برخلاف اس کے ظفر کے مذکورۂ بالا شعر میں دونوں مصرعوں میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ برجستگی اور ذوق کے شعر ولا میں دو قسمیں بطور دو علٰحدہ قضیوں کے بیان کی گئی ہیں اور بہت خوب ہیں۔

اصطلاح	تعریف	مثال
لف و نشر	مختلف ہوگی تو اس کو مختلط الترتیب کہتے ہیں اور یہ دونوں قسمیں لف و نشر غیر مرتب کہلاتی ہیں۔	
	(الف) لف و نشر مرتب۔ یعنی جس میں مناسبات کی ترتیب لف کی ترتیب کے موافق ہو۔	(۱) چوں جود و جلال و ہنر و طبع و کف او ابر و فلک و اختر و دریا و مطر بست[1] (نظامی) (۲) ابرو نے مژہ نے نگہ یار نے یارو بے وجہ کیا تیغ کو خنجر کو سناں کو (سودا) ابرو کے مناسب تیغ، مژہ کے مناسب خنجر، نگاہ کے مناسب سناں ہے (۳) آتش و آب و باد و خاک نے لی وضع سوز و نم و رم و آرام (غالب) آتش کے مناسب سوز، آب کے مناسب نم، باد کے مناسب رم، خاک کے مناسب آرام ہے
	کبھی چند لف و نشر اس طرح جمع کئے جاتے ہیں کہ ایک کا نشر دوسرے کا لف ہوجاتا ہے یا یوں کہئے کہ ایک لف کے دو نشر ہوتے ہیں۔	(۱) بروز نبرد آں یل ارجمند بشمشیر و خنجر بگرز و کمند بریدو درید و شکست و ببست یلاں را سر و سینہ و پا و دست (فردوسی) (۲) نماز فجر و مغرب ہے یہ عاشق کی کہ اٹھ اٹھ کے بلائیں اس رخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہے (ظفر) فجر کے مناسب رخ اور مغرب کے مناسب گیسو ہے۔ پھر رخ کے مناسب صبح اور گیسو کے مناسب شام ہے
	(ب) معکوس الترتیب۔ یعنی جس میں مناسبات کی ترتیب لف کی ترتیب سے بالکل الٹی ہو۔	(۱) آں دہن و زلف و قد مستقیم راست بجز میم الف و لام و میم دہن کا مناسب میم، زلف کا مناسب لام، قد کا مناسب الف ہے۔ (۲) دل را فراغ مید ہد و دیدہ را فروغ دیدار آفتاب و شان و شراب صبح (خاقانی) آنکھوں کا فروغ آفتاب و شون کے دیدار سے اور دل کا فراغ صبح کی شراب سے حاصل ہوتا ہے۔

[1] مثالوں پر نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ مقابلہ سے لف و نشر کی ترتیب یا غیر ترتیب کا حال معلوم ہوجائے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
لف و نشر	(ج) مختلط الترتیب۔ یعنی جسمیں مناسبات کی ترتیب لف کی ترتیب سے مختلف ہو۔	(۳) کبھی جو زلف اُٹھادے تو منہ نظر آوے اسی امید پہ گزری ہے صبح و شام ہمیں زلف کے مناسب شام، منہ کے مناسب صبح ہے۔ (۱) از رفتن و سوختن و جامہ دریدن ‌ ‌ پروانہ ز من شمع ز من گل ز من آموخت (۲) دہ باغ شد از قد و رخ و زلف تو زایاب گلبرگ تری سرو سہی سنبل سیراب (۳) رخ و جبین و مژہ نیز چشم ابرو کو ‌ ‌ سنان و بدر و رہ و نرگس و ہلال لکھا تن و دل و لب و دنداں کو رہے فکرتے ‌ ‌ عقیق و ریشم و در و سنگ کی مثال لکھا ذقن کو چاہ زنخداں کو گوش و گردن کو ‌ ‌ صراحی سیب و گل و چشمۂ زلال لکھا (نظیر اکبرآبادی)
مبالغہ (یا غلو اغراق تبلیغ)	کسی شخص یا چیز کی تعریف یا مذمت اس حد تک کرنا کہ سننے والیکو یہ گمان ہو کہ اُس وصف یا ذم کا کوئی اور مرتبہ باقی نہیں ہے مبالغہ کی باعتبار عقل و عادت سے قریب یا بعید ہونے کے تین قسمیں ہیں (۱) تبلیغ (۲) اغراق (۳) غلو۔ (الف) تبلیغ۔ اُسے کہتے ہیں جب کسی امر کا ایک حد تک پہنچانا عقل و عادت دونوں کے نزدیک ممکن ہو۔	(۱) بودیم برکنار ز تیمار روزگار ‌ ‌ تا داشت روزگار ترا در کنار! (انوری) (یعنی جب تک زمانہ نے تجھ کو ہماری آغوش میں رکھا اس وقت تک زمانے کے جھگڑے بکھیڑوں سے علٰحدہ تھے) یہ بات یعنی جب تک معشوق کے وصال سے

لطیفہ: وہ صنعت ہے جو شاعری اور سائنس، اور شاعری اور تاریخ کے درمیان ایک حد فاصل ہے اگر اس صنعت سے کام نہ لیا جائے، خیال اپنی جولانی چھوڑ دے، واقعات جوں کے توں بیان کئے جائیں، تو کلام سچا اور واقعہ ضرور ہوگا لیکن روح شاعری اُس سے نکل جائے گی اُس وقت کلام خواہ نظم ہو یا نثر ایک قالب بے روح ہوگا یا ایک پھول بے خوشبو۔ یہی وہ صنعت ہے جسمیں تخیل کو پرواز کا اور فضائے غیر معلوم کی سیر کا موقع ملتا ہے اور تخیل شاعری کی روح رواں ہے۔

اصطلاح	تعریف	مثال
مبالغہ (یا غلو اغراق۔ تبلیغ)		آدمی شاد کام رہے اسوقت تک وہ دنیا کے بکھیڑوں سے بھی آزاد رہے بہت کم نظر آتی ہو گر پھر بھی عقل و عادت دونوں کے نزدیک محال نہیں ہے (۲) پہونچے ہم آرزوئے وصل میں نزدیک بہ مرگ سو بھی ہے شکل ملاقات بہت دور ہمیں (سودا) یعنی وصل کی آرزو میں قریب بمرگ ہو جانا شاذ و نادر ہوتا ہو گر ہو سکتا ہو۔
	(ب) اغراق۔ اسے کہتے ہیں جب کسی امر کا ایک حد تک پہونچانا عقل میں تو آتا ہو مگر از روئے عادت محال ہو	(۱) مارا بکام خویش بمید و دلش بسوخت دشمن کرہیچ گاہ مبادا بکام ما (عرفی) (یعنی عشق میں ہماری ایسی حالت ہو گئی ہے کہ دشمن کو بھی ترس آتا ہے) یہ از روئے عادت ناممکن مگر از روئے عقل ممکن ہے (۲) گرگ نے دور عدل میں اس کے سیکھ لی راہ و رسم چوپانی (مومن) یہ بات بھی از روئے عادت ناممکن ہو گر از روئے عقل ممکن ہے
	(ج) غلو۔ اُسے کہتے ہیں کہ جس بات کا دعویٰ کیا جائے وہ از روئے عادت و عقل دونوں کے ناممکن ہو۔	(۱) سبک تگے کہ گرد ز سم او بیدار گرش بیفتد بر پشت چشم خفتہ گذار (ظہوری) (یعنی گھوڑا ایسا سبک قدم ہے کہ اگر کسی سوتے ہوئے شخص کی آنکھوں پر اس کا قدم پڑ جائے تو وہ شخص سوتا ہی رہے) (۲) صواب کرد کہ پیدا نکرد ہر دو جہاں یگانہ ایزد داور بے نظیر و ہمال دگرنہ ہر دو ببخشیدے او بروز جزا امید بندہ نماندے بایزد متعال (در مدح سلطان محمود) (اچھا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں جہان ایک ساتھ پیدا نہیں کئے ورنہ ممدوح دونوں کو بخش دیتا اور پھر قیامت کے دن بندہ کا تعلق اللہ تعالے کیساتھ باقی نہ رہتا) (۳) ہے اس آفت کا سبک سیر کہ اک اُسکا حاضری کھائے جو کلکتہ تو لندن میں ٹفن (اکبر؟) حاضری اور ٹفن کے درمیان عموماً پانچ چھ گھنٹے کا فاصلہ ہوتا ہے لہذا یہ عقلاً و عادتاً دونوں طرح محال ہے کہ گھوڑا کلکتہ سے لندن تک اتنی دیر میں پہنچ جائے۔ ہوائی جہاز بھی آجکل اتنا فاصلہ کم سے کم چھ سات دن میں طے کرتا ہے

اصطلاح	تعریف	مثال
مبالغہ ۔		(۴) جو بچے نکلے زباں سے چین میں تو لام لندن میں سوار اُس سے ذرا چل کہہ کے دیکھے اُس کی جولانی سمجھ کر موقلم کو تازیانہ ھانف اُڑ جائے مرقع میں اگر کھینچے اُسے بہزاد یا مانی (ذوقؔ بگرامی)
محتمل الضدین (توجیہ)	اس کو ذوجہتین بھی کہتے ہیں اس سے یہ مطلب ہے کہ کلام میں دو مختلف بلکہ دو متضاد معنوں کا احتمال ہو سکے ۔	(۱) اے خواجہ ضیا شود ز روئے تو ظُلَم — باطلعت تو عیش نماید ماتم (رشید الدین وطواط) (جناب آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کے روشنی تاریکی ہو جاتی ہے (یا تاریکی روشنی ہو جاتی ہے) اور آپ کی صورت کی زیارت سے عیش رنج ہو جاتا ہے (یا رنج عیش ہو جاتا ہے) اس شعر میں ایک معنی ذم پر دوسرے مدح پر دلالت کرتے ہیں ۔ (۲) مانوس طبع جس سے ہو یار حبیب کی — ہو جائے کاش شکل مری اس رقیب کی (ذہانت) دوسرا مصرع دو معنوں پر مشتمل ہے (۱) میری شکل رقیب کی ہو جائے تاکہ معشوق مجھ سے محبت کرنے لگے (۲) رقیب کی شکل میری ایسی ہو جائے تاکہ معشوق اُس سے نفرت کرنے لگے (۳) ع ۔ ہست در اصلت بلندی بے خلاف (رشید الدین وطواط) یہ مصرع تعریف میں ہے گر جب اس طرح پڑھیں ع ہست در اصلت پلیدی بے خلاف ۔ تو مذمت ہو جائے گی ۔ (دیکھو ہجو ملیح)
مدح موجّہ	(دیکھو استتباع)	
مذہب کلامی (یا احتجاج بدلیل)	اگر کلام دلیل و برہان پر مشتمل ہو تو اس صنعت کو مذہب کلامی کہتے ہیں کیونکہ دلیل و برہان سے کام لینا اہل کلام کا طریقہ ہے اور اگر کلام قیاس یعنی تمثیل پر مشتمل ہو تو اس کو مذہب فقہی کہتے ہیں	

اصطلاح	تعریف	مثال
مذہب کلامی۔	مذہب کلامی کو دعوی بادلیل اور مذہب نقیضی کو دعوی بالتمثیل سمجھنا چاہئے۔	
	(الف) مثال مذہب کلامی	(۱) ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما (حافظ) (یہ شعر ایک منطقی قضیہ کی صورت میں ہے۔ پہلا مصرع یعنی وہ شخص جس کا دل عشق سے زندہ ہو کبھی نہیں مر سکتا۔ بطور کلیہ کے ہے اور جزئیہ محذوف ہے۔ یعنی ہمارا دل عشق سے زندہ ہے۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا (دوسرا مصرع) کہ ہمارا دوام جریدہ عالم پر ثبت ہے یعنی ہم کبھی نہیں مریں گے۔ (۲) اگر عدم سے ہو ساتھ فکر روزی کا تو آب و دانہ کو لے کر گہر نہ ہو پیدا (مصحفی) اس شعر کی منطقی صورت یہ ہے کہ اگر عدم سے روزی کی فکر ہوتی تو اپنے ساتھ موتی آب و دانہ کو لیکر نہ پیدا ہوتا۔ لیکن وہ آب و دانہ لیکر پیدا ہوتا ہے لہذا روزی کی فکر عدم سے ساتھ ہوتی ہے (۳) در خور قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہ ہوا پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا (غالب) اس کی بھی صورت ایک منطقی قضیہ کی سی ہے جس میں کلیہ محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی کا کوئی مقابل نہیں ہے تو وہ یکتا ہے اور پہلا مصرع جزئیہ ہے یعنی میرا مقابل مصائب و بلا برداشت کرنے میں کوئی نہیں ہے۔ لہذا نتیجہ نکلا (جو دوسرے مصرع میں ہے) کہ میں یکتا ہوں۔ واضح رہے کہ حافظ کے مذکورہ بالا شعر میں جزئیہ محذوف ہے اور اس شعر میں کلیہ۔
	(ب) مثال مذہب نقیضی۔	(۱) فارسی کی مثال کے لئے دیکھو صنعت ترجمہ کی مثالوں میں ابوالفرج رونی کی رباعی اور جلال لکھنوی کا اردو ترجمہ) (۲) دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا (ذوق) دعویٰ یہ ہے کہ چھوٹوں کو اللہ بڑائی دیتا ہے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے

اصطلاح	تعریف	مثال
مذہب کلامی۔		کوئی دلیل نہیں لاتے بلکہ تمثیل لاتے ہیں کہ دیکھو آنکھ کا تل کتنی چھوٹی سی چیز ہے گر اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی عظمت اس کو دی ہے کہ آسمان ایسی عظیم الشان چیز اُسمیں سما جاتی ہے۔ (۳) لطافت بے کثافت جلوہ آرا ہو نہیں سکتی چمن زنگار ہے آئینۂ باد بہاری کا (غالب) پہلے مصرع میں دعوی کیا گیا کہ کوئی لطیف چیز بغیر کسی کثیف یعنی مادی چیز کی شرکت کے ہماری نظر میں نہیں آسکتی اسکی کوئی دلیل نہیں پیش کی گئی بلکہ تمثیل دی گئی (جو دوسرے مصرع میں ہے) کہ باد بہاری یعنی بہار کو دیکھو ایک لطیف چیز ہے اس کا ظہور صرف اُسیوقت ہوتا ہے جب چمن میں گل بوٹے ظاہر ہوتے ہیں گویا بہار ایک لطیف آئینہ ہے اور چمن اسکی مادی صیقل ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک آئینہ میں صیقل نہو گی کوئی چیز اُسمیں نظر نہ آوے گی
مراعاتُ النظیر[۱]	اس کو تناسب۔ توفیق۔ تلفیق بھی کہتے ہیں اور معمولی بول چال میں یہی صنعت ضلع جگت کے نام سے مشہور ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ جمع کیے جائیں جن کے معنی میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک نسبت واقع ہو مگر یہ نسبت تضاد و تقابل کی نہو۔	(۱) اَصَحُّ وَاَقوٰی مَا سَمِعنَاہُ فِی النَّدیٰ مِنَ الخَبَرِ المَاثُورِ مُنذُ قَدِیمٖ اَحَادِیثُ یَروِیھَا السُّیُولُ مِنَ الحَیَا عَنِ البَحرِ عَن کَفِّ الاَمِیرِ تَمِیمٖ (ابو رشیق) (اخبار ماثورہ جو بخشش کے بارے میں ہیں اُن میں سب سے صحیح تر اور قوی تر خبر جو زمانہ قدیم سے اب تک ہم کو پہنچی ہے وہ حدیث ہے جو سیل (بہیا) مینھ کے پانی سے، مینھ کا پانی سمندر سے، اور سمندر امیر تمیم کی ہتھیلی سے روایت کرتے ہیں۔) یہ شعر ابن تمیم کی مدح میں ہے اور اس میں دو چیزوں کے مناسبات مثلاً،

[۱] ایہام تناسب کے لیے جو صنعت مراعاۃ النظیر کی ایک قسم ہے، دیکھو ایہام۔

اصطلاح	تعریف	مثال
مراعاۃ النظیر		ہوتے ہیں۔ (۱) مناسبات علم حدیث اور (۲) مناسبات آب۔ علم حدیث کے مناسبات یہ ہیں۔ صحت، قوت، سماعت، خبر ماثور، احادیث، روایت، اور مناسبات آب یہ ہیں۔ سیل، میا، اور بحر۔ ایک بلیغ نکتہ ان اشعار میں یہ ہے کہ جس طرح علم حدیث میں آخری راوی کا مرتبہ اس سے قبل کے راوی کے مرتبہ سے کمتر ہوتا ہے یعنی چھوٹا اپنے بڑے سے حدیث نقل کرتا ہے اسی طرح یہی تناسب بخشش کی روایت میں بھی قائم رکھا ہے یعنی بخشش کی روایت سیل نے مینھ کے پانی سے سنی جو اس کی اصل ہے۔ مینھ کے پانی نے یہی روایت سمندر سے سنی جو اس کی اصل ہے اور سمندر نے اسی روایت کو ممدوح کی ہتیلی سے سنا جو سب کی اصل ٹھہری۔ مختصر یہ کہ کفِ ممدوح بخشش اور عطا کی اصل ہے۔ (یہ عربی شعر مثال میں اس لئے دیا گیا کہ صنعت مراعاۃ النظیر کی ایک کامل مثال ہونے کے علاوہ اس میں مبالغہ اور طرز بیان نہایت ہی حسین ہے) (۲) یار گندم گوں اگر میل کرے نیم جو ہر دو عالم در نگاہ ما نیاید یک عدس (حافظ) (اگر ہمارا گندمی رنگ معشوق ہم سے آدھے جو کے برابر بھی محبت کرتا تو دونوں عالم ہم کو ایک مسور کی دال سے بھی چھوٹے نظر آتے) گندم، جو، عدس یہ سب رعایتیں ہیں۔ (۳) بہرام روز کوشش و ناہید روز بزم برجیس روز بخشش و خورشید روز بار (مسعود سعد) (اپنے ممدوح کی نسبت کہتا ہے کہ لڑائی کے دن وہ بہرام یعنی مریخ ہے۔ بزم میں زہرہ ہے۔ بخشش کے دن مشتری ہے اور دربار کے وقت آفتاب ہے) چاروں سیاروں کے نام بطور رعایت استعمال ہوئے ہیں۔ (۴) جبین والفجر تو واللیل گیسوئے معنبر تو خطاب خسرو یوسف ہو نگہ معنی [illegible] (اخوان [illegible])

اصطلاح	تعریف	مثال
مراعات النظیر		صحف کی رعایت سے سورۂ والفجر، واللیل اور یوسف کا ذکر کیا گیا۔ (۵) رو میں ہے رخش عمر کہاں دیکھیے تھمے — نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں (غالب) عمر کی تشبیہ گھوڑے سے دی ہے اور اسی کی مناسبت میں الفاظ رو، رخش، تھمے باگ اور رکاب استعمال ہوئے ہیں۔
مزادجہ	اس صنعت میں دو معنی بطور شرط و جزا کی دونوں مصرعوں میں ظاہر کیے جاتے ہیں اس طور پر کہ جو امر پہلے مصرع میں بیان ہوتا ہے وہ تبدیل الفاظ کے ساتھ دوسرے مصرع میں بھی بیان کیا جاتا ہے۔	(۱) چوں مرا بینی شود لطفت مبدل با عتاب — چوں ترا بینم شود صبرم بدل با اضطراب (۲) جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوئی — ملنے کے دن جو آئے تو پھر رات کم ہوئی (۳) اچنبھا ہے اگر چپکا رہوں مجھ پر عتاب آوے — وگر قصہ کہوں دل کا تو سنتے اس کو خواب آوے (میر)
مشاکلہ	لفظی معنی ہم شکل ہونا۔ اصطلاح میں مراد یہ ہے کہ دو لفظ ایسے استعمال کیے جائیں جو صورت میں ایک ہوں مگر معنی علیحدہ رکھتے ہوں۔	(۱) جَزَاءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ (قرآن مجید) (بدی کا بدلہ بدی یعنی عذاب ہے) (۲) لب سوال مرا دار بخیہ بر شلاست — عبث بخرقۂ خود بخیہ می زند درویش (صائب) (فقیر اپنے خرقہ کو ناحق بخیہ کرتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے ہونٹوں کو سی لے یعنی کسی سے سوال نہ کرے) یہاں لفظ بخیہ ہر دو مصرع میں بصورت مشاکلہ واقع ہوا ہے جس سے خاموشی میں مزید اہتمام مقصود ہے۔ (۳) میں وہ رونے والا چلا ہوں جہاں سے — جسے ابر ہر سال روتا رہے گا (میر) ابر کے برسنے کو رونے سے تعبیر کیا ہے۔
مقابلہ[1]	جب کسی شعر میں دو یا زیادہ معنی جو ایک دوسرے کے ضد اور مخالف ہوں یکجا بیان کیے جائیں اور بعد اس کے پھر دو ایسے معنی بیان کیے جائیں جو علی الترتیب	(۱) مخالفان تو مردود چوں جواب خطا — موافقان تو مقبول چوں سوال صواب (انوری) اس شعر میں مصرع ثانی کے تمام الفاظ نمبروار مصرع اول کے الفاظ کے مقابل واقع ہوئے ہیں۔ (۲) چہرۂ صبر رُخ تو ایک سنبل شگفام دو — حسن بتاں کے دور میں ایک سحر ہے شام دو

[1] بعض لوگ اس کو صنعت طباق ہی کی ایک قسم سمجھتے ہیں اور بعض اس کو ایک علیحدہ صنعت خیال کرتے ہیں۔

اصطلاح	تعریف	مثال
مقابلہ۔	ایک پہلے کی اور ایک دوسرے کی ضد ہو تو اس کو صنعت مقابلہ کہتے ہیں۔ ضد اور ایک دوسرے کے مخالف نہ ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ باہم متناسب بھی ہوں اگر ان میں تناسب پایا جائے گا تو وہ صنعت مراعاۃ النظیر ہو جائے گی۔ بس یہی فرق صنعت مقابلہ اور مراعاۃ النظیر میں ہے اور طباق اور مقابلہ میں یہ فرق ہے کہ اول الذکر میں کوئی ترتیب و تناسب کی ضرورت نہیں۔ صرف معنی کا تقابل و متضاد ہونا ضروری ہے جیسے مرنا، جینا، سونا، جاگنا وغیرہ اور مقابلہ میں علاوہ تقابل و تضاد کے معنی کا تناسب ہونا بھی لازمی ہو جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہوگا (نیز دیکھو طباق کی مثالیں)	پہلے مصرع میں چہرہ اور سنبل کی مناسبت سے سحر و شام لائے اور چونکہ سحر کے مقابل شام ہے لہذا یہ صنعت مقابلہ ہے۔ (۳) دنیا بھی عجیب بزم فانی دیکھی ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی (انیس) اس میں "جوانی" اور "بڑھاپا" اور "آکے نہ جائے" اور "جاکے نہ آئے" میں دو ہرا تقابل ہے۔ (۴) ہے ازل سے روائی آغاز ہو ابد تک رسائی انجام (غالب) اس شعر میں بھی مثل مذکورہ بالا فارسی شعر کے تمام الفاظ میں علی الترتیب تقابل و تضاد ہے جیسا کہ نمبروں سے ظاہر ہے۔
ہجو	اس سے یہ مطلب ہو کہ کسی شخص یا چیز کے عیوب اور صفات ذمیمہ کا بیان مبالغہ آمیز اور مذاقیہ الفاظ میں کیا جائے۔ یہی چیز اگر بجائے الفاظ کے نقشے یا تصویر سے ظاہر کی جائے تو ایسی تصویر کو کارٹون کہتے ہیں۔	(اردو مثالوں کے لئے دیکھو سودا کی مشہور ہجویں) (۱) بدہن نان خواجہ چوں بردم خواجہ گفتا کہ آہ من مُردم گفتمش خواہ میر و خواہ مبیر کہ من ایں لقمہ را فرو بُردم (کمال اسمٰعیل) (۲) شخصے بد ما بخلق می گفت ما از بد او نمی خراشیم ما نکی او بخلق گفتیم تا ہر دو دروغ گفتہ باشیم (کمال اسمٰعیل)

لہ براؤن صاحب نے اپنی ادبی تاریخ ایران میں یہ قطعہ اس طرح پر لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے بہتر کوئی مہذب اور متین (بقیہ دیکھو آئندہ)

اصطلاح	تعریف	مثال
ہجو ملیح	کسی شخص یا چیز کی ہجو ایسے الفاظ میں کرنا جن سے بظاہر کوئی ہجو نہ معلوم ہوتی ہو بلکہ ایک قسم کی تعریف نکلتی ہو۔ ہجو ملیح کو تحمل الضدین کی ایک قسم خیال کرنا بجا ہے (دیکھو تحمل الضدین یا توجیہ)	(۱) دار و احمد گر ایک ہیں مرد عزیز — فہم میں سرتا قدم اور سراپا تمیز (سودا) دوسرا مصرع ہجو ملیح ہے مطلب یہ ہے کہ بالکل نافہم اور بے تمیز ہیں۔ (۲) عدالت ان دنوں ایسی بڑھائی ہے زمانہ نے کہ شمشیر و گلو پیتے ہیں ایک ہی گھاٹ پر پانی (منیر شکوہ آبادی) عدالت کی تعریف میں یہ مثل ہے کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں مگر شمشیر اور گلو کا ایک گھاٹ پانی پینا انتہا درجہ کا ظلم اور اندھیر کی علامت ہے۔ لہذا شعر کے ظاہری معنی سے مدح معلوم ہوتی ہے مگر دراصل ہجو ہے۔
الہزل الذی یراد بہ الجد	اس سے یہ مطلب ہے کہ کلام بطور ہزل کے ہو لیکن مراد اس سے ہزل نہ ہو بلکہ کوئی اخلاقی نکتہ اس میں ملحوظ ہو۔	زن کردار و بسوئے حمداں رائے — حمد حمداں کند نہ حمد خدائے (حکیم سنائی) (حمداں آلۂ تناسل کو کہتے ہیں۔ یعنی یہ ہیں کہ جو عورت شہوت پرست ہے وہ خدا کی عبادت کیوں کر کر سکتی ہے الفاظ فحش ہیں مگر معانی بلند ہیں۔ (۲) دنیا سی خانگی کوئی ہوگی نہ بیسوا — شوہر سے اپنے رہتی نہ دیکھی یہ زن درست (آتش) اس میں بھی لفظ خانگی اور بیسوا شانت سے گرے ہوئے ہیں مگر شعر میں ایک اخلاقی نصیحت مضمر ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) مثال ہجو کی میں نے نہیں دیکھی سے

گر خواجہ ز بہر ما بدے گفت — ما چہرہ ز غم نمی خراشیم
ما غیر نکوئیش نگوئیم — تا ہر دو دروغ گفتہ باشیم

(ادبی تاریخ ایران جلد ۲ صفحہ ۸۲)

عِلمِ عُروض کے بیان میں

علم عروض کے بیان میں

علم عروض کی تعریف | عروض اُس علم کا نام ہے جس میں شعر[1] کے اصلی ضروریات یعنی وزن، تقطیع اور قافیہ سے بحث کیجائے

عروض کا موجد | اس فن کا واضع خلیل ابن احمد فراہیدی (متوفی سنہ ۱۷۰ھ) ہے

عروض کی وجہ تسمیہ | اس میں مختلف رائیں ہیں (۱) بعض کہتے ہیں کہ لفظ عروض خانہ کعبہ کا ایک نام ہے اور خلیل نے جس وقت اس فن کے قواعد و اصول مرتب کئے وہ اتفاق سے مکہ معظمہ میں تھا (۲) بعض کی یہ رائے ہے کہ چونکہ شعر کو چند مقررہ قواعد پر "عرض" کرتے ہیں (پھیلاتے ہیں) یعنی اُس کا موزوں یا ناموزوں ہونا جانچتے ہیں اس لئے اس فن کو عروض کہتے ہیں (۳) بعض لفظ عروض کے لغوی معنوں سے اُس کا تعلق

---

[1] قدمانے شعر کی تعریف حسب ذیل طریقوں سے کی ہو مگر سبکے نزدیک شعر کیلئے وزن اور قافیہ بہت ضروری ہو اگر یہ نہ ہو گا تو کلام شعر نہیں کہا جا سکتا

(۱) اَلشِّعْرُ کَلَامٌ عُقِّدَ بِالْقَوَافِیْ (شعر وہ کلام ہے جو قافیوں کی گرہ میں باندھا گیا ہو) (ابن سیرین)

(۲) بنیۃ الشعر اربعۃ اشیاء اللفظ والوزن والمعنیٰ والقافیۃ فھذا ھو الحد (شعر کی بنا دان چار چیزوں پر قائم ہے (۱) لفظ (۲) وزن (۳) معنی (۴) قافیہ۔ اور یہی اُس کی تعریف ہے) (ابن رشیق)

(۳) لا یسمّی شعرًا حتی یکون لہ وزن وقافیۃ (شعر کو شعر نہیں کہیں گے جبتک اسمیں وزن اور قافیہ نہو) (ابن رشیق)

(۴) شعر کو خانۂ مکان سمجھنا چاہئے۔ فرش اسکا شاعر کی طبیعت اور عرش حفظ و روایت (یعنی اساتذہ کے کلام پر نظر ہونا) اور دروازہ اُسکا مشق و مہارت۔ اور ستون اس کے علم و معرفت ہیں۔ صاحب خانہ معانی ہیں۔ مکان کی شان مکین سے ہوا کرتی ہے، وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اوزان اور قوافی قالب مثال کے مانند ہیں یا خیمہ میں چوب وطناب کی جگہ جن پر خیمہ تنا اور کھڑا ہوتا ہے۔ (ابن رشیق) ماخوذ از مرآۃ الشعر

کسی نہ کسی طرح اصطلاحی معنی کے ساتھ پیدا کر لیتے ہیں۔ مگر صحیح اور مناسب وجہ تسمیہ نمبر ۲ معلوم ہوتی ہے۔

(۱) وزن شعر اور بحور کے متعلّق

عربی علم عروض کی بنا حروف ثلثہ ف۔ ع۔ ل پر ہے۔ جس طرح کہ لغات عرب کے اوزان انھیں تین حرفوں سے دریافت کیے جاتے ہیں۔ اُسی طرح عروض کے ارکان بھی انھیں تین حروف اور بعض حروف زائد شلاً الف۔ ت۔ س۔ ن وغیرہ سے ملا کر معلوم کیے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل ارکان بحور میں کہی جائے گی۔

موزوں و ناموزوں موزوں سے یہ مطلب ہے کہ عروضیوں کے مقرر کیے ہوئے وزنوں میں سے کسی وزن کے برابر ہو اور ناموزوں سے یہ مطلب ہے کہ اُن اوزان میں سے کسی کے برابر نہ ہو مثلاً لفظ سراسر فعولن کے وزن پر ہے۔ مگر لفظ مکافات بغیر کسی دوسرے لفظ کے ملے ہوئے کسی عروضی وزن پر نہیں ہے۔

رُکن وہ الفاظ مقررہ جن سے شعر کا وزن کیا جاتا ہے۔ رُکن آٹھ ہیں۔ دو پنج حرفی فعُولُن۔ فاعِلُن اور چھ سات حرفی مفاعیلن۔ مفعولاتُ۔ فاعلاتن۔ مستفعلن۔ متفاعلن۔ مفاعلتن۔ انھیں ارکان کو اصول۔ اجزا۔ میزان۔ افاعیل۔ تفاعیل۔ اوزان عروض بھی کہتے ہیں۔

اصول سہ گانہ وہ اجزا جن سے ارکان بحر مرکب ہیں۔ یہ تین ہیں۔ یعنی سبَب۔ وتَد۔ فاصلہ۔

سبب ایسا لفظ یا جزو لفظ جو دو حرفوں سے مل کر بنے۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) سبب خفیف جس میں پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو جیسے گل۔ دل وغیرہ۔ (۲) سبب ثقیل جس میں دونوں حرف متحرک ہوں جیسے "گل سُرخ" میں لفظ "گل" بکسر لام۔

وتد ایسا لفظ یا جزو لفظ جو تین حرفوں سے مل کر بنے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) وتد مجموع (یا وتد مقرون) یعنی ایسا سہ حرفی لفظ یا جزو لفظ جس کے پہلے دو حرف متحرک ہوں اور تیسرا ساکن جیسے کرم گر وغیرہ۔ (۲) وتد مفروق یعنی ایسا سہ حرفی لفظ یا جزو لفظ جس کا حرف اول و آخر متحرک اور حرف اوسط ساکن ہو۔ جیسے کار بار۔ بخت۔ تخت[1] وغیرہ۔

فاصلہ ایسا لفظ یا جزو لفظ جو چار حرفوں سے مل کر بنے اس کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) فاصلہ صغریٰ (فاصلہ صولت) یعنی ایسا چو حرفی لفظ یا جزو لفظ جس کے تین حرف اول متحرک ہوں جیسے صنما۔ چکنم وغیرہ (اردو میں کوئی ایسا مفرد

---

[1] بظاہر لفظ بخت و تخت وغیرہ کے آخری دو حرف ساکن ہیں لیکن عروضیوں کے نزدیک حرف آخر "ت" متحرک ہے کیونکہ ان کے نزدیک ساکن دو حرف ہو جس کا حرف ماقبل متحرک ہو نہ کہ وہ جس کا حرف ماقبل ساکن ہو پس اسی اعتبار سے الفاظ تخت و بخت وغیرہ وتد مفروق کی مثالیں ہیں۔

چو حرفی لفظ نہیں ملتا) (۲) فاصلۂ کبریٰ (جس کو فاصلۂ ضبط بھی کہتے ہیں) یعنی ایسا پنج حرفی لفظ یا جزو لفظ جس میں چار حرف متصل متحرک ہوں اور پانچواں ساکن ہو جیسے عربی لفظ سَمَکَۃٌ (اُردو میں اس کی بھی کوئی مثال نہیں ہے)

بعض کے نزدیک سبب اور وتد ہی اصلی جز دارکان ہیں۔ فاصلہ کوئی چیز نہیں۔ جو لوگ یہ رائے رکھتے ہیں وہ فاصلۂ صغریٰ کو سبب ثقیل اور سبب خفیف کا مجموعہ۔ اور فاصلۂ کبریٰ کو سبب ثقیل اور وتد مجموع کا مجموعہ خیال کرتے ہیں۔ مثلاً رکن مُتَفاعِلُن فاصلۂ صغریٰ (متفا) + وتد مجموع (علن) کا نام ہے۔ مگر وہ لوگ جو فاصلہ کا وجود نہیں مانتے وہ کہیں گے کہ یہ مجموعہ ہے سبب ثقیل (مُتَ) + سبب خفیف (فا) + وتد مجموع (علن) کا۔

بحر

ارکان افاعیل کی تکرار سے جو کوئی خاص وزن پیدا ہو اس کو بحر کہتے ہیں مثلاً مفاعیلن۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن (چار بار) کی تکرار سے بحر ہزج سالم پیدا ہوتی ہے۔

ابتدا میں خلیل بن احمد بصری نے جو بحریں ایجاد کی تھیں۔ ان کی تعداد پندرہ ہے۔ یعنی طویل۱۔ مدید۲۔ بسیط۳۔ کامل۴۔ وافر۵۔ ہزج۶۔ رجز۷۔ رمل۸۔ منسرح۹۔ مضارع۱۰۔ سریع۱۱۔ خفیف۱۲۔ مجتث۱۳۔ مقتضب۱۴ اور متقارب۱۵۔ اس کے بعد چار اور بحریں دریافت ہوئیں۔ (۱) متدارک جس کو ابوالحسن اخفش نحوی نے ایجاد کیا۔ (۲) جدید (اسکو بحر غریب بھی کہتے ہیں) جسکا واضع بزرجمہر سمجھا جاتا ہے (۳) بحر قریب۔ (۴) بحر مشاکل۔ لہٰذا کل بحروں کی تعداد اُنیس۱۹ ہے۔

مفرد اور مرکب بحریں

ان میں سے سات بحریں مفرد اور بارہ مرکب ہیں۔ مفرد بحریں وہ ہیں جن میں ایک ہی رکن کی تکرار ہو۔ اور مرکب وہ ہیں جو دو مختلف رکنوں کی تکرار سے پیدا ہوں۔

سات مفرد بحریں

(۱) ہزج۔ جو مفاعیلن کی چار بار تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔
(۲) رجز۔ جو مستفعلن کی چار بار تکرار سے پیدا ہوتی ہے۔
(۳) رمل۔ جو فاعلاتن کی چار بار تکرار سے پیدا ہوتی ہے
(۴) کامل۔ جو متفاعلن کی چار بار تکرار سے پیدا ہوتی ہے۔
(۵) وافر۔ جو مفاعلتن کی چار بار تکرار سے پیدا ہوتی ہے۔
(۶) متقارب جو فعولن کی چار بار تکرار سے پیدا ہوتی ہے۔
(۷) متدارک جو فاعلن کی چار بار تکرار سے پیدا ہوتی ہے۔

بارہ مرکّب بحریں

(۱) منسرح۔ مستفعلن مفعولاتُ۔ دو بار۔

(۲) مقتضب ۔ مفعولاتُ مستفعلن دوبار ۔
(۳) مضارع ۔ مفاعیلن فاع لاتن دوبار ۔
(۴) مجتث ۔ مس تفع لن فاع لاتن دوبار ۔
(۵) طویل ۔ فعولن ۔ مفاعیلن دوبار ۔
(۶) مدید ۔ فاعلاتن ۔ فاعلن دوبار ۔
(۷) بسیط ۔ مستفعلن ۔ فاعلن دوبار ۔
(۸) سریع ۔ مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن ۔
(۹) خفیف ۔ فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن ۔
(۱۰) جدید ۔ فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن ۔
(۱۱) قریب ۔ مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن ۔
(۱۲) مُشاکل ۔ فاع لاتن ۔ مفاعیلن مفاعیلن ۔

فک بحور جب ایک بحر کے ارکان کے تغیر و تبدل سے کوئی دوسری بحر یا بحور پیدا ہوں تو اس کو فک بحور کہتے ہیں مثلاً بحر ہزج کا رکن مفاعیلن ہے جس میں پہلے وتد مجموع (مفا) اور پھر دو سبب خفیف (عی ۔ لن) ہیں ۔ اس میں اگر اس طرح تغیر و تبدل کیا جائے کہ ایک سبب خفیف (لن) پہلے رکھیں اس کے بعد وتد مجموع (مفا) اور پھر دوسرا سبب خفیف (عی) رکھا جائے تو لن مفا عی پیدا ہوتا ہے جو فاعلاتن کے ہم وزن ہے، اور یہی فاعلاتن بحر رمل کا وزن ہے ۔ پھر اگر دونوں سبب خفیف (عی لن) پہلے رکھے جائیں اور وتد مجموع (مفا) بعد کو آئے تو یہ مجموعہ "عیلن مفا" ہوا جو مستفعلن کے ہم وزن ہے اور یہی بحر رجز کا وزن ہے ۔ اسی طرح اسباب و اوتاد کے تغیر و تبدل سے دوسری بحریں بھی حاصل ہوتی ہیں ۔

متذکرۂ بالا پیرا کا مطلب اشارات و علامات کی مدد سے اختصار کے ساتھ اس طرح ظاہر ہو سکتا ہے ۔

مفاعیلن = مفا + عی + لن = مفاعیلن = وزن بحر ہزج

لن مفا عی = لن + مفا + عی = فاعلاتن = وزن بحر رمل

عیلن مفا = عی + لن + مفا = مستفعلن = وزن بحر رجز

(نوٹ :۔ + علامت جمع کرنے کی اور = مساوی یا برابر ہونے کی علامت ہے)

زحافات بحور زحاف کے معنی ہیں ارکان بحور کے حروف میں تغیر و تبدل کرنا یعنی اُن کے حروف گھٹانا یا بڑھانا یا ساکن کردینا۔ ظاہر ہے کہ عربی فن عروض کی ابتدا ملک عرب میں ہوئی تھی لہذا واضع نے ابتدا میں ایسے الفاظ اشعار میں رکھے اور الفاظ کے ذریعہ سے ایسی دُھنیں قائم کیں جو اس ملک کے رہنے والوں کو مرغوب تھیں اور جنکے وہ مدتوں سے عادی ہو گئے تھے۔ جب عربوں کا تسلط ایران پر ہوا تو ایران کی زبان فارسی بھی عربی کے تابع ہو گئی اور زبان کے ساتھ عربی شاعری بھی ملک میں رواج پانے گی۔ مگر عربی اشعار چونکہ اجنبی بحروں میں ہوتے تھے لہذا بجنسہ بلا تغیر و تبدل وہ اہل ایران کو مرغوب نہ ہوئے۔ پس ضرورت محسوس ہوئی کہ ارکان میں کچھ ایسی ترمیم کیجائے جو اہل عجم کے پسند خاطر ہو۔ اس طرح عربی کی سالم بحروں میں زحافات کی بنیاد پڑی۔

البتہ جو سالم بحریں کانوں کو اچھی معلوم ہوئیں یا جنہیں ان کے نزدیک کافی موسیقیت تھی وہ جوں کی توں رکھی گئیں۔ چنانچہ بحر ہزج سالم (مفاعیلن چار بار) اور بحر رجز سالم (مستفعلن چار بار) اب بھی فارسی اور اُسی کی تقلید میں اردو میں بلا کم و کاست موجود ہیں مگر بحر رمل سالم (فاعلاتن چار بار) بغیر قصر یعنی حذف نون کے مقبول نہ ہوئی۔ اب ہم بحور مستعملہ اردو ان کے ضروری اور مشہور مشہور زحافات بالاجمال علٰحدہ علٰحدہ درج کرتے ہیں۔

بحورِ مستعملہ فارسی و اُردو اور اُن کے اَوزان

بحر	وزن	
۱۔ بحر ہزج سالم	مفاعیلن چار بار	یہ بحور مفردہ کہلاتی ہیں۔
۲۔ بحر رمل سالم	فاعلاتن چار بار	
۳۔ بحر رجز سالم	مستفعلن چار بار	
۴۔ بحر کامل	متفاعلن چار بار	
۵۔ بحر وافر	مفاعلتن چار بار	
۶۔ بحر متقارب	فعولن چار بار	
۷۔ بحر متدارک	فاعلن چار بار	

وزن	بحر
مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ	۱- بحر منسرح
مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن	۲- بحر مقتضب
مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن	۳- بحر مضارع
مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن	۴- بحر مجتث
فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن	۵- بحر طویل
فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن	۶- بحر مدید
مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن	۷- بحر بسیط
مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ	۸- بحر سریع
فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن	۹ بحر خفیف
فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن	۱۰- بحر جدید
مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن	۱۱- بحر قریب
فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن	۱۲- بحر مشاکل

(یہ بحور مرکبہ کہلاتی ہیں)

(نوٹ:- یہ اوزان ایک مصرعہ کے ہیں لہذا پورے بیت کا وزن اس کا دونا ہوگا۔)

زحافات بحور حسب ذکرۂ بالا حسب ذیل ہیں،

زحافات بحر ہزج (مفاعیلن)

وزن	تشریح	زحاف
مفاعیلن کا پہلا حرف میم گرایا تو فاعیلن رہا جو مفعولن کے برابر ہے	وتد مجموع کا پہلا حرف گرا دینا	۱- خرم

زحاف	تشریح	وزن
۱- خرم ۔		جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو اخرم کہتے ہیں۔
۲- کف	رکن کے ساتویں حرف کو گرادینا	مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام رہ جاتا ہے جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو مکفوف کہتے ہیں
۳- قصر	حرف ساکن سبب خفیف کو جو رکن کے آخر میں آئے گرادینا اور ما قبل کو ساکن کر دینا	مفاعیلن سے لن سبب خفیف کا ساکن گر گیا۔ لام ساکن ہو گیا۔ مفاعیل رہا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو مقصور کہتے ہیں
۴- قبض	رکن کے پانچویں حرف ساکن کو جو سبب میں ہو گرادینا۔	مفاعیلن کا پانچواں حرف ساکن ی ہے اس کو گرایا تو مفاعلن رہا جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو مقبوض کہتے ہیں
۵- شتر	خرم اور قبض کا جمع ہونا۔	مفاعیلن سے بسبب خرم م گرا اور بسبب قبض یائے تحتانی گری۔ فاعلن رہا جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو اشتر کہتے ہیں۔
۶- حذف	سبب خفیف جو رکن کے آخر میں ہو گرانا	مفاعیلن سے لن کہ آخر کا سبب خفیف گر پڑا تو مفاعی رہا اُس کی جگہ فعولن رکھ دیا جس رکن میں یہ عمل ہو اُسکو محذوف کہتے ہیں
۷- خرب	اجتماع خرم وکف۔	مفاعیلن کا م بسبب خرم اور ن بسبب کف گرادیا تو فاعیل بروزن مفعول رہا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو اخرب کہتے ہیں۔
۸- ہتم	حذف اور قصر کے زحاف کا رکن میں جمع ہو جانا۔	مفاعیلن سے لن بسبب حذف اور ی بسبب قصر گری۔ عین ساکن ہو گیا تو مفاع رہا اس کو فعول (لام ساکن) سے بدل لیا۔ جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو اہتم کہتے ہیں
۹- جب	سبب خفیف جو آخر رکن میں ہوں اُن کو حذف کر دینا۔	مفاعیلن سے عی اور لن دو سبب خفیف گر کر مفا رہا اسکی جگہ فعل رکھ دیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو مجبوب کہتے ہیں
۱۰- زلل	زحافات خرم وہتم کا جمع ہونا۔	مفاعیلن سے بسبب خرم فاعیلن اور بسبب ہتم فاع باقی رہا جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو ازل کہتے ہیں۔
۱۱- بتر	اجتماع خرم وجب۔	مفاعیلن میں م بسبب خرم اور دونوں سبب بسبب جب کے حذف ہو گئے تو فاعیلن سے فا باقی رہا اُس کو فع سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو ابتر کہتے ہیں۔

زحاف	تشریح	وزن
۱۲۔ تسبیغ	ایک سبب خفیف کے بیچ میں جو آخر رکن میں واقع ہو الف زیادہ کرنا	مفاعیلن سے **مفاعیلان** ہوگیا جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو **مسبّغ** کہتے ہیں۔

زحافات بحر رَمل (فاعلاتن متصل)

زحاف	تشریح	وزن
۱۔ خبن	اسقاط حرف ساکن سبب خفیف کو جو رکن کے اول میں ہو۔	فاعلاتن سے **فعلاتن** رہ گیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو **مخبون** کہتے ہیں۔
۲۔ کف	دیکھو زحاف کف متعلق مفاعیلن	فاعلاتن میں اسقاط ساکن ہفتم سبب خفیف کے بعد **فاعلاتُ** بضم تا رہا۔ جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو **مکفوف** کہتے ہیں۔
۳۔ قصر	دیکھو قصر مفاعیلن۔	فاعلاتن سے فاعلات رہا وہ **فاعلان** سے بدل گیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو **مقصور** کہتے ہیں
۴۔ تشعیث	وتد مجموع کے پہلے یا دوسرے متحرک کو گرانا۔	فاعلاتن میں علا وتد مجموع ہے۔ حرف متحرک کے گرانے کے بعد فالاتن رہا اس کو **مفعولن** سے بدل دیا جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو **مشعّث** کہتے ہیں۔
۵۔ شکل	خبن اور کف کا رکن میں جمع ہونا۔	فاعلاتن سے بسبب خبن پہلا الف گرا اور بسبب کف نون گرا **فعلاتُ** رہا۔ جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو **مشکول** کہتے ہیں۔
۶۔ حذف	دیکھو حذف مفاعیلن	فاعلاتن سے تن گر کر فاعلا رہا اس کی جگہ **فاعلن** رکھ دیا جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو **محذوف** کہتے ہیں
۷۔ بتر	حذف و قطع کے زحافات جمع کرنا۔	فاعلاتن سے حذف کی وجہ سے فاعلا رہا۔ پھر قطع کی وجہ سے الف گرا تو فاعل رہا اس کو فعلن سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو **ابتر** کہتے ہیں۔
۸۔ جحف	فعلاتن مخبون کا فاصلہ صغریٰ حذف کرنا	فعلاتن سے تن رہا۔ اُس کو **فع** سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو **مجحوف** کہتے ہیں۔

زحاف	تشریح	وزن
۹۔ ربع	اجتماع زحافات خبن و تبر	فاعلاتن سے بسبب خبن کے بعد کا الف اور بسبب بتر آخر کا سبب یعنی تن اور اس کے ماقبل کا الف گر کر لام ساکن ہوا تو فعل رہا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو مربوع کہتے ہیں
۱۰۔ تسبیغ	دیکھو تسبیغ مفاعیلن	فاعلاتن سے فاعلاتان ہوا اس کی جگہ فاعلیّان استعمال کرتے ہیں۔ جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو مسبّغ کہتے ہیں
	زحافات بحر رجز (مستفعلن)	
۱۔ خبن	دیکھو خبن فاعلاتن	مستفعلن سے بسبب خبن مُتَفْعِلُنْ رہا اس کو مَفَاعِلُنْ سے بدل لیا۔
۲۔ طے	دو سبب خفیف میں سے ساکن چہارم کا گرانا جو رکن کے اول میں بفاصلہ واقع ہوں	بسبب طے حرف فا گر ا ستعلن رہا اس کو مفتعلن بکسر عین سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو مطوی کہتے ہیں
۳۔ قطع	حرف ساکن وتد مجموع کے حذف کرنے اور اس کے ماقبل کو ساکن کرنیکو کہتے ہیں۔ بشرطیکہ رکن کے آخر میں واقع ہوا ہو۔	مستفعلن سے نون گر کر لام ساکن ہوا مستفعل رہا اسکو مفعولن سے بدل دیا جس رکن میں یہ عمل ہو اسکو مقطوع کہتے ہیں
۴۔ خبل	اجتماع زحافات خبن و طے	مستفعلن سے بسبب خبن حرف سین اور بسبب طے حرف فا گر کر مُتَعْلُنْ رہا اس کو فَعِلَتُنْ سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو مخبول کہتے ہیں
۵۔ خلع	اجتماع زحافات خبن و قطع	مستفعلن سے بسبب خبن سین اور بسبب قطع نون گرا اور لام ساکن ہو گیا تو متفعل رہا اس کی جگہ فعولن رکھدیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو مخلوع کہتے ہیں۔

زحاف	تشریح	وزن
٦۔ رفع	ایک سبب خفیف کو حذف کرنا اس رکن سے جس کے اول میں دو سبب خفیف واقع ہوئے ہوں۔	مستفعلن سے تفعلن رہا اس کو فاعلن سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو مرفوع کہتے ہیں۔
٧۔ حذذ	وتد مجموع جو رکن کے آخر میں ہو گرا دینا	مستفعلن سے مستف رہا اس کی جگہ فعْلن بسکون عین رکھ دیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو محذوذ کہتے ہیں۔
٨۔ اذالہ	ایک الف وتد مجموع میں ساکن سے قبل زیادہ کرنا بشرطیکہ وتد رکن کے آخر میں ہو۔	مستفعلن سے مستفعلان ہو گیا۔ جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو مُذال کہتے ہیں
٩۔ ترفیل	وتد مجموع کے آخر رکن پر سبب خفیف زیادہ کرنا۔	مستفعلن سے مستفعلن تن ہو گیا مستفعلاتن سے بدل لیا۔ جس رکن میں یہ عمل ہوا اسکو مرفل کہتے ہیں۔ مس تفع لن منفصل میں خبن۔ قصر۔ شکل۔ تسبیغ۔ کف زحافات آتے ہیں جن کی تشریح دیکھنا چاہئے۔

زحافات مفعُولاتُ (بضم تار)

زحاف	تشریح	وزن
١۔ وقف	مفعولاتُ کی تُ کو ساکن کرنا	مفعولاتْ ہوا اس کو مفعولان سے بدل لیا۔ جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو موقوف کہتے ہیں۔
٢۔ طے	دیکھو طے مستفعلن۔	مفعولاتُ سے و گرا تو مفعلاتُ رہا اُس کو فاعلاتُ بضم تا سے بدلا۔
٣۔ خبن	دیکھو خبن فاعلاتن	مفعولاتُ سے معولاتُ بضم تا رہا اس کو فعولاتُ یا مفاعیلُ سے بدل لیا۔
٤۔ خبل	دیکھو خبل مستفعلن	مفعولاتُ سے بسبب خبن مَ اور بسبب طے و گرا کر معلاتُ رہا اُس کو فعلاتُ سے بدل لیا

زحاف	تشریح	وزن
۵۔ کسف	وتد مفروق کے دوسرے متحرک کو گرانا۔	مفعولاتُ میں تُ گر کر مفعولا رہا اس کو مفعولن سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو مکسوف کہتے ہیں۔
۶۔ رفع	دیکھو رفع مستفعلن	مفعولاتُ سے عولاتُ رہا اس کی جگہ مفعولُ بضم لام رکھ دیا۔
۷۔ صلم	وتد مفروق کا حذف کرنا۔	مفعولاتُ سے مفعو رہا اس کو فعْلن ساکن العین سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو اصلم کہتے ہیں۔
۸۔ جدع	دو سبب خفیف کا گرانا اور حرف آخر وتد مفروق کو ساکن کرنا	مفعولاتُ سے مفعو حذف ہوا لاتْ رہا اس کو فاع سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو مجدوع کہتے ہیں۔
۹۔ نحر	جدع کا زحاف جاری کر کے فاع سے بدلا اور پھر اس کا الف ساکن کیا	مفعولات سے لات رہا۔ فاع سے بدلا پھر فاع کا الف گرایا فَع رہا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو منحور کہتے ہیں۔

زحافاتِ مُفاعِلَتُن

زحاف	تشریح	وزن
۱۔ عصب	لام مفاعلتن کا ساکن کرنا	مفاعِلَتُن سے مفاعلْتن رہا اُس کی جگہ مفاعیلن رکھ دیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو معصوب کہتے ہیں۔
۲۔ قصم	خرم اور عصب کے زحافوں کا رکن میں جمع ہو جانا۔	مفاعلتن سے بسبب خرم مَ گرا اور بسبب عصب لام ساکن ہوا فاعلْتن رہا۔ اس کو مفعولن سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو اقصم کہتے ہیں
۳۔ عقل	اجتماع عصب و قبض	مفاعلتن سے مفاعتن رہا اس کو مفاعلن سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو معقول کہتے ہیں
۴۔ جمّ	اجتماع عقل و خرم	مفاعلتن سے بسبب عقل لام ساکن ہو کر گر گیا اور بسبب خرم مَ متحرک حذف ہوئی فاعتن باقی رہا اس کو فاعلن سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو اجمّ کہتے ہیں۔
۵۔ نقص	اجتماع عصب و کف	مفاعلتن سے بسبب عصب لام ساکن ہوا اور بسبب کف نونؔ

زحاف	تشریح	وزن
		ساکن گرا مفاعلتُ بضم تا رہا۔ اس کی جگہ **مفاعیلُ** بضم لام لے آئے جس رکن میں یہ عمل ہو اُس کو **منقوص** کہتے ہیں
۶۔ عقص	اجتماع خرم و نقص	مفاعلتن سے بسبب خرم میم گرا اور بسبب نقص لام ساکن ہوا اور نون حذف ہوا فاعلتُ بضم تا رہا۔ اس کی جگہ **مفعول** رکھ دیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو **اعقص** کہتے ہیں
۷۔ قطف	اجتماع عصب و حذف	مفاعلتن سے بسبب عصب لام ساکن ہوا اور بسبب حذف آخر کا سبب خفیف گر گیا۔ مفاعل بسکون لام رہا اس کو **فعولن** سے بدل لیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو **مقطوف** کہتے ہیں

زحافات متفاعلن

زحاف	تشریح	وزن
۱۔ اضمار	متفاعلن کی تے کو ساکن کرنا	متفاعلن رہا اُس کی جگہ مستفعلن کر دیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو **مضمر** کہتے ہیں
۲۔ وقص	اجتماع اضمار و خبن	متفاعلن کی تے بسبب اضمار ساکن ہوئی اور بسبب خبن گر گئی تو **مفاعلن** رہا جس رکن میں یہ عمل ہو اسکو **موقوص** کہتے ہیں
۳۔ خزل	اجتماع اضمار و طے	متفاعلن سے بسبب اضمار لام ساکن ہوا اور بسبب طے چوتھا حرف ساکن حذف ہوا متفعلن رہا اس کی جگہ **مفتعلن** رکھ دیا جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو **مخزول** کہتے ہیں
۴۔ قطع	دیکھو زحافات گزشتہ	متفاعلن سے متفاعل بسکون لام رہا اس کو **فعلاتن** عین کسرہ سے بدلا۔
۵۔ حذذ	دیکھو زحاف سابق	متفاعلن سے متفا رہا اس کو **فعلن** عین بکسرہ سے بدلا۔
۶۔ ترفیل	دیکھو زحاف سابق	متفاعلن سے متفاعلن تن ہوا۔ اسکو **متفاعلاتن** سے بدل لیا
۷۔ اذالہ	وتد مجموع جو رکن کے آخر میں ہو ایک الف زائد کرنا	متفاعلن سے **متفاعلان** ہوگیا۔

زحاف	تشریح	وزن
	زحافات فعُولُن	
۱۔ قبض	دیکھو زحافات سابق	فعولن سے فعولُ بضم لام رہا
۲۔ قصر	دیکھو زحافات سابق	فعولن سے فعولْ بسکون لام رہا۔
۳۔ ثلم	رکن فعولن میں زحاف خرم جاری کرنا یعنی وتد مجموع سے کہ رکن اول میں ہو۔ حرف اول متحرک کو حذف کرنا	فعولن سے فَ دور ہوکر عولن رہا اس کی جگہ فعلن بسکون عین رکھ دیا۔ جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو اثلم کہتے ہیں۔
۴۔ ثرم	اجتماع قبض و خرم	فعولن سے بسبب خرم فَ اور بسبب قبض نون گر گیا عول رہا۔ اس کی جگہ فعلُ بسکون عین و لام مضموم رکھ دیا۔ جس رکن میں یہ عمل ہو اس کو اثرم کہتے ہیں۔
۵۔ بتر	اجتماع حذف و قطع	فعولن سے سبب خفیف بوجہ حذف گرا اور وَ بسبب قطع گر کر عین ساکن ہوگیا اس طرح فع باقی رہا۔
۶۔ تسبیغ	سبب خفیف کے درمیان میں الف بڑھانا	فعولن سے فعولان ہوگیا۔
	زحافات فاعِلُن	
۱۔ خبن	دیکھو زحافات سابق۔	فاعلن سے فعلن عین کمسورے باقی رہا۔
۲۔ قطع	دیکھو زحافات سابق	فاعلن سے فاعل رہا اس کی جگہ فعلن بسکون عین لے آئے۔
۳۔ خلع	دیکھو زحافات سابق	فاعلن سے الف بسبب خبن گرا اور نون بسبب قطع کے گر کر لام ساکن ہوگیا فعل بکسر عین رہا۔
۴۔ حذذ	دیکھو زحافات سابق	وتد مجموع کو ساقط کرنے کے بعد فا رہا اُس کو فع سے بدل لیا۔
۵۔ اذالہ	دیکھو زحافات سابق	فاعلن سے بسبب الف بڑھانے کے فاعلان ہوگیا۔
۶۔ ترفیل	دیکھو زحافات سابق	وتد مجموع پر سبب خفیف زیادہ کیا تو فاعلن تن ہوگیا۔ اس کو فاعلاتن سے بدل لیا۔

(۲) تقطیع کے متعلق

تقطیع | تقطیع کے لغوی معنی قطع کرنا یا کاٹنا ہیں مگر اصطلاح میں شعر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں تاکہ اس کا وزن عروض کے مقررہ اوزان میں کسی کے مطابق پایا جائے۔

ملفوظی اور مکتوبی حروف | جو حرف تلفظ میں آئے مگر لکھا نہ جائے وہ تقطیع میں محسوب ہوتا ہے اور جو حرف لکھا جائے مگر تلفظ میں نہ آئے وہ تقطیع میں نہیں محسوب ہوتا اول الذکر کو ملفوظ غیر مکتوب اور آخرالذکر کو مکتوب غیر ملفوظ کہتے ہیں۔

ملفوظ غیر مکتوب | یعنی جو حرف لکھا نہ جائے مگر پڑھا جائے۔ جیسے (۱) کسرۂ اضافت (۲) الف ممدودہ (۳) حرف مشدد۔ (۴) ایسا واو اور یے جس پر ہمزہ ہو۔

(۱) کسرہ اضافت کی مثال جیسے ع دردِ سرِ دوستاں آہ و فغانِ من است۔ اس میں "دردِ سرِ" برابر ہے "دردِ سرے" کے جو مفتعلن کے وزن پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسرۂ اضافت یے کی جگہ پر ہے جو ایک حرف ہے

(۲) الف ممدودہ کی مثال جیسے آمد = اامد = فَعْلن

(۳) حرف مشدد کی مثال جیسے تتبع = تت تبع = فعولن

(۴) واو اور یے جس پر ہمزہ ہو جیسے داؤد = داوود = مفعول۔ اسی طرح لفظ جائے = جایئے = فَعْلن۔

مکتوب غیر ملفوظ | یعنی جو حرف لکھا جائے مگر پڑھا نہ جائے۔ جیسے (۱) لفظ خواب وخواجہ وغیرہ کا واؤ

(۲) ایسا واو عطف جو کھینچ کر نہ پڑھا جائے۔ جیسے ع دو کس را کہ باشد ہم جان و ہوش۔ اس میں واو کھینچ کر نہیں پڑھا جاتا۔ اس لئے تقطیع میں گر جاتا ہے۔

(۳) اگر واؤ کھینچ کر پڑھا جائے تو تقطیع میں شمار ہوتا ہے جیسے ع گنہ بند و پردہ پوشد بحلم۔

(۴) اسی طرح الف وصل یعنی وہ الف جس کے ماقبل ساکن ہو جیسے ع بفرہنگ مگریزد از توفیق۔ اس میں چونکہ الف کا ماقبل واں ساکن ہے اس لئے الف گر جاتا ہے۔

(۵) نون غنہ یعنی وہ نون جو الف۔ واؤ۔ یا ساکن کے بعد آوے اور ناک میں پڑھا جائے جیسے پرنیاں۔ چوں۔ ایں

(۶) ہائے مختفی جیسے بادہ پرست میں ہ گر جاتی ہے یا وہی ہ ہمزہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

تقطیع حقیقی

شعر کی تقطیع اس طرح کرنا کہ الفاظ شعر کسی مقررہ بحر کے ارکان کے بالکل مطابق ہوں جیسے ؎
وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار ۔ باتیں کرے ہے سقف سپہر کہن کیساتھ ۔ اسکی حقیقی تقطیع یہ ہے۔

مفعول	فاعلات	مفاعیل	فاعلن
وحشت گ	ئی نہ بعد	فنا بھی م	را غبار
باتیں ک	رے ہ سقف	سپہرے ک	ہن کسات

تقطیع غیر حقیقی

تقطیع اس طرح کرنا کہ الفاظ اور ارکان میں مطابقت تو ہو جائے ۔ مگر وہ ارکان کسی مقررہ بحر کے نہ ہوں جیسے اس شعر میں ۔

مستفعلن	فعول	فعولن	مفاعلان
وحشت گئی	نہ بعد	فنا بی	مراغبار

ظاہر ہے کہ مطابقت الفاظ تو ہو گئی ۔ مگر یہ کوئی مقررہ بحر نہیں ہے ۔

مثمن ایسی بحر جس کے ارکان پورے شعر میں آٹھ ہوں یعنی ہر مصرعہ میں چار چار۔

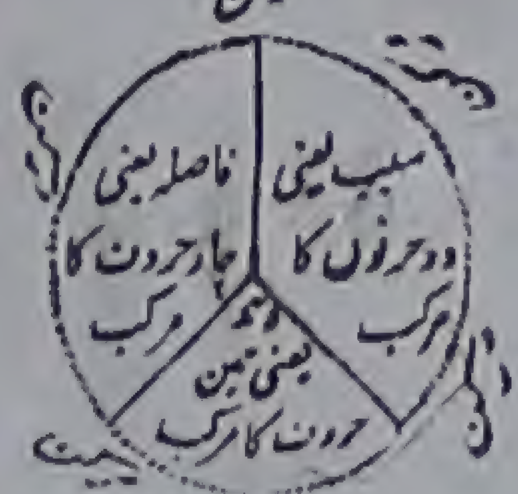
مسدس ایسی بحر جس کے ارکان پورے شعر میں چھ ہوں یعنی ہر مصرعہ میں تین تین ۔

سالم ایسی بحر جس کے ارکان میں کوئی کمی زیادتی نہ ہوئی ہو ۔ برخلاف مزاحف کے جسکے ارکان میں کوئی زحاف ہوا ہو۔

حروف کا تعلق الفاظ یعنی ارکان اور ارکان کا تعلق شعر کے ساتھ

ہمارے خیالات کا اظہار عام طور پر الفاظ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور الفاظ حروف کے مجموعہ و مرکب کا نام ہے اسی وجہ سے عروضیوں نے تمام ارکان کی بنیاد دو حرفی سہ حرفی اور چہ حرفی مرکبات پر رکھی ہے جن کو وہ علی الترتیب سبب ، وتد اور فاصلہ کہتے ہیں اور پھر جب یہی ارکان ایک خاص ترتیب سے رکھے جاتے ہیں تو وہی شعر کہلاتا ہے ۔ یہ ضروری ابتدائی نکتہ دو دوائر کی مدد سے واضح کیا جاتا ہے جو طلبا کیلئے یقیناً مفید ثابت ہوں گے۔

دائرۂ رُکن



دائرۂ بیت



صدر، عروض، ابتدا اور ضرب

مصرع اول کا پہلا رکن صدر، اور آخری رکن عروض۔ اسی طرح مصرع ثانی کا پہلا رکن ابتدا اور آخری رکن ضرب یا عجز کہلاتا ہے اور باقی ارکان کو حشو کہتے ہیں۔

بحور مستعملہ مع وزن و مثال

اب ہم مستعملہ بحور اور ان کے مشہور زحافات کے اوزان مع مثالوں کے دیتے ہیں اور کہیں کہیں اُن کی تقطیع بھی کرتے جائیں گے۔

(۱) بحر ہزج

بحر	وزن	مثال
ہزج مثمن سالم	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار	اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل ما را بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضواں کا وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاق نسیاں کا
ہزج مثمن مسبّغ	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلان دو بار۔	بزاری میدہم جاں نمی پرسد ز ما جاناں مسلمانی نمی دانم کجا شد اے مسلماناں حباب آسا موج عشق سے جو پار اترتے ہیں گزر جاتے ہیں پہلا سر سے پیچھے پاؤں دھرتے ہیں
ہزج مثمن مقبوض	مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار	بنفشہ رستہ از زمیں بطرف جوئبار ہا وا گسستہ حور عین ز سیاں کو بہار ہا یہ تھوڑی تھوڑی سے ندے کلائی مڑ مڑ کر
ہزج مثمن اشتر	فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دو بار	بھلا ہو تیرا ساقیا پلا دے خم بھر بھر کر سر من دے بنشیں خانہ را گلستاں کن بہ یدِ جام مے در کش و در نوش گداں کن

بحر	وزن	مثال
ہزج مثمن اخرب	مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن دوبار۔	کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا — دل کہاں کہ گم کیجے ہم نے مدعا پایا دل باز بجوش آمد جانان کہ می آید — بیمار بہوش آمد درمان کہ می آید پھر موج ہوا پیچاں اے میر نظر آئی — شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی تقطیع: مفعول، مفاعیلن، مفعول، مفاعیلن پھر موج | ہوا پیچاں | اے میر | نظر آئی شاید کہ | بہار آئی | زنجیر | نظر آئی
ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور۔	مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل دوبار۔	تا چند مراد غم او چند تواں گفت — چیزے کہ بجائے نہ رسد چند تواں گفت تیرے لب جاں بخش نے پانی یوں سرخ — عالم نے کہا چشمۂ حیواں میں لگی آگ
ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف الآخر	مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دوبار۔	اے شیخ مرا راہ خرابات نمودی — میخواست دلم بادہ کرامات نمودی مقدور ہیں کب تیرے وصفوں کی رقم کا — حقا کہ خداوند ہو تو لوح و قلم کا
ہزج مثمن مکفوف مقصور	مفاعیل مفاعیل مفاعیل مفاعیل دوبار۔	زہے حسن و زہے روئے و زہے نور و زہے نار زہے خط و زہے خال و زہے نور و زہے نار
ہزج مثمن مکفوف محذوف	مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن دوبار	مرا عشق دو تا کرد بہنگام جوانی — چرا باز نہ پرسی تو ز حالم چو بدانی تپ ہجر سے اے یار دل زار جلا ہے — ذرا دیکھ دل زار نیا باغ کھلا ہے
ہزج مسدس سالم[1]	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار	قناعت گنج آباد است اگر دانی — از و تا میتوانی رو بگردانی وہ اُلٹی لگ گئے ہم سے قسم لینے — جو سچ پوچھو قسم لیتے تو ہم لیتے تقطیع: مفاعیلن، مفاعیلن، مفاعیلن وہ اُلٹی لگ | گئے ہم سے | قسم لینے جو سچ پوچھو | قسم لیتے | تو ہم لیتے

[1] ہزج مسدس سالم اُردو فارسی میں بہت کم استعمال ہوتی ہے

بحر	وزن	مثال
ہزج مسدس مقصور	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل دوبار	نہیں دیتی دکھائی صورت زیست غضب صورت ہوں آیا دیکھ کر آج الٰہی غنچۂ امید بکشا گلے از روضۂ جاوید بنما
ہزج مسدس محذوف	مفاعیلن مفاعیلن فعولن	ولاتا کے دریں کاخ مجازی کنی مانند طفلاں عشق بازی سکے کیا ہائے زخم دل ہمارا دہن پایا لب گویا نہ پایا اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی
ہزج مسدس مکفوف محذوف	مفاعیل مفاعیل فعولن دوبار	دم آخر بھی شکوہ کیا نہ کرتا تھیں بتلاؤ مرتا کیا نہ کرتا دل آزار جفا کار نگاری جز آزار و ظلم کار نداری
ہزج مسدس اخرب مقبوض۔	مفعول مفاعلن مفاعلن دوبار	گل پھولے جو تھے چمن کے بکھر گئے وہ نقش و نگار سب بگڑ گئے
ہزج مسدس اخرب مقبوض سالم الآخر	مفعول مفاعلن مفاعیلن دوبار	اے از مژۂ تو رخنہ در جانہا اے درد تو کیمیائے درمانہا کہتے ہیں کہ وہ نگار آتا ہے کیا فائدہ جی ہی تن سے جاتا ہے تقطیع مفعول — مفاعلن — مفاعیلن کہتے ہ — کہ وہ نگا — ر آ تا ہے کا فا ر — دجی ہ تن — س جاتا ہے
ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور الآخر۔	مفعول مفاعلن مفاعیل دوبار	گفتی لب من چرا نگبین است خود گو مزہ در کجائے این است
ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر	مفعول مفاعلن فعولن دوبار.	ما عشق پریرخاں گزیدم از در زخوشی نشان ندیدم بیضاوی صبح کا بیاں ہے تفصیل کتاب آسماں ہے

بحر	وزن	مثال
ہزج مسدس اخرب اشتر مقصور الآخر	مفعولن فاعلن مفاعیل دو بار	صد بارم بیش اگر کشی زار برخیزم تا کشی دگر بار چنچل پیاری تھی اودبل ایک جس پر ہو جائیں خش بد ونیک
	۲- بحر رمل	
رمل مثمن سالم[1]	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار۔	شکل دل بردن گر تو داری نباشد دلبرے را خواب بندیہائے چشمت کم بود جادو گرے را ع : تو جب آئی کوئی نقصان اے شب غم کر دیا ہے
رمل مثمن محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار	ہر کرا بینم سخن با او ز ہر جا بکنم تا کند ذکر تو صد نوع سخن پیدا بکنم عارض گل دیکھ روئے یار یاد آیا اسد جوشش فصل بہاری اشتیاق انگیز ہے
رمل مثمن مقصور	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دو بار	ہر کجا بینم سے با عاشق خود مہرباں اے خدا نے مہری او خود م آتش بجاں اس چمن میں مرغ دل گائے نہ آزادی کا گیت آہ یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لئے کہہ دو رضواں سے یہیں پھل پھول سبزہ واں بھی ہے اور کیا جنت میں رکھا ہے جو دکھلائیں گے آپ
رمل مثمن مخبون	فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن دو بار	شکرت را شد اگرچہ پہ سود مرتب گمے نیز بلا بہم نہ کند سایہ بزن لب گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی ترے الطاف سے محروم نہ حیوان نہ زانی کہ تو ستار ہے سب واقف اسرار نہانی ہمہ را عیب تو پوشی نہ ترا غیب تو دانی ہمہ را رزق رسانی کہ تو موجود عطائی
رمل مثمن مشکول	فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن دو بار	تہ ے بخند و از رخ قمرے نمائے ما را سخنے بگو و از لب شکرے نمائے ما را

[1] یہ بحر بھی اردو و فارسی میں سالم الآخر ست ہے اور معلوم ہوتی ہے جب آخری رکن میں کوئی زحاف نہ ہو۔

بحر	وزن	مثال
		ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
رمل مثمن مخبون مقصور	فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان دوبار	تپش دل نہیں بے رابطۂ خوف عظیم کشش دم نہیں بے ضابطۂ جر ثقیل
رمل مثمن مخبون مقطوع	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن دوبار	گرچہ مقصود بلائے دل و دین است مرا ہیچ غم نیست کہ مقصود ہمین است مرا شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری
رمل مثمن مسبغ	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلیان دوبار	تا بکے گریم بزاری ہمچو ابر نوبہاراں از سر اندوہ و حسرت از فراق گلعذاراں
رمل مسدس سالم	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن۔ دوبار	اے نگارین روئے دلبرزاں مائی رخ مکن پنہاں چو اندر جاں مائی قتل عالم کرچکا غمزہ تو بولے کیا کیا اے خاناں برباد تو نے
رمل مسدس مقصور	فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوبار۔	ہو یہاں کس کو شب فرقت میں ہوش ہو چکی ہوگی ہزاروں بار صبح
رمل مسدس محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوبار	بشنو از نے چوں حکایت میکند وز جدائیہا شکایت میکند کنج میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا
رمل مسدس مخبون محذوف	فاعلاتن فعلاتن فعلن دوبار۔	گر سخن زاں لب چوں نوش بود بستہ راخندہ فراموش بود
رمل مسدس مخبون مقصور	فاعلاتن فعلاتن فعلات دوبار	شکریں لعل تو کان نمک است گرچہ شکر نہ مکان نمک است
رمل مربع سالم	فاعلاتن فاعلاتن دوبار۔	رخ اٹھاکر دل پھنساکر جا ملا دشمن سے دلبر
رمل مربع مقصور محذوف	فاعلاتن فاعلان دوبار۔	بوسۂ رخ دو ہمیں دل ہم اپنا دیں تمھیں درد دل اپنا صنم کیوں نہ ہم تم سے کہیں

بحر	وزن	مثال
رمل مربع مخبون	فعلاتن فعلاتن دو بار	اری موتی او نزا آ تو کہ سکھائے ہنر آ تو مرے دل کی بھی خبر ہو تجھے اے بیخبر آ تو
رمل مربع مشکول	فعلات فاعلاتن دو بار۔	وہ غریب کھیت والے وہ امید وار دہقان کہ کھڑی ہو جنکی کھیتی کہیں کھیت کٹ رہا ہو
	۳ - بحر رجز[1]	
رجز مثمن سالم	مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار	عید است جام زر فشاں از مے گرانبار آمدہ ہر زاہدے دامن کشاں در دیر خمار آمدہ شاہا بہ تا آنی نگر خاقانی تا نی نگر نے روح خاقانی نگر اینک بگفتار آمدہ (یہ پورا قصیدہ مسجع ہے) ہر دم جو اسکی ابروان جنبش میں ہیں کانپے ہے جاں بستی ہیں آنکھیں جھپکیاں چلتی ہے تلوار اس قدر
رجز مثمن مطوی	مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار	می شگفد گل بچمن باز نسیم سحری وہ چہ شود گر نفسے پہلوئے بادہ خوری خواب میں اک بوسہ دینگ کف پا ہاتھ لگا رات اندھیری میں گئے دزد حنا ہاتھ لگا
رجز مثمن مطوی مخبون	مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دو بار	دیدہ ور آنکہ تا نہد دل بجمال دلبری در رگِ سنگ بنگرد رقص بتانِ آذری دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

[1] اس بحر کے خصوصیات حسب ذیل ہیں۔ (۱) رجز مثمن عربی میں بہت کم مگر مسدس و مربع زیادہ استعمال ہوتی ہیں۔ برخلاف اس کے فارسی اور اردو میں مثمن ہی زیادہ استعمال ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے ارکان کا ٹھہراؤ کانوں کو اچھا معلوم ہوتا ہے (۲) اس بحر میں زحافات بہت کم آتے ہیں اس کے صرف پانچ زحاف مشہور ہیں یعنی خبن، طے، قطع، اذالہ اور ترفیل۔ (۳) فارسی و اردو میں ہشت رکنی اور شانزدہ رکنی بحریں اکثر مسجع ہوتی ہیں۔ اور بہت پرلطف معلوم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہوگا۔

بحر	وزن	مثال
رجز مثمن مخبون مطوی	مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن دو بار	فغاں کناں ہر سحرے بکوئے تو می گذرم ۔ چو نیست رہ سوئے تو ام بہ بام و دری نگرم
رجز مثمن مطوی مرفل	مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دو بار	تو سرو دنیا ظلِ الٰہی جگر ترا ماہ زاہی ۔ تحت ترا ہی نامہ تری اور ذوق بہ تیرا ابر برا (ذوق)
رجز سالم شانزدہ رکنی	مستفعلن ہر مصرع میں آٹھ بار	آئی بہار اب ہر چمن ۔ ہے بلبل و گل کا وطن ۔ دیر و حرم سے نعرہ زن ۔ آئے ہیں شیخ و برہمن زاہد سے کہہ دو بے سخن ۔ ہے فصل گل توبہ شکن ۔ گر چاہے عیش جان و تن بخوار دن کا سیکھے چلن (غلام امام شہید)
رجز مسدس سالم	مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار	ہم کو ملا جو لطف کوئے یار کا ۔ کب وہ صبا کو لطف ہے گلزار کا ساقی بہ عشرت کوش در دوران گل ۔ مگزار از کف جام تا پایان گل
رجز مسدس مطوی	مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار	ظلم کا اب اُس سے گلا لطف ہے ۔ جو نہ سُنے شکوے کا کیا فائدہ نیست مرا جز تو نگار دگرے ۔ می نکنی ہیچ بحالم نظرے
رجز مربع سالم	مستفعلن مستفعلن دو بار	اس عشق نے رسوا کیا ۔ میں کیا بتاؤں کیا کیا آہ دل ناشاد نے ۔ اور آسماں پیدا کیا (واجد علی شاہ اختر)

۴- بحر کامل[1]

بحر	وزن	مثال
کامل مثمن سالم	متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن دو بار	بلغ العلیٰ بکمالہ ۔ کشف الدجیٰ بجمالہ ۔ حسنت جمیع خصالہ ۔ صلوا علیہ و آلہ رہ عشق کے کج و پیچ میں جو رفیق تھے سو جدا ہوئے مگر ایک نالۂ و آہ کو مرے دم سے ہمسفری رہی یونہی اشک کی ہے جھڑی لگی مری چشم تر سے ہر آن ہو یہ عجیب لطف ہے ابر کا کہیں ساں ہو نہ گماں ہو

[1] اس بحر میں زحافات کم آتے ہیں۔

بحر	وزن	مثال
	۵- بحر وافر[1]	
وافر مثمن سالم	مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دو بار	چہ شد رضا کہ سوئے کسے بچشم رضا نمی نگرے ز رسم جفا نمی گذری طریق وفا نمی سپری
	۶- بحر متقارب یا تقارب	
متقارب مثمن سالم،	فعولن فعولن فعولن فعولن دو بار	کسی نے یہ بقراط سے جاکے پوچھا مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا اگر سرو من در چمن جا بگیرد عجب باشد ار سرو بالا بگیرد
متقارب مثمن سالم مضاعف یعنی شانزدہ رکنی،	فعولن ہر مصرعہ میں آٹھ بار	تمنا نہیں ہے کہ امداد دل کو تپش کا صلہ ہو کہ مزد قلق ہو یہی حق ہے قاتل اگر حق دلائے یہ بسمل ترے پاؤں جاں کنی ہو
متقارب مثمن محذوف،	فعولن فعولن فعولن فعل دو بار	یہ حسن و جوانی اور اس پر یہ غم ستم ہے ستم ہو ستم ہے ستم چو آیم بکوئت مکن عیب من کہ بے اختیارم در یں آمدن
متقارب مثمن مقصور[2]	فعولن فعولن فعولن فعول دو بار	پلا ساقیا مجھ کو جام شراب وہ پانی کہ ہو جس میں موتی کی آب مرا کشت آں مہ چو ہجراں نمود ز مرگم خبر بود از بسم نبود
متقارب مثمن اثلم سالم الآخر	فعلن فعولن فعلن فعولن دو بار	دست جنوں سے اے دل ڈھیلا سونے نہ پائے ٹک پاؤں پھیلا آشوب جانی شوخ جہانی بے اعتقادی نامہربانی

[1] یہ بحر عربی سے خصوصیت رکھتی ہے، فارسی اور اردو میں بہت کم مستعمل ہے

[2] دو مصرعوں میں اجتماع قصر و حذف یعنی ایک میں فعول اور ایک میں فعل جائز ہے مثلاً ؎

کوئی ناامیدانہ کرتے نگاہ   سو تم ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے   (میر)

بحر	وزن	مثال
متقارب مثمن اثلم	فعلن فعلن فعلن فعلن دو بار	دیکھ اُس رُخ کی نور افشانی ؛ شمع مجلس پانی پانی
متقارب مثمن اثرم سالم الآخر	فعلُ فعولن فعلُ فعولن دو بار	شعر۔ واں سے اشک رواں ہو ؛ راگ سننے سے سشق فغاں ہو
متقارب مثمن اثرم مضاعف	فعلُ فعولن ہر مصرع میں چار بار	اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا
متقارب مثمن مقبوض اثلم	فعول فعلن فعول فعلن دو بار	تڑپ رہا ہوں میں نیم بسمل ؛ خبر لے میری شتاب قاتل
متقارب مثمن مقبوض مضاعف	فعول فعلن ہر مصرع میں چار بار	سدا ہو اُس آہ و چشم تر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں نکل کے دیکھو تنک اپنے گھر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں زہے دو چشمت بجزن مردم کشادہ تیر و کشیدہ خنجر رخ چو ماہت صباح دولت خط سیاہت شب معنبر

۷۔ بحر متدارک[۵]

بحر	وزن	مثال
متدارک مثمن سالم	فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دو بار	ہاتھ کیا پہونچے گیسوئے خمدار تک ؛ دور کھنچنے لگا دامن یار تک حُسن لطف ترا بندہ شد مہر و مہ ؛ خط و خال ترا مشک چیں خاک رہ
متدارک مثمن محذوذ	فاعلن فاعلن فاعلن فع دو بار	اپنی صورت ذرا تم دکھا دو ؛ میرے دل کی لگی کو بجھا دو
متدارک مثمن محذوذ مضاعف	فاعلن فاعلن فاعلن فع ہر مصرع میں دو بار	جان دیتی ہوں رُو رُو کے دیکھو آنکھیں کھولو ذرا منہ سے بولو اپنی بیکس بہن کی خبر لو میرے ماجائے مظلوم بھائی ، اکثر نوحے اسی بحر میں ہیں

۵ اس بحر کو خلیل بن احمد کے بعد اخفش نے نکالا تھا۔

بحر	وزن	مثال
متدارک مثمن مخبون	فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن دو بار (عین کے کسرے سے)	مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا ۔ ترا یوں ہی میں دوست یگانہ رہا چو رخت نہ بود گل باغ ارم ۔ چو قد تو نبود قد سرو چمن
متدارک مثمن مخبون مضاعف	فَعِلُن ہر مصرع میں آٹھ بار	نہ گلوں میں گلوں کی سی بو وہ رہی نہ عزیزوں میں لطف کی خو وہ رہی نہ وہ آن رہی نہ امنگ رہی نہ وہ رندی و زہد کی جنگ رہی
متدارک مثمن مقطوع[1]	فعلن فعلن فعلن فعلن دو بار	ہر دم کرتا ہوں میں زاری ۔ دیکھی بس بس تیری یاری ہر دم پیشہ دارم زاری ۔ از غم تا کے زارم داری
متدارک مثمن مقطوع المضاعف۔	ہر مصرع میں فعلن آٹھ بار	بک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا
متدارک مثمن مخبون[2]	فعلن فعِلن فعِلن فع دو بار	کیا کہیے کیسا کچھ تھا ۔ القصہ ایسا کچھ تھا

بحورِ مرکبہ[3]

۱۔ بحر منسرح

منسرح مثمن مطوی موقوف	مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلان دو بار	آنکہ دلم صید او ست یار نگار من است ۔ دست بخونم نگار کرد نگار من است

[1] اس کو صوت الناقوس بھی کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کہیں جا رہے تھے راہ میں ایک شخص ناقوس بجا رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ناقوس کہتا ہے سہ حقاً حقاً حقاً ۔ صدقاً صدقاً صدقاً تا۔ اور یہی اس بحر کا وزن ہے

[2] اکبر الہ آبادی کا "جلوۂ دربار دہلی" اسی بحر میں ہے

[3] حسب ذیل بحریں شعرائے عجم کے یہاں متروک ہیں یعنی طویل، مدید، بسیط، وافر، مقتضب اور جو بحریں فارسی میں رائج ہیں وہ یہ ہیں۔ ہزج، رجز، رمل، سریع، خفیف، مجتث، مضارع، منسرح، متدارک، متقارب۔ فارسی میں بحر کامل سوائے سالم کے رمان کے کیفیت میں استعمال نہیں ہوتی۔

بحر	وزن	مثال
منسرح مثمن مطوی مکسوف	مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دوبار	دل پہ اہم اپنے نیاز رکھتے ہیں طرح راز — سو چھپے ہیں اسکو یہ بھید جسکی ہو چشم کور اے ز رخت روشنی خانۂ چشم مرا — چشم و چراغ ہمہ خواجۂ ہر دو سرا یار کو قاصد مرے جاکے اگر دیکھنا — میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا
منسرح مثمن مطوی منحور	مفتعلن فاعلات مفتعلن فع دوبار	چوں غم ہجران او نداشت نہایت — عاقبت اندوہ عشق کرد سرایت آکہ میری جان کو قرار نہیں ہے — طاقت بیداد انتظار نہیں ہے
منسرح مثمن مطوی مجدوع	مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع دوبار	من نشنیدم کہ خط بر آب نویسند — آیت خوبی بر آفتاب نویسند شعر تو بے ربط و پوچ کہنے سے ہے شوق تپہ انھیں خلق میں شہرے سے ہے ذوق
منسرح مسدس مطوی	مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار	شاہ جہاں باد تا زمانہ بود — کز کرمش خلق شادمانہ بود نالۂ دل نارسا ہے یار تلک — اپنی پہنچ کب ہے گلعذار تلک
منسرح مسدس مطوی مقطوع	مفتعلن فاعلات مفعولن دوبار	بسکہ بوییت اسیر شد جانم — گر بگذاری گریخت نتوانم آنکھوں میں مے کا خمار اب تک ہے — پہچ کہیں ہم کو تو آپ پر شک ہے

۲-بحر مقتضب

بحر	وزن	مثال
مقتضب مثمن مطوی	فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار	سرو گلعذار منی فصل نوبہار منی — من اگرچہ ننگ توام عز و افتخار منی یار بیوفا ہے ہمیں کب امید وصل ہوئی — شوخ دلربا ہے ہمیں کب امید وصل ہوئی
مقتضب مثمن مطوی مقطوع	فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن دوبار	کارگاہ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے برق خرمن راحت خون گرم دہقاں ہے

۳-بحر مضارع

بحر	وزن	مثال
مضارع مثمن سالم	مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار	ز مخموری رنج دارم بیا ساقی ساغرم دہ دگر نقلے خواہم از تو ز گنج لب شکرم دہ

بحر	وزن	مثال
مضارع مثمن اخرب	مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن دوبار۔	از تو وفا نیاید دانی کہ نیک دانم وز من جفا نخیزد دانم کہ نیک دانی دل کا پتہ نہ پایا زلفوں کو کھول دیکھا گیسو کو ڈھونڈھ مارا طرہ ٹٹول دیکھا
مضارع مثمن اخرب محذوف	مفعول فاعلاتن مفعول فاعلن دوبار۔	رکھتا نہیں ہے طاقت تاب عتاب دل پہلو میں ہو گیا ہے مثل کباب دل
مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان دوبار	بازم ہوائے آں لب میگوں گرفتہ است معلوم می شود کہ مرا خون گرفتہ است کیا کام ہمکو سجدۂ دیر و حرم کیساتھ ستوں کا سر جھکے ہو سراحی کے خم کیساتھ
مضارع مثمن مکفوف مقصور	مفاعیل فاعلات مفاعیل فاعلات دوبار	اگر آں طرۂ ہست مشک ہے چوں نداد بوئے در آں چہرۂ ماہست چرا در کشیدہ موئے ارے دل کہا تو مان نہ زلف دوتا کو چھیڑ خبردار کیا کرے ہے تو کالی بلا کو چھیڑ
مضارع مثمن اخرب مکفوف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلاتن دوبار۔	دل بے رخ تو صورت جاں را نمی شناسد جاں بے لب تو گوہر کان را نمی شناسد اے عشق مجھ کو میرے ستانے سے فائدہ کیا جب دل ہی جل چکا ہو جلانے سے فائدہ کیا
مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف،	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن دوبار	اے پیک راستاں خبر سرو ما بگو احوال گل بہ بلبل دستان سرا بگو ہرگز نہ آگ سینۂ پرسوز کی بجھی گو سیل اشک آنکھوں سے میری بہا کیا
مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم	مفعول مفاعیل فاع لاتن دوبار	شکوہ ہے کسی کا نہ ہم کو اے دل لے بیٹھے جان اٹھ تو اسکو اے دل
مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور	مفعول مفاعیل فاعلان دوبار	کیوں چاک گریباں گل نہو ہو تنگ قبائے فلک بہ تنگ

بحر	وزن	مثال
مضارع مسدس اخرب مکفوف محذوف	مفعول فاعلات فعولن دو بار	تا صبح نیند آئی نہ دم بھر تو چکیاں چلیں پیرے سر پر

۴- بحر مجتث

بحر	وزن	مثال
مجتث مثمن مخبون	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن دو بار۔	زدو زیست میسر نظر بروئے تو مارا چہ دولت است تعالی اللہ از قدو قبارا موافقت میں عناصر کی گر نفاق نہوتا فراق روح کا قالب سے اتفاق نہوتا
مجتث مثمن مخبون مقصور	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان دو بار۔	زبسکہ در دتو در جان ناتواں من است ہلاک من طلبد ہر کہ مہربان من است اگر شراب کی موجیں بنیں شراب میں سانپ خط شعاع سے لہرائیں آفتاب میں سانپ
مجتث مثمن مخبون محذوف	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعِلن (عین کے کسرے سے) دو بار	شفا جو در قدم تست مبتلائے ترا برون خرام کہ در دو سے مبادا پئے ترا جگر میں زخم کا شاید کہ اب نشان نہ رہا ہوا ہی چشم سے سیلاب خون روان نہ رہا
مجتث مثمن مخبون مقطوع	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعْلن (بسکون عین) دو بار	اگرچہ یار مرا نیست رسم دلداری بدیں خوشم کہ ندارد بدیگرے یاری شب وصال میں لپٹ تو لطف ابھی سو ہے سحر ہے دور مرا رنگ فق ابھی سو ہے
مجتث مثمن مخبون مقطوع مسبغ	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان دو بار	چہ گو یم از سرستی لبت مے ناب است مرنج از سخن ما کہ عالم آب آب است رہا ہے شانہ صفت کشمکش میں وہ اک عمر رکھا ہے جس نے تری زلف عنبریں پر دانت
مجتث مثمن شعث مخبون محذوف یا مسکن مقصور	مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن (بسکون عین) دو بار۔	کسی کو ہرگز اپنا نہ چاہیے ناشاد کہ دشمن جان ہوتا ہے بھائی بھائی کا

۵ - بحر طویل[1]

بحر	وزن	مثال
طویل مثمن سالم	فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دوبار۔	دلآرام یار اگر بوعدہ وفا ہووے ہوئے بدلے کا خو تسلی بہا ہووے تمہاری جدائی میں جنوں پردم آیا ہے کوئی تنگ جی سے یوں سمجھا کر آیا ہے

۶ - بحر مدید

بحر	وزن	مثال
مدید مثمن سالم	فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دوبار	اے دل پرورد رالعل تو درماں شدہ خاک پایت بندرا چشمۂ حیواں شدہ اور تو بہیر بری چھوڑ دیں سب خیر سے پر نہ اس کوچے کی بار آیا اب تک سیر سے

۷ - بحر بسیط

بحر	وزن	مثال
بسیط مثمن سالم	مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دوبار	اے یادِ وصالت دلم شاداں زدور فلک ہجر تو برخاطرم چوں بر جراحت نمک گھبرا گیا گھر میں دل الفت ہوئی وحشت سے بہلائیں دل لے چوں جنگل کی اب گشت سے
بسیط مثمن مخبون	مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن دوبار	بچہرہ چوں قمرے بلعل لب چوں شکرے برخ چو برگ گلے بزلف مشک ترے دکھا دے شکل ذرا صنم برائے خدا یہ سے سوال مرا کہہ رہے نہ ذرا
بسیط مسدس مطوی	مفتعلن فاعلن مفتعلن دوبار	دل ز تو ربودی بتا از من بست بعیر تو کس دلبر من دیکھ کے مجھ کو پری اک ذرہ ہو گئی مجھ کو دیں بے خبری

[1] بعض لوگ غلطی سے ہر اس بحر کو جس میں رکن زیادہ ہوں یعنی رکن یا ارکان کی بیسیوں بار تکرار ہو بحر طویل خیال کرتے ہیں حالانکہ اصل بحر طویل عربی کیساتھ مخصوص ہے اور اردو اور فارسی میں اس بحر میں بہت کم شعر کہے گئے ہیں۔

۸- بحر سریع[1]

بحر	وزن	مثال	
سریع مسدس مطوی مکسوف	مفتعلن مفتعلن فاعلن دوبار	شیر خدا شاہ ولایت علی غیر بھی کیوں تجھ سے بنا ہنگے گر	صیقلی شرک خفی وجلی (جامی) جرم وفا قابل تعزیر ہے
سریع مسدس مطوی موقوف	مفتعلن مفتعلن فاعلان دوبار	دل کہ زخوباں ہمہ غم دیدہ است رد ے بولے کہ نہ کردو نکاح	بیشتر از عمر ستم دیدہ است زن سے کہے چار ہیں شوہر مباح
سریع مسدس مطوی مقطوع مجدوع	مفتعلن مفعولن فاع دوبار	نالہ ہمارا ہے پُر زور	سنگ کو بھی کرتا ہے چُور
سریع مسدس مطوی مقطوع منحور	مفتعلن مفعولن فع دوبار	عشق کا دیوانہ ہے دل	ابرو سے اُس کی جان بسمل
سریع مسدس مخبون مکسوف	مستفعلن مستفعلن فعولن دوبار	اے دل نہ جا زلفوں میں اُس صنم کی ہر چین اُس کی قید ہے ستم کی	

۹- بحر خفیف[2]

بحر	وزن	مثال	
خفیف مسدس مخبون	فاعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار	اے صبا بوسہ زن زمین درا اورا دل مضطر تڑپ رہا ہے ولیکن	در ترنجد لب چو شکر ادرا نظر آتی نہیں وصال کی صورت
خفیف مسدس مخبون مقصور	فاعلاتن مفاعلن فعلان دوبار	ہم نبی را وصی وہم داماد نزع تک وصل کی ہے یار اُمید	چشم پیغمبر از جمالش شاد ہے غنل ایک دم ہزار اُمید

[1] یہ بحر شعرائے عرب وعجم نے بہت کم استعمال کی ہے اور اگر کی ہے تو صرف مسدس کی صورت میں۔

[2] فارسی شاعروں نے اس بحر کو سوائے مسدس کے اور کسی طریقے سے نہیں برتا۔

بحر	وزن	مثال
خفیف مسدس مخبون محذوف	فاعلاتن مفاعلن فعِلن دوبار	ہر شب از شوق جامہ پارہ کنم — عاشقم عاشقم چہ چارہ کنم انھیں باتوں میں تھا وہ رشک چمن — کہ جواتنے میں قبل قطع سخن
خفیف مسدس مخبون مقطوع	فاعلاتن مفاعلن فعلن	باتوے درد ما تواں گفتن — ایں سخن را کجا تواں گفتن شکن زلف عنبریں کیوں ہے — نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

۱۰- بحر جدید

بحر	وزن	مثال
جدید مسدس سالم	فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن دوبار	لے گیا وہ بے مروت آرام دل — کچھ نہیں باقی رہا اب جز نام دل ہر شبم گوئی کہ فردایت خوش کنم — چند فردا رفت شاید فردا کنی
جدید مسدس مخبون	فعلاتن فعلاتن مفاعلن دوبار	غزل اب اور بھی بحروں میں کہہ کے پڑھو — نہ ملا اس میں کہیں آشنا سراغ دل

۱۱- بحر قریب[1]

بحر	وزن	مثال
قریب مسدس مکفوف	مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دوبار	خداوند جہاں بخش شاہ عادل — شہنشاہ جواں بخت زاد کامل
قریب مسدس مکفوف محذوف یا مقصور	مفاعیل مفاعیل فاع لان دوبار	بسودائے سر زلف مشکبار — پریشانم و ہم تیرہ روزگار
قریب مسدس اخرب مکفوف	مفعول مفاعیل فاعلاتن دوبار	تا طبع رہی برقرار باشد — مداح در شہریار باشد

مفعول	مفاعیل	فاعلاتن
تا طبع	رہی برق	رار باشد
مداح	در شہر	یار باشد

[1] ان بحروں میں اُردو میں بہت کم اشعار ملتے ہیں۔ اسی لئے اُن کے بہت کم زحافات یہاں دئے گئے۔

۱۲ - بحر مشاکل

بحر	وزن	مثال
مشاکل مسدس مکفوف مقصور	فاعلات مفاعیل مفاعیل دوبار	یارغم شدہ ام در شب دیجور زاں سبب کہ نہ شد در وزمن دور بارغم کو اُٹھانا ہی پڑا آہ داغ ہجر کو کھانا ہی پڑا آہ

۲- قافیہ کے متعلق

قافیہ کی تعریف قافیہ اُن چند حروف معین کا نام ہے جو (درصورت مطلع غزل یا قصیدہ اور ابیات مثنوی) بیت کے دونوں مصرعوں کے آخر میں اور اس کے سوا دوسری صورتوں میں بیت کے دوسرے مصرعہ کے آخر میں مختلف الفاظ کے اندر مکرر آئیں اور مستقل نہ ہوں۔ مگر آج کل کی اصطلاح میں جو لفظ شعر کے آخر میں، ردیف کے پہلے آئے (اگر غزل ردیف دار ہو) اور اگر غزل ردیف دار نہ ہو تو بیت کا پورا آخری لفظ قافیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً ؎

کیوں کر اس بت سے رکھوں جان عزیز کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

اس میں "عزیز" ردیف اور پورا لفظ "جان و ایمان" قافیہ ہے۔ اسی طرح ان اشعار میں ؎

نے گل نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز میں ہوں اپنی شکست کی آواز

تو اور آرائش خم کاکل میں اور اندیشہائے دور و دراز

چونکہ کوئی ردیف نہیں ہے۔ اس لئے مطلع میں دونوں آخری لفظ یعنی "ساز و آواز" اور باقی ابیات میں صرف دوسرے مصرعہ کا آخری لفظ یعنی دراز قافیہ ہیں[۱]۔

قافیہ کے اجزائے ترکیبی یعنی وہ حروف جن سے مل کر قافیہ بنتا ہے ایسے حروف جن سے مل کر قافیہ بنتا ہے۔ تعداد میں نو ۹ ہیں یعنی روی اور چار حرف جو اس کے پیشتر آتے ہیں یعنی (۱) ردف (کبسر "ر") (۲) قید (۳) تاسیس (۴) دخیل۔ اور چار حرف جو روی کے بعد آتے ہیں

[۱] بلاغت کی کتابوں میں اس پر بڑی بحث کی گئی ہے کہ آیا پورا لفظ قافیہ کہا جائے گا یا اُس کے چند آخری حروف جو نہیں بدلتے مثلاً اوپر کی مثال میں "الف" اور "ز" جنمیں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ اصلی قافیہ ہیں اور بدلنے والے حروف مثلاً اوپر کی مثال میں "س" "و" "ر" داخل قافیہ نہیں ہیں۔

یعنی (۱) وصل (۲) خروج (۳) مزید (۴) نائرہ۔

ان حروف کی ترتیب نقشہ کی صورت میں اس طرح دکھلائی جا سکتی ہے۔



(۱) الفاظ قسم۔ قدم۔ درم۔ مرہم میں حرف "میم" روی ہے اور باقی اجزائے مذکورہ بالا میں سے کوئی نہیں ہے

(۲) الفاظ کار۔ بار۔ یار۔ تار وغیرہ میں "ر" حرف روی اور "الف" ردف ہے۔ اور باقی اجزائے مذکورہ بالا میں سے کوئی نہیں ہے

(۳) الفاظ درد۔ سرد۔ زرد۔ مرد میں "د" حرف روی اور "ر" حرف قید ہے اور باقی اجزائے مذکورہ بالا میں سے کوئی نہیں ہے۔

(۴) حال۔ شال۔ کال۔ عالم میں "ل" حرف روی "الف" تاسیس اور "میم" دخیل ہے۔

(۵) سوختہ۔ اندوختہ میں "ت" حرف روی "خ" روی مضاعف (یا ردف زائد) "و" ردف اور "ہ" وصل ہے۔

(۶) بروش۔ خوردش میں "د" روی۔ "م" وصل "ش" خروج ہے۔ کاوشیں، تراوشیں میں "الف" تاسیس۔ "و" دخیل "ش" روی۔ "ی" وصل اور "نون" خروج ہے۔

(۷) بردیم۔ خوردیم میں "د" روی۔ "ی" وصل۔ "م" خروج "ش" مزید ہے۔ گرے گا۔ پھرے گا میں "ر" روی۔ "ے" وصل "گ" خروج۔ "الف" مزید ہے۔ اسی طرح بردیمش۔ خوردیمش میں "ش" نائرہ۔ اور گھسینگے، جھینگے اور توڑنگے چھوڑینگے میں آخری "ے" نائرہ ہے

حرف روی | حرف روی کو جو مذکورۂ بالا حروف قافیہ کا حرف وسط ہے قافیہ کی اصل اور اساس سمجھنا چاہیے۔ بغیر اس کے قافیہ کا وجود نہیں۔ اس کا تغیر قافیہ کا سخت ترین عیب ہے۔ گو کہ بعض صورتیں اس کے جواز کی بھی پیدا کر لی گئی ہیں جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) روی مقید۔ (۲) روی مطلق۔

روی مقید | روی مقید وہ روی ساکن ہے جو مصرعہ یا بیت کے آخر میں مکرر آوے۔ مثلاً ؎

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک   دی خوشی نے وہیں آ کر در دل پر دستک

---

[1] نائرہ کے یہ نو حروف ایک قطعہ میں اس طرح جمع کئے گئے ہیں ؎

قافیہ در اصل یک حرف است و ہشت آن را تبع   چار پیش و چار پس این نقطہ آن ہا دائرہ
حرف تاسیس و دخیل و ردف و قید آنگہ روی   بعد ازاں وصل و خروج است و مزید و نائرہ

ایک خورشید لقا طرفہ جوان ارشق　　　تابِ رخسار تلق سُرخیِ رخسار شفق

پہلے شعر میں "ک" اور دوسرے میں "ق" حرفِ روی ہے اور چونکہ ساکن ہے اس کو روی مقید کہتے ہیں۔

روی مطلق جب روی کے بعد کوئی حرفِ وصل لگایا جائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں روی متحرک ہو جائے گا۔ ایسے روی کو روی مطلق کہتے ہیں۔ جیسے ؎

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں　　　میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں

اس میں حرف "د" روی ہے جو بسبب ہائے وصل کے متحرک ہو گیا۔ اس کو روی مطلق کہتے ہیں۔

روی مجرد جب کسی شعر یا بیت میں سوائے حرف روی کے اول و آخر کوئی دوسرا حرف قافیہ نہ ہو تو وہ روی مجرد کہلاتا ہے۔ جیسے اوپر کی مثال میں حرف "ک" "ق" روی مقید بھی ہے اور مجرد بھی۔

حرفِ رِدف وہ الف، واؤ، یا یائے ساکن جو حرف روی کے عین ماقبل واقع ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں (۱) جب کہ درمیان حرف روی اور ایسے الف، واؤ، ی کے کوئی دوسرا حرف واسطہ نہ ہو۔ جیسے جاں، زماں، ستون، زبوں، جبیں، مکیں وغیرہ۔ ایسے ردف کو **ردف اصلی** یا ردف مطلق یا ردف علی الاطلاق کہتے ہیں۔ (۲) اگر کوئی دوسرا حرف درمیان میں واقع ہو تو یہ **ردف زائد** کہلاتا ہے۔ وہ حروف جو بطور ردف ردف زائد ہ رسی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد عموماً چھ ہے۔ خ - ر - س - ش - ف - ن[لہ]۔ جیسے ساخت - تاخت - آردہ - کارد وغیرہ مثلاً ؎ عید است و پیش از صبحدم مژدہ بخمار آمدہ　　　بر چرخ دوش از جام جم یک نیمہ دیدار آمدہ

خمار اور دیدار قافیہ۔ "ر" حرف روی اور "الف" ردف اصلی ہے۔

؎ ہوئی جب جسم آدم کیلئے تخمیر مٹی کی　　　فلک سے اور فلک سے بڑھ گئی توقیر مٹی کی

تخمیر - توقیر - قافیہ - "ر" روی اور "ی" ردف اصلی ہے۔

؎ کہ بچشمان دل مبیں جز دوست　　　ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

اس میں "ت" حرف روی۔ "و" ردف اصلی اور "س" ردف زائد ہے[لہ]۔

حرکاتِ ردف حروف ردف اصلی یعنی واؤ، الف، ی کی حرکتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ اگر ضمہ قبل واؤ اور کسرہ قبل ی خوب کھینچ کر پڑھا جائے تو ایسے واؤ اور ی کو معروف کہتے ہیں جیسے دُور

[لہ] ردف زائد شش بود اے ذوفنون　　　خا و را و سین و شین و فا و نون

[لہ] بعض محققین نے ایسے حرف کو ردف نہیں بلکہ روی شمار کیا ہے اور اس کا نام روی مضاعف رکھا ہے۔

نور، دید، عید وغیرہ۔ اور اگر ہلکے طور سے بغیر کھینچے ہوئے پڑھا جائے تو ایسے واؤ اور یٰ کو مجہول کہتے ہیں جیسے زور، گور، کور، تیز، بھیز وغیرہ۔

واؤ اور یٰ معروف و مجہول کا قافیہ میں جمع کرنا

فارسی اور اُردو دونوں میں جائز ہے جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہوگا۔

ہر رنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا — موسٰی نہیں کہ سیر کروں کوہ طور کا
ہم تو قفس میں آن کے خاموش رہ گئے — اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا
(سودا)

اس میں ظہور اور طور کا واؤ معروف اور شور کا مجہول ہے

؎ رحم کے قابل ہے ظالم حال اس نخچیر کا — جلد چھوڑ اک ہاتھ کب ہنگام ہے اب دیر کا

نخچیر کی یٰ معروف اور دیر کی مجہول ہے۔

؎ عشق آوردہ در ستیز مرا — کند تا منتقل گرد تیز مرا
خلوت خاص حسن و عشق نگر — کہ بروں کردہ اند نیز مرا

اس میں ستیز اور تیز کی یٰ مجہول اور نیز کی یٰ معروف ہے۔

؎ خارش دیر اب نہیں لکھنے کا یہ مقدور — رن میں ہیں بہتر شہدا بے کفن و گور

مقدور کا قافیہ گور سے کیا ہے آتش ایسا مصلح زبان کہتا ہے ؎

ہم نماز دیں میں جو نا دیر کھڑے رہتے ہیں — سامنے یہ بت بے پیر کھڑے رہتے ہیں

دیر یائے مجہول کا قافیہ پیر یائے معروف سے کیا ہے۔

یہ ایک ہمل سی بات ہے اور زبان کی کم مائگی اور شاعر کی مجبوری کی علامت ہے کہ دیر (یائے مجہول) کا قافیہ (پیر یائے معروف) اور ظہور، طور (واد معروف کا قافیہ زور، شور (واد مجہول) کے ساتھ کیا جائے۔ فارسی میں تو اس کیلئے ایک عذر معقول بھی ہے کیونکہ اہل عجم واؤ اور یائے مجہول کو بول چال میں مثل معروف کے استعمال کرتے ہیں مثلاً ستیز اور تیز کو وہ بولتے ہی اس طرح سے ہیں کہ یائے معروف معلوم ہوتی ہے۔ پس اس کا قافیہ وہ چیز اور نیز کے ساتھ بے تکلف کر سکتے ہیں مگر اردو میں یہ صورت نہیں ہے۔ معروف و مجہول کا تلفظ بالکل علٰیحدہ علٰیحدہ ہے لہذا ایسے الفاظ کا خلط ملط اُستادی سے بعید اور کورانہ تقلید کی ایک بین مثال ہے۔

حرف قید قید وہ حرف ساکن ہے جو سوائے حروف مدہ یعنی واؤ، الف، یٰ کے روی کے عین قبل آئے۔ جیسے درد، سرد میں حرف "ر"۔ ابر، صبر میں حرف "ب"۔ وجد امجد میں "ج"۔ بزم، رزم میں "ز"۔

حشر، نشر میں "ش"۔ عقل، نقل میں "ق"۔ ذکر، فکر میں "ک" حرف قید ہے

اختلاف قید قید کا اختلاف قافیہ میں ناجائز ہے مگر کہیں کہیں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے ؎

چہ مصر و چہ شام و چہ برّ و چہ بحر   ہمہ روستائید و شیراز شہر
(سعدی)

اس میں بحر (حائے حطی) کا قافیہ شہر (ہائے ہوز) سے کیا ہے اور یہ عذر کیا جا سکتا ہے کہ یہ حروف قریب المخرج ہیں

ناجائز استعمال کی مثالیں یہ ہو سکتی ہیں ؎

بری کیا مجھ میں ہے اے سرو خوش قدر   جو دل میں مجھ سے تو ہے گا کدر
ولیکن تو ہی ہے شریعت کی حد   اسی واسطے ان کو کہتے ہیں عبد

الف تاسیس اور حرف دخیل الف تاسیس وہ الف ساکن ہے جو روی کے قبل آئے۔ اور اس کے اور روی کے بیچ میں کوئی حرف متحرک واسطہ ہو یہی متحرک حرف دخیل کہلاتا ہے۔ جیسے مائل، شمائل میں الف تاسیس اور اس کے بعد ہمزہ دخیل ہے۔ اسی طرح تجاہل، تساہل میں "ہ"۔ باور، خاور میں "واو"۔ عاقل، ناقل میں "ق"۔ بعد الف تاسیس کے حرف دخیل ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ اگر ایک قافیہ میں الف تاسیس ہو تو دوسرے میں بھی ہو۔ عاقل کا قافیہ۔ دل اور کافر کا قافیہ سر۔ کاکل کا قافیہ سنبل بے تکلف ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ التزام کرے کہ پوری غزل کے قافیوں میں الف تاسیس آئے تو یہ ایک صنعت مثل لزوم مالایلزم کے ہے۔ مثلاً خواجہ حافظ کی یہ غزل

ہر نکتہ کہ گفتم در وصف آں شمائل   ہر کس شنید گفتا للہ درّ قائل
دل دادہ ام بیارے عاشق کشے نگارے   مرضیۃ السجایا محمودۃ الخصائل
گفتم کرے بہ بخشی بر جان ناتوانم   گفت آں زماں کہ نبود جاں در میانہ حائل
حلاج بر سر دار ایں نکتہ خوش سراید   از شافعی مپرسید امثال ایں مسائل
اے دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم است   یا رب کہ بنیم آں را در گردنت حمائل

تمام قافیوں میں الف تاسیس اور حرف دخیل ہمزہ ہے۔

منہ   حرف قید اندر زبان فارسی   دہ بود آں ہست بشنو اے فتا
با و خا و را و سین و شین   غین و فا و نون و ہا و واو و یا

مگر یہ تعین صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس کے علاوہ اور بھی حروف بطور قید آ سکتے ہیں۔

اردو کی بھی ایک غزل میں یہی صنعت ملحوظ رکھی گئی ہے جس کے دو شعر بطور نمونہ دیے جاتے ہیں۔

یاالٰہی بانکی صورت پر کوئی مائل نہ ہو		زخمی تلوار ہو ابرو کا پر گھائل نہ ہو

روئے جاناں دیکھ کر مہتاب کا ہو رنگ زرد		زلف کالی گورے مکھڑے پر اگر حائل نہ ہو

اشعار مذکورۂ بالا میں بعد الف تاسیس حرف دخیل جو ہمزہ ہے کہیں بدلا نہیں۔ گریہ کچھ ضروری نہیں۔ کامل کا قافیہ عاقل اور کافر کا ظاہر ہو سکتا ہے ؎

اہلِ ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا		آہ یارب راز دل اُن پہ بھی ظاہر ہو گیا

حروف لاحقہ روی یعنی وہ حروف جو روی کے بعد آتے ہیں

یہ چار ہیں۔ وصل، خروج، مزید، نائرہ۔

حرف وصل

یہ روی کے عین بعد آتا ہے اور اگر سوائے حرف وصل کے کوئی دوسرا حرف خروج و مزید وغیرہ نہ ہو تو یہ حرف وصل روی کو متحرک کر دیتا ہے اور خود ساکن ہو جاتا ہے۔ جیسے بریدہ اور رسیدہ میں "ہ"۔ موڑا اور چھوڑا میں "الف"۔ بیماری و گرفتاری میں "ی" حرف وصل ہے۔

حرف خروج

یہ بلا فاصلہ حرف وصل کے بعد آتا ہے جیسے آتا، جاتا میں پہلا "الف" روی۔ "ت" وصل اور دوسرا "الف" خروج ہے۔

جو اس شور سے میرؔ روتا رہے گا		تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

اس میں روتا اور سوتا قافیہ ہیں "و" روی۔ "ت" وصل اور "الف" خروج ہے

حرف مزید

جو حرف بعد خروج کے بلا فاصلہ آئے وہ مزید کہلاتا ہے جیسے گرے گا، پھرے گا میں "ر" حرف روی۔ "ی" وصل۔ "گ" خروج اور "الف" مزید ہے۔

کہوں کیا میں اُس آپ کی خوبیاں		پرندوں نے کب بولیں یہ محبوبیاں

خوبیاں، محبوبیاں قافیہ ہیں۔ اس میں "ب" حرف روی۔ "ی" وصل۔ "الف" خروج اور نون مزید ہے۔

حرف نائرہ

یہ بلا فاصلہ حرف مزید کے بعد آتا ہے۔ جیسے رہیں گے، کہیں گے میں آخری "ے"

ہم اُن کو نہ چھوڑیں گے ہمیں چھوڑیں گے جاں		تم پوچھ لو! ہائے کر توڑیں گے جاں

چھوڑیں گے، توڑیں گے قافیہ۔ "ڑ" حرف روی۔ "ی" وصل۔ "ن" خروج۔ "گ" مزید اور "یائے آخر" نائرہ ہے۔

جو حروف نائرہ کے بعد آئیں وہ بھی نائرہ ہی کے حکم میں ہیں۔

حروف قافیہ کی حرکتیں

قافیہ کی حرکتیں چھ ہیں۔ (۱) توجیہہ (۲) مجریٰ (۳) رس (۴) اشباع (۵) حذو (۶) نفاذ۔

توجیہہ حرف روی کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے بشرطیکہ روی ساکن ہو۔ جیسے عَلَم، قَلَم، قدَم میں "م" حرف روی ہے اور اس کے ماقبل کی حرکت فتحہ ہے جس کو توجیہہ کہتے ہیں۔ اسی طرح خُم، گُم، تُم میں "م" روی ہے۔ اور حرکت ماقبل ضمہ ہے

مجریٰ اگر حرف روی کسی دوسرے حرف کے ساتھ ملنے سے متحرک ہو جائے تو اس حرکت کا نام مجریٰ ہے جیسے بربادی، جلادی، آزادی وغیرہ میں "د" روی ہے مگر بسبب "ی" کیساتھ ملجانے کے متحرک ہو گیا ہے لہذا اس کسرہ کا نام مجریٰ ہے۔ اسی طرح دیدہ، رسیدہ، دمیدہ وغیرہ میں "د" حرف روی ہے۔ اور اس کی حرکت فتحہ کا نام مجریٰ ہے۔

رس الف تاسیس کے ماقبل کی حرکت کو رس کہتے ہیں۔ جیسے عامل، کامل، شامل وغیرہ میں الف تاسیس ہے اس کے قبل کی حرکت فتحہ ہے۔ اسی طرح سراسر، برابر میں پہلے "ر" کی حرکت اور تجاہل، تساہل، تقابل میں ج، س ق کی حرکت جو سب فتحہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ الف تاسیس کے قبل ہمیشہ فتحہ ہی ہوگا۔

اشباع حرف دخیل کی حرکت کا نام ہے (دیکھو حرف دخیل)

حذو ردف اور قید کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے (دیکھو حروفِ ردف وقید) جیسے کام اور نام وغیرہ میں "م" حرف روی۔ الف ردف ہے۔ اس کے قبل ک، ن کا جو فتحہ ہے وہ حذو کہلاتا ہے اسی طرح جوش، ہوش، نوش میں ج، ہ، ن کا ضمہ حذو ہے

نفاذ حروف وصل وخروج ومزید کی حرکتوں کا نام ہے۔ (دیکھو حروفِ وصل وخروج ومزید)

عیوب قافیہ

قافیہ چونکہ شعر کا نہایت اہم اور ضروری جزو ہے یہاں تک کہ اکثر کے نزدیک بغیر قافیہ کے شعر ہی نہیں ہو سکتا لہذا اس کے عیوب بھی خاص اہمیت رکھتے ہیں اور اُن کا جاننا بہت ضروری ہے۔ صاحب بحرالفصاحت لکھتے ہیں کہ قافیہ کے عیوب مجملاً تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ اُن کا استعمال کسی

طرح جائز نہیں۔ دوسرے وہ کہ جن کا استعمال عند الضرورت جائز مگر قبیح ہے اور تیسرے وہ کہ بے ضرورت بھی جائز ہے گو کہ قبیح ہے۔ مختصر یہ کہ مشہور مشہور عیوب قافیہ حسب ذیل ہیں

اقوا یا اختلاف توجیہ اس سے یہ مطلب ہے کہ حرکت ماقبل روی یعنی حرکت توجیہ مختلف ہو جیسے دِل۔ گُل۔ بَقَل۔ شفق۔ اُفق وغیرہ۔

پھٹیں گے شل تقویم کہن دیوان ہزاروں کے　　ہوا عالم میں شہرہ میرے اشعار مجدّد کا

زمیں کے شاعروں کو کب مجال گفتگو مجھ سے　　ترے صدقے سے میں مشہور رہتا ہوں عطارد کا

اس میں مجدّد (بفتحۂ دال مشدد) اور عطارِد (بکسر رائے مہملہ) کا قافیہ ہے جو ناجائز ہے۔ اگر روی کے بعد کوئی حرف وصل آئے تو اختلاف توجیہ جائز ہو جاتا ہے، جیسے دِلے اور گُلے۔ سکندری، مجاوری، عنصری وغیرہ جیسے ؎

بنا مہ در ایام او بر دلے　　نگویم کہ خارے کہ برگِ گلے (سعدی)

اکفا یا اختلاف روی اس سے یہ مطلب ہے کہ حرف روی بدل جائے۔ یہ قافیہ کا سخت عیب ہے مگر اس کے جواز کی یہ صورت نکالی گئی ہے کہ اگر قریب المخرج حروف ہوں مثلاً ب، پ۔ ک، گ۔ ہ، ح تو یہ اختلاف جائز سمجھا جاتا ہے مگر جمہور کی یہی رائے ہے کہ یہ بھی جائز نہیں ہے۔

سُن کے یہ بات زال بے کش　　بولا تم سب ہوئے ہو بند ہوس

اسطرح مدت گئی جب آئے　　چڑھی گرمی عشق کی تپ آئے

اجازہ بحر الفصاحت میں بحوالہ محقق طوسی اور ابن حاجب لکھا ہے کہ حرف روی کا اختلاف، اکفا ہے عام اس سے کہ الفاظ قریب المخرج ہوں یا بعید المخرج۔ لیکن صاحب مفتاح اور خزرجیہ کے نزدیک اکفا اختلاف روی کا ہے بشرطیکہ الفاظ مخرج میں متقارب ہوں اور اگر بعید المخرج ہوں تو اس کو اجازہ کہتے ہیں۔

تحریف روی یعنی حرف روی کا کسی ایسے حرف سے بدلجانا جو قافیہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یعنی کانوں کو چنداں بُرا نہ معلوم ہو۔ جیسے سیب کو سیو اور رجب اور تب کو جد اور رتد کر دینا تاکہ سیو کا قافیہ ریو سے اور جد اور رتد کا قافیہ حد سے ہو جائے۔ اسی طرح ؎

عجب نہیں ہے نہ جلنے جو میر جاہ کی ریت　　سُنا نہیں ہے گریہ کہ جوگی کس کے پرست

ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے　　ہمارے عندیہ میں تو ہے وہ خبیث و پلیت

صحیح لفظ پلید ہے مگر بضرورت قافیہ د کو ت سے بدل دیا۔

سِناد (بکسر سین) اشباع اور حذو کے اختلاف کا نام ہے (دیکھو اشباع اور حذو حرکات قافیہ میں)

اشباع یعنی حرف دخیل کی حرکت کا اختلاف جیسے ؎

وہ ظاہر میں ہر چند ظاہر نہیں پہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہیں (میر حسن)

اس میں نہیں ردیف، ظاہر اور باہر قافیہ ہے جبکہ "ر" حرف روی اور "ہ" دونوں لفظوں ظاہر و باہر میں حرف دخیل ہے اور مختلف حرکات رکھتا ہے اسی طرح ؎

پریرویاں بہت گلنے میں ماہر وہاں تھیں صف بصف حاضر سراسر

ماہر کا قافیہ سراسر سے کیا ہے۔

مگر روی کے ساتھ حرف وصل لگا اگر روی متحرک ہو جائے تو حرف دخیل کا اختلاف حرکت جائز ہے۔ جیسے طاہری اور داوری وغیرہ

حذو یعنی ردف کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف۔ جیسے نور کا قافیہ۔ دَور (بالفتحہ) سے اور دیر (بالکسر) کا قافیہ سَیر (بالفتحہ) سے۔ جیسے ؎

ایک دن مرزا گئے کرنے کو سیر ہوگئی اس میں تک اک ملعمر کی دیر (سودا)

قید کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف جیسے دَرد اور وِرد۔ زَہر اور مہر۔ عصر اور مصر وغیرہ جیسے ؎

اُٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے کم نہ تھا رہ بھی عزیز مصر سے

ان تینوں عیوب کا نام سناد ہے (بکسر سین)

اختلاف ردف حرف ردف کی حرکت کا اختلاف۔ یہ عربی میں تو جائز بلکہ عام ہے مثلاً جمیل کا قافیہ نزول سے اور منیر کا قافیہ بدور سے مگر فارسی اور اردو میں کسی طرح جائز نہیں۔

اختلاف قید حرف قید کا اختلاف خواہ دونوں لفظ قریب المخرج ہوں یا بعید المخرج۔ قریب المخرج جیسے عصر اور نشر۔ نظم اور بزم اور بعید المخرج کی مثال جیسے نظم اور ختم۔ رزق اور فسق وغیرہ۔ قریب المخرج حروف چنداں معیوب نہیں جیسے ؎

نہایت اک کنیز کہنہ عصر کہ دلکش نظم سے جس کی ہر اک نشر (سودا)

چہ شام و چہ مصر و چہ بر و چہ بحر ہمہ روستا یند و ایران شہر (سعدی)

بعید المخرج ؎

برہمن کو وہاں ہے رزق حاصل ہے بدکاروں کو اس نے فسق حاصل

ایطا اس کو فارسی میں شائگان کہتے ہیں۔ ایطاسے یہ مطلب ہے کہ قافیہ کی تکرار ہو اور دونوں ایک ہی ہوں۔ اگر قافیہ مکرر مختلف معنوں میں ہوگا تو یہ ایک صنعت ہو جائے گی۔ ایطا کی دو قسمیں ہیں (۱) ایطائے خفی۔ (۲) ایطائے جلی۔

ایطائے خفی وہ ہے جسمیں تکرار کلمہ خوب ظاہر نہ ہو جیسے دانا اور بینا کہ ان میں اگر الف فاعلی نکال دیا جائے تو دان اور بین رہ جاتا ہے جو قافیہ نہیں ہے لیکن الف چونکہ بسبب کثرت استعمال جزو کلمہ معلوم ہوتا ہے لہذا یہ چنداں معیوب نہیں۔

ایطائے جلی وہ ہے جسمیں تکرار کلمہ ظاہر ہو اور یہ سخت عیب ہے مثلاً جمع کا الف نون یاراں و دوستاں میں یا نون جسمیں وزریں میں۔ اردو میں چلتا ہے، کہتا ہے۔ دیوے، جاوے۔ رونے والا، گانے والا وغیرہ کہ ان میں کلمہ "تا ہے"۔ "وے" اور "نے والا" اگر نکال دئے جائیں تو قافیہ نہ رہے گا۔

بوقت سحر اُس کو مارینگے ہم — لہو خاک میں اُسکا ڈالیں گے ہم
رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے — چمن میں پھول گویا آج ہیں تیرے شہیدوں کے

مارینگے، اور ڈالیں گے، سے اگر "ینگے" نکال دیں تو "مار" اور "ڈال" رہ جاتا ہے جو قافیہ نہیں ہے اسی طرح عندلیبوں اور شہیدوں سے، اگر "وں" جمع کا نکال دیں تو "عندلیب" اور "شہید" رہ جائے گا۔ اسی طرح

پٹکا گاڑھے کا کب تک باندھوں — سونی شلوار تا کجا پہنوں (سودا)

اسی طرح

درسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا — ہم سبھی مہمان تھے واں وہی صاحب خانہ تھا (ذوق)

اسمیں چونکہ خانہ ایک ہی معنی میں مکرر آیا ہے لہذا اگر اس کو نکال دیں تو "بت" اور "صاحب" رہ جاتا ہے بہرطور تکرار کلمہ یا لفظ معیوب ہے بشرطیکہ وہ لفظ ایک ہی معنی رکھتا ہو۔ اگر ایک لفظ مختلف معنوں میں بار بار آئے یا ایک ہی معنی میں مختلف مضامین کے ساتھ چند اشعار میں باندھا جائے تو وہ عیب نہیں رہتا بلکہ شاعر کی زور طبیعت کا پتہ دیتا ہے۔

معمول معمول سے یہ مطلب ہے کہ ایک جگہ قافیہ لفظ واحد ہو اور دوسری جگہ ترکیب سے حاصل ہو۔ جیسے "پیش آنی" اور "پیشانی"۔ "آئی نہ" اور "آئینہ"

مستم از بادۂ شبانہ ہنوز — ساقی ما زرفت خانہ ہنوز
میکشی وبغمزہ میگوئی — توبہ کردی ز عشق یا نہ ہنوز (حافظ)

اس غزل میں شبانہ، خانہ وغیرہ قافیے ہیں۔ دوسرے شعر میں "یا" اور "نہ" کو مرکب کرکے قافیہ کیا ہے۔

آیا نہیں وہ ماہ مہینے گزر گئے — رو با میں اسقدر کہ سفینے گزر گئے

پوچھا جو رو کے یار نے ناسخ کے حال کو ہنس کر کہا رقیب شقی نے گزر گئے

اس غزل میں مینے، سفینے، سینے، پسینے، قرینے قافیے ہیں۔ مقطع میں لفظ "شقی" اور "نے" کو مرکب کر کے قافیہ کر دیا ہے۔
اسی طرح ؎

ساقیا ہوں جو صبوحی کے نہ عادت والے صبح محشر کو بھی اٹھیں ترے متوالے (ذوق)

اس غزل میں "والے" ردیف اور عادت محبت وغیرہ قافیے ہیں۔ مطلع کے دوسرے مصرعہ میں لفظ "متوالے" قافیہ معمول ہے۔

غلو

غلو یہ ہے کہ ایک مصرعہ میں حرف روی ساکن اور دوسرے میں متحرک ہو۔ جیسے ؎

صلاح کار کجا و من خراب کجا ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا (حافظ)

پہلے مصرعہ میں حرف روی "ب" ساکن اور دوسرے میں متحرک ہے ؎

میں اگر آپ سے جاؤں تو قرار آجائے پر یہ ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو یار آجائے
کر ذرا اور بھی اے جوش جنوں خوار و ذلیل مجھ سے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی عار آجائے
حسن انجام کا مومن مرے بارے ہے خیال یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے

اس غزل میں رائے مہملہ روی ہے اور تمام اشعار میں وہ ساکن ہے سوائے مقطع کے کہ اس میں متحرک ہو گئی ہے۔

تضمین

اس سے یہ مطلب ہے کہ ایک مصرعہ کے آخر میں ایسا لفظ بطور قافیہ لائیں کہ اس کے معنی مصرعہ ثانی پر موقوف ہوں۔ اسمیں بظاہر تو کوئی عیب معلوم نہیں ہوتا بلکہ ایک قسم کی صنعت ہے۔ مثال یہ ہے

در حسن ترا کسے نشاند الا خورشید کہ ہر صبح بروں آید تا
خدمت کند و پائے تو بوسد اما نائی تو ببوسے او کہ تا بوسہ پا

اس میں تمام خط کشیدہ لفظ جو مصرعوں کے آخر میں ہیں وہ سب ایسے ہیں کہ اپنے بعد کے مصرعہ سے انکا تعلق ہے۔ اسی طرح ؎

کچھ نہ کچھ کر گئے اثر طعنے کہ ہوا مہربان فلک تیسنے
کئی دن بعد ایک شب تنہا اتفاقاً نی دہ سیہا (حسن)

لفظ "نے" جو پہلے شعر کے آخر میں ہے۔ دوسرے شعر سے متعلق ہے۔

تغیر

یعنی قافیہ کا بدل دینا یہ سخت عیب ہے۔ الا یہ کہ اس کی نسبت اشارہ کر دیا جائے۔ مثلاً ؎

نہ ازت ام کہ از گردش قضا و قدر زمام چرخ بیفتاد خسرو خنادہ

چند شعر کے بعد مغیر قافیہ کا اشارہ کر کے لکھا ہے ؎

بنا بر قافیہ یک الف زیادہ کنم بشرط آنکہ نگیرند خوردہ اہل ہنر
سوال کردم ازاں نور دیدۂ ابرار کہ اے بذات تو آوازہ کائنات قرار (زناری)

علم بیان کے بیان میں

علم بیان کے بیان میں

علم بیان سے وہ علم مراد ہے جس کے جاننے سے ایک معنی کو متعدد اور مختلف طریقوں سے ظاہر کر سکتے ہیں اس طرح کہ ایک معنی دوسرے سے زیادہ صاف ہوں۔ اس علم کا موضوع لفظ ہے اور اس کا مدار چار چیزوں پر ہے (۱) تشبیہ (۲) استعارہ (۳) مجاز مرسل (۴) کنایہ۔ یعنی اگر کسی معنی کے اظہار کے لئے دو یا زیادہ لفظ استعمال کئے جائیں تو انمیں نسبت تشبیہ کی ہوگی یا استعارہ کی یا مجاز کی یا کنایہ کی۔ اب ہم ان چار چیزوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

تشبیہ تشبیہ سے یہ مطلب ہے کہ دو ایسی چیزیں بیان کیجائیں جنمیں کسی ایک یا زیادہ معنی میں مشارکت ہو۔ مثلاً لفظ رخسار اور پھول یا پسینہ اور گلاب وغیرہ۔ رخسار اور پھول میں رنگ کی مشارکت ہے اور پسینہ اور گلاب میں بو کی۔ لہذا رخسار کی تشبیہ گل سے اور پسینہ کی تشبیہ گلاب سے دے سکتے ہیں۔ ان دو چیزوں میں سے ایک کو "مشبہ" اور دوسرے کو "مشبہ بہ" اور معنی مشترک یعنی جو صفت ان دونوں میں عام ہو اس کو "وجہ شبہ" کہتے ہیں۔ یہ لازمی ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ایک طریقہ سے تو اشتراک ہو اور دوسرے طریقہ سے افتراق ہو یعنی ایک معنی میں تو وہ آپسمیں مشارکت رکھتی ہوں یا ایک صفت میں مشارکت رکھتی ہوں اور دوسرے معنی یا دوسری صفات میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں مثلاً اوپر کی مثال رخسار اور گل میں رخسار کی مشابہت گل سے صرف ایک معنی میں یعنی باعتبار رنگ کے ہے دوسرے کسی اعتبار سے مشابہت نہیں ہے اگر یہ بات نہ ہوگی یعنی ایک معنی میں اتفاق اور دوسرے میں اختلاف نہوگا بلکہ ہر طرح اتفاق ہی اتفاق ہوگا تو تشبیہ باطل ہو جائیگی۔ اور قعدد لازم آئے گا یعنی وہ دونوں چیزیں ایک ہی جنس کی سمجھی جائیں گی جو تشبیہ کے اصول سے بالکل مغائر ہے اسی طرح تشبیہ کے لئے متکلم کی غرض کا ہونا بھی ضروری ہے۔

طرفین تشبیہ یعنی مشبہ اور مشبہ بہ مشبہ وہ ہے کہ جس چیز کو کسی دوسری چیز سے تشبیہ دیں اور جس چیز سے تشبیہ دیجائے اسکو

مشبہ بہ کہتے ہیں۔ مثلاً زید مثل شیر کے ہے۔ اسمیں زید کو بہادری میں شیر سے تشبیہ دی ہے پس زید مشبہ ہے اور شیر جس سے تشبیہ دی گئی مشبہ بہ ہے اور بہادری کی صفت کہ جو دونوں میں عام ہے اس کو "وجہ شبہ" کہتے ہیں۔

یہ ضروری ہے کہ جو صفت مشبہ اور مشبہ بہ دونوں میں عام ہو یعنی جو تشبیہ کی باعث ہو وہ مشبہ بہ میں بہ نسبت مشبہ کے زیادہ اور قوی تر ہونا چاہئے خواہ ازروئے حقیقت اور خواہ ازروئے ادعا یعنی متکلم کے خیال کے بموجب۔ اگر ایسا نہو گا یعنی وہ صفت مشبہ اور مشبہ بہ میں برابر ہوگی تو اس کو تشبیہ نہ کہیں گے بلکہ وہ "تشابہ" کہلاتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ تشبیہ میں دو چیزوں میں سے ایک کی فضیلت مقصود ہوتی ہے اور تشابہ میں مساوات پایا جاتا ہے۔ مثلاً ؎

دشمن و دوست بد و نیک زمانہ کے بیچ — حکم رکھتے ہیں ترے پیش کرم چاروں ایک
انوری سعدی و خاقانی و مداح ترا — رتبۂ شعر و سخن میں ہیں ہم چاروں ایک (سودا)

پہلے شعر میں دشمن کی تشبیہ بد سے اور دوست کی نیک سے مقصود نہیں اسیطرح دوسرے شعر میں چاروں شاعروں میں سے کسی ایک کی تشبیہ دوسرے سے منظور نہیں بلکہ مساوات و تشابہ مقصود ہے۔*

تشابہ میں علاوہ اس بات کے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کوئی فاضل اور مفضول نہیں کہا جاسکتا (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) ایک خاص بات یہ بھی ہوتی ہے کہ تشبیہ میں عکس صحیح ہوتا ہے یعنی مشبہ کو مشبہ بہ بنا سکتے ہیں مثلاً

خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہیں فقیر — اور وہ جانتے ہیں مسند کمخواب کو خاک (ظفر)
حقیقت میں ہیگی دو رنگی کہاں — جہاں ذرہ ہے اور ذرہ جہاں (مولوی بہبل برہمی)

مشبہ اور مشبہ بہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) حسی (۲) عقلی۔

(۱) **حسّی** مشبہ اور مشبہ بہ وہ ہیں جو حواس خمسۂ ظاہری سے دریافت ہو سکیں۔ اور حواس خمسۂ ظاہری یہ ہیں یعنی بصر (دیکھنا)، سمع (سننا)، شم (سونگھنا)، ذوق (چکھنا) اور لمس (چھو کر دریافت کرنا خواہ بذریعہ ہاتھ یا پورے جسم کے)

(۲) **عقلی** مشبہ اور مشبہ بہ وہ ہیں جو بجائے حواس خمسۂ ظاہری کے عقل سے دریافت ہوں یعنی غیر مادی اشیاء۔ مثل خوشی و غم، شجاعت و ہمت وغیرہ۔

مشبہ اور مشبہ بہ باعتبار حسی اور عقلی ہونے کے صرف چار طرح پر ہو سکتے ہیں یعنی

(۱) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسّی ہوں۔

(۲) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں عقلی ہوں۔

(۳) مشبہ حسّی اور مشبہ بہ عقلی ہو۔

* [illegible]

[illegible] ہے وہ شربت دیا ہے خون کے آنسو ہیں۔

(۴) مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسّی ہو۔

ان سب کی مثالیں علیحدہ علیحدہ دیجاتی ہیں۔

(۱) مشبہ اور مشبہ بہ حسّی کی مثال متعلق بہ بصر ؎

عذارے چو گل خاطر افروز دید   فروزندہ چوں صبح نوروز دید

عذار یعنی رخسار کو پھول سے اور پھر صبح نوروز سے تشبیہ دی ہے اور یہ دونوں حسّی ہیں

بڑھ چلا رخ سے یہ اُن کے خط اخضر کیسا   پرِ طاؤس ہے قرآن سے باہر کیسا

رُخ کی تشبیہ قرآن شریف سے اور خط کی تشبیہ پرِ طاؤس سے دی ہے اور یہ دونوں مشبہ اور مشبہ بہ چونکہ مادی ہیں لہذا بذریعہ آنکھ کے دیکھے جا سکتے ہیں۔

(۲) جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسّی ہوں اور سامعہ سے تعلق رکھتے ہوں ؎

گاہ چو حال عاشقاں صبح کند تنوّنے   گہ چو حلّی دلبراں مرغ کند نواگری (خاقانی)

شعر دو بالتمثیل دوسرا مصرعہ ہے۔ کہتا ہے کہ کبھی چڑیوں کا نغمہ ایسا خوش آیند معلوم ہوتا ہے جیسے معشوقوں کے زیور کی آواز۔ نوائے مرغان سحر (چڑیوں کا پہچانا) کو حلی دلبراں (معشوقوں کے زیور کی آواز) سے تشبیہ دی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا تعلق سامعہ سے ہے۔

نوبت ہے صدائے قمریاں کی   تیاری ہے باغ میں اذاں کی (محسن کاکوروی)

صدائے قمری کو اذان سے تشبیہ دی ہے اور یہ دونوں سامعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۳) جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسّی ہوں اور شامہ سے تعلق رکھتے ہوں ؎

زاں مے گلگوں کہ بید سوختہ پروردہ   بوئے گلے مشک بید خام بہ آمد

خوشبوئے شراب کی تشبیہ بوئے گل مشک بید سے دی ہے اور یہ دونوں شامہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

کہوں میں کیوں نہ گل اندام ان حسینوں کو   گلاب کی سی مہک آتی ہے بو پسینے میں۔ (گویا)

(۴) جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسّی اور متعلق بہ ذائقہ ہوں ؎

جھوٹی شراب اپنی مجھے مرتے دم تو دے   یہ آب تلخ شربت قند و نبات ہے (درس)

آب تلخ (شراب) کو شربت قند و نبات سے تشبیہ دی ہے جس کا تعلق ذائقہ سے ہے

(۵) جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسّی ہوں اور لامسہ سے تعلق رکھتے ہوں ؎

جس کفِ پا کو برگِ گُل ہے خار ‍ ‍ ‍ حیف ہے خار سے وہ ہووے فگار (میرؔ)

کفِ پا کو نرمی میں برگ گل سے تشبیہ دی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا تعلق لمس سے ہے

(۶) جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں عقلی ہوں یعنی جو حس سے دریافت نہ ہوں بلکہ عقل سے دریافت ہوں ؎

مردگی جہل و زندگی دین است ‍ ‍ ‍ ہرچہ گفتند مغز آں این است (حکیم سنائی)

جہالت کو مردگی اور دین کو زندگی قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں عقلی ہیں

مت مردمک دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں ‍ ‍ ‍ ہیں جمع سویدائے دل چشم میں آہیں

نگاہ کو آہ سے تشبیہ دی ہے یعنی نگاہ مشبہ اور آہ مشبہ بہ ہے اور یہ دونوں عقلی ہیں۔

(۷) جب مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہو ؎

جب نام خدا جوان ہوا وہ ‍ ‍ ‍ مانند نظر رواں ہوا وہ (نسیم)

وہ شخص یعنی تاج الملوک مشبہ ہے اور نظر جو ایک مجرد عقلی چیز ہے مشبہ بہ ہے۔

ان شیروں کی شمشیریں ہیں یاقوت غفا[1] ‍ ‍ ‍ یا میاں ہیں خوابیدہ اجل خوف سے بیدار (دبیر)

شمشیر مشبہ حسی اور قوت غفار اور خوابیدہ اجل مشبہ بہ عقلی۔

(۸) جب مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی ہو ؎

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے ‍ ‍ ‍ رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور (غالبؔ)

طبع یعنی طبیعت مشبہ عقلی ہے اور نالے مشبہ بہ حسی ہیں۔

ہوں وہ بلبل جو کرے ذبح خفا تو ہو کر ‍ ‍ ‍ روح میری گل عارض میں رہے بو ہو کر (خواجہ وزیر)

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہے۔ روح مشبہ عقلی اور بوئے گل مشبہ بہ حسی ہے۔

تشبیہ خیالی اس سے یہ مطلب ہے کہ کسی ایسی چیز سے تشبیہ دی جائے جس کا وجود خارج میں نہ ہو بلکہ قوت واہمہ (فینسی) اپنی کارفرمائی سے اس کو مرتب کرے۔ جیسے سونے کا پہاڑ۔ ظاہر ہے کہ اس کا وجود دنیا میں نہیں ہے مگر قوت واہمہ دو چیزوں یعنی سونے اور پہاڑ کی ترکیب سے ایک جدید چیز پیدا کر سکتی ہے۔ آدمی اس طرح کی چیزیں اکثر خواب میں دیکھتا ہے۔ اسی قسم سے ہے۔ دس سر کا آدمی، یاقوت کا نیزہ، بھوت کے دانت[1] ایک ایسی

---

[1] امراء القیس عربی شاعر نے اپنی تلوار کے جوہروں کو غول کے دانتوں سے تشبیہ دی ہے اسی طرح اردو میں بھی کسی شاعر نے چراغ سحری کی چتیوں سے تشبیہ دی ہے ؎

کون کرتا بیکسوں کے گور پر روشن چراغ ‍ ‍ ‍ ہم کو پیچتے ہیں غولوں میں گویا سر کی چراغ (؟)

چڑیا جس کے پر زمرد کے اور چونچ یاقوت کی ہو وغیرہ وغیرہ یہ سب ترکیبیں انسانی دماغ کے اُس حصہ سے متعلق ہیں۔ جس کو متخیلہ یا واہمہ کہتے ہیں اسی قوت سے شعرا نے اپنی خیالی نظموں میں بڑا کام لیا ہے۔ مثلاً ملٹن نے "پیراڈائز لاسٹ" میں۔ ڈینٹی نے "انفرنو" میں۔ نظیر اکبرآبادی نے "مہادیو کے بیاہ"، "راجہ رام چندر کی پیدائش" کے بیان میں واضح رہے کہ علم بیان والے اس قسم کی تشبیہوں کو کوئی خاص صنف نہیں قرار دیتے بلکہ ان کو بھی تشبیہات حسّی سمجھتے ہیں اور یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ اگر اس قسم کی تشبیہ کا تجزیہ کیا جائے تو اُس کے اجزا جو آخر میں نکلیں گے سب حسّی ہوں گے مثلاً زمرد کا سبزہ ظاہر ہے کہ زمرد اور سبزہ دونوں حسّی چیزیں ہیں اور دیکھنے اور چھونے میں آسکتی ہیں مگر جب ان کو ترکیب دیدیا تو پھر ان کا وجود ظاہر میں نہیں ہے ؎

حیراں ہوں کہ ہے آتشِ سوزاں کے تلے آب — ہے عشق کا دریا دلِ پرسوز میں پنہاں (ظفر)

آتش سوزاں کے تلے آب کا ہونا۔ ظاہر ہے کہ اس کا وجود دنیا میں نہیں ہے مگر شاعر نے اپنی قوت فکر سے دریائے عشق کے دل پرسوز میں پنہاں ہونے کو اس سے تشبیہ دی ہے۔

وجہ تشبیہ یا وجہ شبہ

وجہ شبہ سے وہ صفت یا صفات مراد ہیں جنہیں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں شریک ہوں اور وہ معنی مقصود بھی ہوں اور مشبہ اور مشبہ بہ سے ان کو بہت خصوصیت ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر ہم کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے تشبیہ دیتے ہیں تو ان دونوں چیزوں میں ایک سے زیادہ صفات میں اشتراک ہوتا ہے مگر تشبیہ دینے کے وقت ہم سوائے کسی خاص صفت کے اور صفات مشترکہ کا خیال نہیں کرتے اور یہی ایک صفت جسکا ہم قصداً خیال کرتے ہیں وجہ شبہ کہی جاتی ہے۔ فرض کیجئے کہ کسی شخص کو شجاعت کی وجہ سے ہم شیر کہیں تو گو کہ انسان اور شیر میں علاوہ بہادری کے اور بہت سی چیزوں میں بھی اشتراک ہے مثلاً جسم، رنگ وغیرہ مگر ان صفات سے ہم کو غرض نہیں ہوتی بلکہ صرف صفت شجاعت سے غرض ہوتی ہے لہٰذا یہی صفت انسان اور شیر کی تشبیہ میں وجہ شبہ کہی جاسکتی ہے اور وجہ شبہ مفرد اور مرکب دونوں ہوسکتی ہے اور اگر مرکب ہو تو اس کے اجزا حسّی ہوں گے یا عقلی۔

جاننا چاہئے کہ طرفین تشبیہ (یعنی مشبہ اور مشبہ بہ) اور وجہ شبہ کی مفرد اور مرکب ہونے کے اعتبار سے متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً

(۱) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہوں اور وجہ شبہ مرکب حسّی ہو

(۲) مشبہ اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ سب حسّی ہوں

(۳) مشبہ مفرد حسّی اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ مرکب حسّی ہوں

(۴) مشبہ اور وجہ شبہ مرکب اور مشبہ بہ مفرد ہو
انکے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں۔

اب ہم بعض صورتیں مع امثال کے بیان کرتے ہیں۔

(۱) جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہوں اور وجہ شبہ عقلی ہو ؎

اپنی ہستی میں تو آثار فنا سارے ہیں ۔۔۔ شام کو ذرے ہیں اور صبح کو ہم تارے ہیں (وزیر)

متکلم اپنے آپ کو ذرے اور تارے سے تشبیہ دیتا ہے جو حسی ہیں اور وجہ شبہ معدومیت ہے جو عقلی ہے۔

(۲) مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ مفرد عقلی ؎

بس اب جہاں میں کوئی ہو جو تجھ سے کا بدخواہ ۔۔۔ ہے زہر مرگ حلال اُس پہ شہد زیست حرام (سودا)

یہاں مرگ و زیست مشبہ عقلی۔ زہر و شہد مشبہ بہ حسی اور مصرع ثانی کے اول میں فنا کرنا اور دوسرے حصہ میں رغبت وجہ شبہ ہے جو مفرد عقلی ہیں۔

(۳) برعکس نمبر (۲) کے یعنی جب مشبہ حسی، مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ مرکب عقلی ہو ؎

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل ۔۔۔ خواص اُس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا (شہیدی)

ذات والاصفات رسالتمآب صلعم کی مشبہ۔ برزخ اور حرف مشدد مشبہ بہ اور مصرع اولیٰ یعنی اللہ سے واصل اور مخلوق میں شامل ہونا مرکب عقلی ہے۔

(۴) جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مرکب ہوں ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وجہ شبہ بھی مرکب ہوگی ؎

روتا ہوں مرے ساتھ ذرا ہنستے رہو تم ۔۔۔ بجلی بھی چمکتی رہے باراں کے برابر (گویا)

پورا پہلا مصرعہ یعنی عاشق کے رونے کے ساتھ معشوق کا ہنستا رہنا اس مرکب خیال کو مشبہ قرار دیا ہے اور دوسرا مصرعہ یعنی باراں کے ساتھ بجلی کا چمکتا رہنا مشبہ بہ ہے۔ وجہ شبہ محذوف ہے مگر ظاہر ہے یعنی ایک سیال اور رواں چیز میں بسبب تواتر اور کثرت کے ایک قسم کی تاریکی پیدا ہوجاتی ہے اور جب کوئی چمکدار چیز اسمیں نمایاں ہوتی ہے تو وہ تاریکی دور ہوجاتی ہے

مختصر یہ ہے کہ مشبہ، مشبہ بہ اور وجہ شبہ کی اقسام اور ترتیب کے لحاظ سے بیسیوں صورتیں ہوسکتی ہیں یہاں بوجہ اختصار صرف دو ہی چار پر اکتفا کی گئی۔

غرض تشبیہ

واضح رہے کہ غرض تشبیہ زیادہ تر مشبہ سے متعلق ہوتی ہے اور اُس کی کئی صورتیں ہیں (۱) تشبیہ سے مشبہ کے وجود کا امکان ظاہر ہو۔ مگر اُس کا امتناع بھی ممکن ہو مختصر یہ کہ کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جائے جو بظاہر ناممکن ہو مگر اُس کے امکان کی صورت نہایت خوبصورتی سے پیدا کیجائے۔ مثلاً۔ ؎

جوں شمع جمع ہوں اگر اہل سخن ہزار آپس میں چاہئے کہ کبھو گفتگو نہ ہو (قدر)

شاعر کا دعویٰ ہے کہ اگر ہزاروں اہل سخن بھی ایک جگہ جمع ہوں تو اُن کو چاہیے کہ آپس میں کبھی بات چیت نہ کریں اور دم بخود رہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عجیب دعویٰ ہے اور قرین عقل نہیں معلوم ہوتا۔ مگر جب اس خیال کی تمثیل شمع سے دیدی تو وہ بالکل قرین عقل و ممکن ہو گیا یعنی محفل میں سیکڑوں ہزاروں شمعیں جلتی ہیں مگر سب خاموش ہیں۔ یہی تعلیم شاعر اہل سخن (یعنی اہل عرفان) کو دیتا ہے کہ وہ بھی تو آخر نور الٰہی سے منور ہیں وہ کیوں نہیں شمع کی طرح خاموش رہتے۔ مختصر یہ کہ جب وجہ شبہ میں ایک نُدرت پائی گئی تو شعر کسقدر بلیغ ہو گیا۔

(۲) تشبیہ سے غرض یہ دکھانا مقصود ہو کہ مشبہ کسی وصف کے ساتھ متصف ہے مثلاً سیاہی اسفیدی وغیرہ مگر اس موقع پر یہ شرط ہے کہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ کے ساتھ مشہور ہو ورنہ تشبیہ بیکار ہو گی مثلاً ؎

رکھتا ہے پر غرور کو جوں نیزہ سر بلند جوں جادہ خاکسار کو ٹے ہو زمیں پہ ڈال[1] (سودا)

یہاں سرِ پُرغرور کو بلند نیزہ سے اور خاکسار کو جادہ (یعنی پگڈنڈی) سے کس قدر خوبصورت تشبیہ دی ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں مشبہ بہ یعنی نیزہ کی سربلندی اور جادہ کی خاکساری کو سب جانتے ہیں

(۳) تشبیہ کی غرض یہ ہو کہ مشبہ کے حال کی مقدار مثلاً جسامت، قوت و ضعف وغیرہ بیان کرنا منظور ہو ؎

حدیث سرینُ میانش چہ گویم کہ دیدست کوہے معلق بہ کاہے؟ (انوری)

(گھوڑے کی تعریف میں کہتا ہے کہ اُس کے پٹھوں اور کمر کی کیا تعریف کروں بس سمجھ لو کہ ایک پہاڑ ایک گھاس کے تنکے میں لٹکا ہوا ہے) پٹھوں کو پہاڑ سے اور کمر کو گھاس کے تنکے سے تشبیہ دی ہے جس سے مشبہ یعنی پٹھوں اور کمر کی تعریف میں کمال مبالغہ ظاہر ہوتا ہے۔

یہ حالتِ قامتِ خمیدہ جیسے شجر خزاں رسیدہ (مومن)

کمزوری اور لاغری میں اس تشبیہ سے کمال مبالغہ مقصود ہے۔

---

[1] خاکسار کردہ یا برہنہ جوب میں مجھ کو پھرا دے وہ بہار خار کے سر پر کرے داماں گل کا سا اُبھار (سودا)

ع جو انگر کھا تھا ہمارا وہ لبادہ ہوگیا (ناسخ)

(۴) تشبیہ کی غرض یہ ہو کر سُننے والوں کو مشبہ کا حال اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اس میں اور نمبر(۳) میں یہ فرق ہے کہ اس میں مشبہ کی حالت بذریعہ کسی مثال کے ذہن نشین کرانا مقصود ہوتا ہے اسواسطے کہ مثال سے کیفیت اصلی اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے ؎

صورت الجہاں چو دیگ تہی است اندرون خالی و برون سیہ است (حکیم سنائی)

یعنی جاہل لوگوں کو جو دیکھو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خالی دیگ ہیں جو اندر سے خالی اور باہر سے سیاہ ہوتی ہے جہل سے جو کور سوادی اور تاریکی قلب میں پیدا ہوتی ہے وہ اس مثال کے ذریعہ سے بہترین طریقہ سے سمجھ میں آسکتی ہے ؎

مئے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسماں سے ہم کہ آخر جب اُسے دیکھا فقط خالی سبو نکلا (ذوق)

فلک کی خالی سبو کی تمثیل سے یہ ذہن نشین کر دیا کہ اُس سے کسی قسم کے عیش و آرام اور کامیابی کی امید رکھنا فضول ہے اسی مضمون کو سودا نے بھی کہا ہے ؎

نہیں ہوں طالب رزق آسماں سے کہ مجھے یقیں ہے کاسۂ وارُوں میں کچھ نہیں ہوتا (سودا)

(۵) تشبیہ سے یہ غرض ہو کہ مشبہ سُننے والے کی نظر میں اچھا معلوم ہو جیسے سیاہ چہرے کو ہرن کی پتلی سے تشبیہ دینا ؎

ببیں وقت سخن گفتن لب شیریں و دندانش کہ گوئی دُرِ عمان است در لعل بدخشانش (انوری)

یعنی جب وہ بات کرتا ہے تو اُسکے لب شیریں اور دانت ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا عمان کے موتی لعل بدخشاں کیساتھ رکھے ہوئے ہیں ؎

لال ہونٹوں سے نمایاں دانت موتی سے نہیں کان ہیرے کی نہاں یاقوت کی معدن میں ہے (ذوق)

(۶) برعکس نمبر (۵) کے تشبیہ کی یہ غرض ہو کہ مشبہ سُننے والے کو بُرا معلوم ہو۔ واضح رہے کہ پھبتیاں وغیرہ اسی صنف میں آتی ہیں ؎

کچھ نہ پوچھو غرض کہ تھے کیسے سر تھا اُنکا چکوترا جیسے
چڑھا رہتا تھا اُن پہ کالا بھوت اُنکی دونوں بھویں تھیں جوں شہتوت
چاٹ کھانا ہی انکا تھا پیشہ اُن کی پلکیں تھیں آم کا ریشہ

رکھے تھے آپکے وہ دونوں گال — سوکھے ساکھے انار کی سی چھال
ہو بیاں کس سے وہ شکوہ وشان — مثل اخروٹ تھے وہ دونوں کان
میں کروں عرض آپ جو پوچھیں — تھیں کیسرو کے بال کی سونچھیں
جب انھیں سوجھا لطیفہ تھا — تب وہ منہ کھلتا جوں شریفہ تھا
بھٹے کی داڑھی جیسی تھی داڑھی — بلکہ کچھ اور اُس سے تھی گاڑھی
بسکہ پینک کا اُن کو تھا آسیب — ٹھڈی جو بن گئی تھی جیسے سیب (انشا۔ ماخوذ از بحر الفصاحت)

(۷) تشبیہ کی یہ غرض ہو کہ مشبہ میں ایک خصوصیت اور ندرت پیدا ہو جائے اور وہ سننے والے کے ذہن میں اس طرح آئے کہ بغیر تشبیہ کے اس کی وہ صورت ذہنی ناممکن ہو اس قسم کی تشبیہ کو ایک وہمی یا خیالی تشبیہ سمجھنا چاہیے ؎

کھلی عارض پہ زلفِ یار کیوں کر — حلب سے مل گیا تاتار کیوں کر (ضیا)

کجا حلب و کجا ملک تاتار، ہزاروں میل کا فاصلہ۔ ان دونوں مقاموں کا مل جانا درحقیقت محال ہے مگر جب عارض کی تشبیہ حلب سے اور زلف کی تشبیہ تاتار سے دی تو بسبب ندرت اور جدت کے تشبیہ پُرلطف ہو گئی۔

اداتِ تشبیہ | اداتِ تشبیہ سے وہ چھوٹے چھوٹے الفاظ مراد ہیں جو ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینے میں استعمال کیے جاتے ہوں۔ مثلاً جوں۔ جیسے۔ جیسی۔ مانند۔ مثل۔ آسا۔ مانا۔ سا۔ سے۔ وغیرہ۔ بعض کی مثالیں دی جاتی ہیں ؎

حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا — نہایت غم ہے اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا (ناسخ)
مسی آلودہ سرِ انگشتِ حسیناں کھئے — سرِ پستان پریزادے آنا کہئے (غالب)
جب نام خدا جواں ہوا وہ — مانند نظر رواں ہوا وہ (نسیم لکھنوی)
کنیز اور بانوتھیں آپس میں ایسی — زمانے میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی (حالی)
گاہ آواز خوش سنا دینا — جوں سحر گاہ مسکرا دینا (مومن)

اقسامِ تشبیہ | تشبیہ کی متعدد قسمیں ہو سکتی ہیں جن میں سے بعض مشہور یہ ہیں۔

تشبیہ جمع | وہ ہے کہ جب مشبہ واحد اور مشبہ بہ متعدد ہوں جیسے ؎

عارض است این یا قمر یا لالۂ احمر است این — یا شعاعِ شمس یا آئینۂ دلہا ست این (جامی)

عارض (رخسار) مشبہ واحد ہے اور مشبہ بہ (۱) قمر (۲) لالۂ سرخ (۳) شعاعِ آفتاب (۴) آئینۂ دل ہیں۔

خنجر تھا الٰہی یا زباں تھی — خنجر سے زیادہ رواں تھی
تھی یا کوئی تیغ آتشیں دم — یا شعلۂ آتش جہنم (مومن)

یہاں ایک مشبہ یعنی زبان کو تین چیزوں سے تشبیہ دی ہے (۱) خنجر (۲) تیغ آتشیں دم (۳) شعلۂ آتش جہنم۔ اگر صورت برعکس اس کے ہو یعنی مشبہ کئی ہوں اور مشبہ بہ ایک ہو تو اس کو تشبیہ تسویہ کہتے ہیں۔ جیسے

عجب نہیں ہے کہ آرائش زمانہ سے — حنائی پنجہ ہوں تاک و چنار و بید انجیر (ذوق)

یہاں (۱) تاک (۲) چنار (۳) بید انجیر مشبہ ہیں اور مشبہ بہ ایک ہے یعنی آرائش زمانہ سے حنائی پنجہ ہونا۔

تشبیہ اضمار اُس کو کہتے ہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دیں مگر ظاہر میں اُس سے انکار کریں اور سننے والے کو یہ نہ معلوم ہو کہ قائل کا مقصد تشبیہ ہے مگر حقیقت میں غرض تشبیہ سے ہو یہ تشبیہ چھپی ہوئی ہوتی ہے اسی لئے اس کو تشبیہ اضمار کہتے ہیں۔ مثال کیلئے وہ قطعہ دیکھنا چاہئے جمیں مرزا غالب نے چکنی ڈلی کو جو ایک شخص کے ہتھیلی پر رکھی ہوئی تھی متعدد چیزوں سے تشبیہ دی ہے جس کا مطلع ہے ؎

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہئے

اسی میں بطور اضمار یا انکار کہتے ہیں ؎

کیوں اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھئے — کیوں اسے نقطۂ پرکار تمنا کہئے
کیوں اسے گوہرِ نایاب تصور کیجے — کیوں اسے مردمک دیدۂ عنقا کہئے
کیوں اسے تکمۂ پیراہن لیلےٰ لکھئے — کیوں اسے نقش پئے ناقۂ سلمیٰ کہئے

ان اشعار میں چکنی ڈلی کو ان چھ چیزوں سے تشبیہ دی ہے (۱) قفل در گنج محبت (۲) نقطۂ پرکار تمنا (۳) گوہر نایاب (۴) مردمک دیدۂ عنقا (۵) تکمۂ پیراہن لیلیٰ (۶) نقش پئے ناقۂ سلمیٰ۔ اور شروع میں لفظ کیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر ان چیزوں سے تشبیہ نہیں دینا چاہتا بلکہ ان سب سے مشبہ کو اعلیٰ و افضل سمجھتا ہے۔

تشبیہ قریب یعنی ایسی تشبیہ جو جلد سمجھ میں آجائے خواہ اس وجہ سے کہ وجہ شبہ واحد ہو یا اس وجہ سے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں قریب کی نسبت ہو۔ مثلاً کسی آدمی کے دانت اگر معمول سے بڑے ہوں تو کہیں کہ اس کے ہاتھی کے ایسے دانت ہیں یا وہ چیز جس سے تشبیہ دی جائے ذہن میں آسانی سے اور اکثر گزرتی ہو۔ مثلاً زلف کی تشبیہ سانپ سے۔ آنکھ کی تشبیہ نرگس سے۔ قد کی تشبیہ سرو سے۔

اہل بلاغت تشبیہ قریب کو اچھا نہیں سمجھتے اور اس کو تشبیہ مبتذل کہتے ہیں مگر جب یہ ابتذال بسبب کسی

خاص تصرف کے دور ہو جاوے تو وہ تشبیہ بہت لطف دیتی ہے۔ مثلاً

ماہی اگر ماہ را دسرو بود قد   سروی اگر سرو را زماہ بود بر   (مختاری)

شاعر کہتا ہے کہ تو چاند ہے (یعنی ہم تیری پیاری صورت کو چاند سے تشبیہ دیتے) اگر چاند کا قد سرو کا ایسا ہوتا۔ اور تو سرو ہے (یعنی تیرے قد کو ہم سرو سے تشبیہ دیتے) اگر سرو کا سینہ چاند کا ایسا ہوتا۔ یہاں چہرے کی تشبیہ چاند سے اور قد کی تشبیہ سرو سے تشبیہ مبتذل ہے یعنی اس میں کوئی خاص بات نہیں مگر جب کہ کچھ شرطیں اُس میں اضافہ کر دی گئیں تو تشبیہ میں غرابت پیدا ہو گئی۔ یا سے

ابرو ہیں تماشا رے لے رشک قمر دو   یکجا یہ تو سامنے آتے ہیں نظر دو   (ظفر)

ابرو کی تشبیہ بسبب خمدار ہونے کے مہ نو سے دی ہے جو ایک معمولی بات ہے مگر دو چاندوں کا یکجا جمع ہو جانا ایک نئی بات ہے جس سے تشبیہ میں لطف پیدا ہو گیا ہے۔

تشبیہ بعید جس کو تشبیہ غریب بھی کہتے ہیں۔ یعنی ایسی تشبیہ جس میں وجہ شبہ بعد تامل کے سمجھ میں آئے خواہ اس وجہ سے کہ وجہ شبہ متعدد ہو یا مرکب ہو یا مشبہ کو مشبہ بہ کیساتھ دور کی نسبت ہو یا مشبہ بہ وہمی یا خیالی ہونے کی وجہ سے ذہن میں ندرت کے ساتھ آئے واضح رہے کہ تشبیہ میں جس قدر وجہ شبہ ترکیب زیادہ رکھتی ہو گی۔ اسی قدر اس میں بعد اور غرابت زیادہ ہو گی اور اسیقدر زیادہ بلیغ اور پر لطف بھی ہو گی۔ برخلاف اس کے معمولی تشبیہیں جن میں تفصیل و ترکیب کم ہوتی ہے وہ بلاغت میں کم مرتبہ رکھتی ہیں۔ الّا یہ کہ اُستادانہ بندش سے وہ پر لطف کر دی جائیں۔ مثلاً سے

گورے گالوں پر ترے زیبا ہے خال عنبریں   تھا یہی زیبا سزاوار ایسی لوح سیم کا   (آتش)

گورے گورے گالوں کو لوح سیمیں (چاندی کی تختی) سے اور خال عنبریں (معشوق کے سیاہ تل) کو مینا سے تشبیہ دی ہے۔ ہر چند کہ علٰحدہ علٰحدہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کوئی دور کی نسبت نہیں ہے مگر مل کر ایک ندرت اور غرابت پیدا ہو گئی۔

دی ہے واعظ نے کن آداب کی تکلیف نہ پوچھ   ایسے اُلجھاؤ تری کاکل پیچاں میں نہیں   (حالی)

شاعر واعظ کی مذاق آمیز لہجے میں شکایت اور مذمت کرتا ہے کہ واعظ مذہبی معاملات میں ایسی پیچیدہ اور مشکل باتیں پیدا کر دیتا ہے جو اصل اصول مذہب کے بالکل منافی ہیں۔ کیونکہ ارشاد نبویؐ تو اَلدِّیْنُ یُسْرٌ ہے اس شعر میں مذہبی پیچیدگیوں کو کاکل پیچاں سے کس قدر خوبصورت تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ لفظ الجھاؤ سے

ظاہر ہے جو دل کے بعد ذہن میں آتی ہے۔ کا کل پیچاں سے سرورِ عالم صلعم کے ارشادات مراد ہیں

شک ہے کمربار کے اوپر رگِ جاں کا کیسی رگِ گل رشتۂ باریک کہاں کا؟ (آباد)

کمر یار کو شعرا ہمیشہ نازک باندھتے ہیں۔ اسی اعتبار سے کمر کو (۱) رگِ گل اور (۲) رشتۂ باریک (پتلے ڈورے) سے تشبیہ دی گئی ہے جو ایک پیش پا افتادہ مضمون ہے مگر جب یہ مضمون بطور استفہام انکاری کے بیان کیا گیا نیز یہ کہ جب مبالغہ کر کے کمر کو رگِ جاں سے تشبیہ دی تو غرابت و لطف پیدا ہو گیا۔

تشبیہ مشروط اگر تشبیہ قریب یا مبتذل میں کوئی شرط لگا دی جائے تو اس میں ایک ندرت پیدا ہو جاتی ہے اسی کو تشبیہ مشروط کہتے ہیں۔ مثال کیلئے دیکھو مختاری کا شعر صفحہ ۱۶۷۔ ایک اور دوسری صورت یہ بھی ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دیں مگر مشبہ بہ میں کوئی نقص یا خرابی نکال کر مشبہ کو اس سے اعلیٰ و افضل قرار دیں۔ مثال کیلئے حضرات عون و محمدؑ کے سراپا کے یہ دو بند دیئے جاتے ہیں۔

رو دار ہے خورشید پہ ابرو نہیں رکھتا ابرو مہِ نو رکھتا ہے پر رو نہیں رکھتا
قد رکھتا ہے طوبیٰ پہ یہ گیسو نہیں رکھتا سنبل کے ہیں گیسو قد دلجو نہیں رکھتا
گر آنکھ ہے نرگس کی تو بینائی نہیں ہے
غنچہ کے دہن ہو تو یہ گویائی نہیں ہے

بو ہے گلِ جنت میں یہ رخسار نہیں ہے ایمن میں تجلی ہے یہ دیدار نہیں ہے
قد رکھتا ہے طوبیٰ پہ یہ رفتار نہیں ہے شیریں میں لب کوثر ہو یہ گفتار نہیں ہے
آئینے میں رو ہے یہ خط سبز کہاں ہے
غنچہ کے دہن ہے نہ زباں ہے نہ بیاں ہے (دبیر)

ان اشعار میں (۱) رو کی تشبیہ خورشید سے (۲) ابرو کی تشبیہ مہِ نو سے (۳) قد کی طوبیٰ سے (۴) گیسو کی سنبل سے (۵) آنکھ کی نرگس سے (۶) دہن کی غنچہ سے (۷) خوشبوئے جسم کی گلِ جنت سے (۸) دیدار کی وادیٔ ایمن سے (۹) لب کی لب کوثر سے (۱۰) رو کی آئینہ سے اور (۱۱) دہن کی غنچہ سے دی ہے مگر بعد کو سب میں کوئی نہ کوئی نقص نکال کے مشبہ یعنی حضرات عون و محمد کے سراپا کو فضیلت دی ہے

تشبیہ مفصّل وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ بیان کر دی جائے۔ جیسے ؎

جہاں پیمانہ را ماند بعینہ کہ چوں پر شد تہی گردد بہ یکبار (خاقانی)

جہان کو پیانہ ٹھہرایا ہے اور وجہ شبہ دوسرے مصرعہ میں بیان کر دی۔

ادا ہے شاہد مضموں میں دلبروں کی طرح — چمک رہے ہیں در نظم اختروں کی طرح (نفیس)

تشبیہ مجمل اگر وجہ شبہ مذکور نہ ہو تو اس کو تشبیہ مجمل کہتے ہیں۔ جیسے

از عارض در دی و زلف داری — طاؤس و بہشت و مار باہم (خاقانی)

اس میں عارض کو طاؤس سے۔ رد کو بہشت سے۔ اور زلف کو مار سے تشبیہ دی ہے مگر وجہ شبہ کوئی بیان نہیں کی۔

واہ واہ کیا معتدل ہے باغ عالم کی ہوا — مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا (ذوق)

یہاں موج صبا کو صاحب صحت کی نبض کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ کی تصریح نہیں کی البتہ ایک مجمل طور پر لفظ معتدل سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

تشبیہ مؤکد اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی لفظ تشبیہ (جن کو ادات تشبیہ کہتے ہیں) مذکور نہ ہو جیسے ؎

مے آفتاب زرفشاں جامش بلوریں آسماں — مشرق کف ساقیش داں مغرب لب یار آمدہ (خاقانی)

مے کو آفتاب سے۔ جام کو بلوریں آسمان سے۔ کف ساقی کو مشرق سے اور لب یار کو مغرب سے تشبیہ دی مگر کوئی لفظ تشبیہ مذکور نہیں ہے۔

تشبیہ مُرسل جس کو تشبیہ صریح بھی کہتے ہیں وہ ہے جس میں لفظ تشبیہ مذکور ہو۔ جیسے ؎

خدا نے اس کو دیا ایک خوبرو فرزند — ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوئے ماہ (غالب)

خوبرو فرزند کو ستارہ سے تشبیہ دی اور لفظ جیسے جو تشبیہ کا پتہ دیتا ہے۔ مذکور ہے۔

مراتب تشبیہ باعتبار مبالغہ کی قوت وضعف کے واضح رہے کہ تشبیہ کا استعمال نظم و نثر میں شبہ کی اہمیت ظاہر کرنے اور اس کو متم بالشان بنانے کے لئے حسب ذیل طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ مثالیں یہاں نثر سے دی جاتی ہیں تاکہ صاف طور پر اور آسانی سے ذہن نشین ہو جائیں۔

(۱) جب مشبہ، مشبہ بہ، وجہ شبہ اور لفظ تشبیہ چاروں ذکر کئے جائیں۔ جیسے یہ گنڈیریاں مٹھاس میں مثل برفی کی ڈلیوں کے ہیں۔ تشبیہ کی یہ صورت نہایت ضعیف و مبتذل خیال کی جاتی ہے۔

(۲) جب حرف تشبیہ حذف کر دیا جائے۔ باقی تین قائم رہیں۔ جیسے یہ گنڈیریاں مٹھاس میں برفی کی ڈلیاں ہیں

(۳) جب وجہ شبہ حذف کردیں اور باقی تین قائم رہیں۔ جیسے یہ گنڈیریاں کیا ہیں برفی کی ڈلیاں ہیں۔

(۴) جب وجہ شبہ اور لفظ تشبیہ دونوں حذف کردئے جائیں۔ صرف مشبہ اور مشبہ بہ باقی رہیں جیسے یہ گنڈیریاں، برفی کی ڈلیاں ہیں۔

(۵) جب وجہ شبہ، لفظ تشبیہ اور مشبہ تینوں حذف کردئے جائیں جیسے گنڈیریوں کو دکھلاکے سودے والا صرف یہ کہتا ہے "یہ برفی کی ڈلیاں کون لے گا"۔ یہ صورت نہایت بلیغ ہے۔

(۶) جب تشبیہ کے چاروں اجزا حذف کردئے جائیں صرف مشبہ کی صفت کا اعلان کیا جائے۔ جیسے (گنّے والے کی آواز) "کنکوّے کون لوٹے گا"۔ اس مختصر جملے سے یہ مطلب ہے کہ ہمارے گنّے لمبائی میں مثل بانس کے ہیں۔ یہ پورا جملے کا جملہ محذوف ہے صرف مشبہ بہ کی صفت (کنکوّے لوٹنا) بیان کی ہے غرض یہ ہے کہ لوگ مشتاق ہو کر اس اصل چیز کو ضرور خریدیں۔ یہ صورت بھی مثل (۵) کے نہایت بلیغ ہے۔

استعارہ

تشبیہ اور استعارہ میں اکثر چیزوں میں مشارکت ہے لہٰذا اُس کا ذکر یہاں نہایت اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ تشبیہ کے بیان میں ان تمام باتوں کی تصریح کردی گئی ہے۔ جاننا چاہئے کہ جس طرح تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ کہتے ہیں۔ اسی طرح استعارہ میں یہی دو چیزیں طرفین استعارہ کہلاتی ہیں مگر استعارہ میں مشبہ کو مستعار لہ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہیں اور تشبیہ میں جو چیز وجہ شبہ کہلاتی ہے اُس کو استعارہ میں وجہ جامع کہتے ہیں۔ تشبیہ اور استعارہ میں یہ بڑا فرق ہے کہ مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لیتے ہیں عام اس سے کہ وہ متروک ہو یا اُس کا ذکر کیا جائے۔ یعنی فرض کیجئے کہ ایک بہادر کو بعینہ شیر کہیں گے۔

اقسام استعارہ

استعارہ کی تین خاص اقسام حسب ذیل ہیں۔

استعارہ بالتصریح ۔ وہ ہے جسمیں مشبہ متروک اور مشبہ بہ مذکور ہو۔

استعارہ بالکنایہ ۔ وہ ہے جس میں مشبہ بہ متروک اور مشبہ مذکور ہو۔

استعارہ وفاقیہ ۔ وہ ہے جسمیں صفات مستعار منہ و مستعار لہ ایک شخص میں جمع ہوسکیں۔ جیسے

یہ سنتے ہی تھرّا گیا گلہ سارا ۔ یہ راعی نے للکار کر جب پکارا (حالی)

راعی چرواہے کو کہتے ہیں۔ مراد اس سے یہاں ذات قدسی صفات رسالتمآب صلعم کی ہے۔ اسی طرح لفظ گلّہ سے

قوم عرب مراد ہے۔

استعارہ عنادیہ ۔ برخلاف استعارۂ وفاقیہ کے اگر مستعار لہٗ و مستعار منہ کا جمع ہونا شخص واحد میں ناممکن ہو تو اُس کو استعارہ عنادیہ کہتے ہیں۔ جیسے کسی ایسے مردہ شخص کو جس کے کار خیر دنیا میں باقی رہ گئے ہوں زندہ سے اور ایسے زندہ شخص کو، جو جاہل ہو یا خواب غفلت میں پڑا ہوا ہو مردہ سے تعبیر کریں۔ جیسے ؎

کوئی آج سے ہے فلک مدعی کیا ہمیشہ مرے حال پر مہرباں ہے (میر)

یہاں فلک کا استعارہ مہرباں سے بمعنی نامہربان کے کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دو صفتیں یعنی مہربانی اور نامہربانی ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتیں اسی طرح ؎

شریعت ہوئی ہے نکو نام اُن سے بہت فخر کرتا ہے اسلام اُن سے (حالی)

یہاں بدنام کا استعارہ نکو نام سے اور ننگ و عار کرنے کا استعارہ فخر کرنے سے ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ اسی ذیل میں ایسے استعارے بھی سمجھنا چاہئے جو بر سبیل مذاق و ظرافت برعکس معنی میں استعمال ہوں جیسا کہ تشبیہ کے ذکر میں بیان کیا گیا۔

وجہ جامع وجہ جامع کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) یہ کہ وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہٗ کا جزو ہو

(۲) یہ کہ وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم کا جزو نہ ہو۔

(۳) یہ کہ وجہ جامع ایسی ہو جو بہت جلد سمجھ میں آجائے۔ ایسے استعارہ کو استعارۂ عامیہ یا مبتذلہ کہتے ہیں

(۴) یہ کہ وجہ جامع بوجہ نادر ہونے کے ہر شخص کی سمجھ میں نہ آئے (اس کو استعارۂ غریبہ بھی کہتے ہیں) جیسے ؎

ہوا یہ جوش میں سودا کے بہری آنکھوں سے بجائے لعل نکلتے ہیں اب سلیمانی (سودا)

بسبب جوش سودا سے سیاہ ہونے کے اشک خونی کو دانۂ سلیمانی سے استعارہ کیا ہے

کبھی استعارۂ مبتذلہ بسبب تصرف کے استعارۂ غریبہ ہو جاتا ہے۔ جیسے ؎

از فیض تو در دو گاہوارہ دو ہند و طفل شیر خوارہ (خاقانی)

(یعنی یہ تیرا ہی فیض ہے کہ دو پالنوں میں دو سیاہ رنگ ہندو کے بچے دودھ پی رہے ہیں) سیاہ رنگ ہندو کے بچوں سے آنکھ کی دو پتلیاں اور دودھ سے آفتاب کی روشنی مراد ہے۔ علیحدہ علیحدہ یہ استعارۂ عامیہ ہے گر

مل کر ایک ندرت اور غرابت پیدا ہو گئی ہے ؎

پا برہنہ دھوپ میں مجھ کو پھراوے دربدر — خار کے سر پر کرے دامان گل کا سائباں (سودا)

دامان گل کو سائبان سے تشبیہ دینا ایک عام بات ہے مگر پہلے مصرعہ کے تقابل سے شعر بہت بلیغ ہو گیا ہے (اس کی مثالیں تشبیہ کے ذکر میں بھی دیکھنا چاہئے)

اقسام استعارہ باعتبار مستعارلہٗ مستعارمنہ و وجہ جامع تینوں کے

اس کی چھ قسمیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) مستعارمنہ، مستعارلہٗ اور وجہ جامع تینوں حسّی ہوں اور چونکہ حس کا تعلق حواس سے ہے لہٰذا اس کی شکل تشبیہ کے پانچ صورتیں ہو سکتی ہیں۔ متعلق بہ باصرہ، سامعہ، شامہ وغیرہ (دیکھو اس کی بحث تشبیہ میں)

(۲) طرفین حسّی ہوں اور وجہ جامع عقلی ہو۔

(۳) مستعارلہٗ حسّی ہو اور مستعارمنہ و وجہ جامع عقلی ہوں۔

(۴) مستعارمنہ حسّی ہو اور مستعارلہٗ و وجہ جامع عقلی ہوں۔

(۵) مستعارلہٗ، مستعارمنہ اور وجہ جامع تینوں عقلی ہوں۔

(۶) طرفین حسّی ہوں اور وجہ جامع مرکب ہو حسّی اور عقلی دونوں سے۔

استعارۂ تمثیلیہ

استعارہ کی ایک صورت یہ ہے کہ اس میں مستعارلہٗ، مستعارمنہ، وجہ جامع کئی چیزوں سے حاصل ہوتی ہوں۔ اس میں اور تشبیہ تمثیلی میں یہ فرق ہے کہ جہاں کہیں مطلقاً تمثیل ہو وہ استعارہ ہے اور اگر الفاظ تشبیہی ہوں تو وہ تشبیہ ہے (تشبیہ تمثیل کی مثال کے لئے دیکھو تشبیہ) استعارہ تمثیلی کی یہ مثال ہو سکتی ہے ؎

یک جہانند زیر ایں افلاک — کام پُر زہر و خانہ پُر تریاک (سنائی)

علمائے جاہ طلب کی ہجو میں کہتا ہے کہ اس دنیا میں ایک بڑی جماعت ایسی ہے کہ جن کا تالو زہر سے اور گھر تریاک سے بھرا ہوتا ہے۔ یعنی جن کا ظاہر نہایت چکنا چپڑا اور بظاہر مفید اور باطن مثل زہر کے مضر۔ اس شعر کا مصرع ثانی تمثیل ہے۔

نہ یاں دین میں رہتا ہے آلودہ جو فقیر — دھوبی کا کتا ہے نہ وہ گھر کا نہ گھاٹ کا

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہے جو ایک مثل ہے جس سے یہ مطلب ہے کہ بیکار محض یعنی جو کوئی مفید کام نہ کرتا ہو۔

تھی لاگ اس کی تیغ کو ہم سے عشق نے — دونوں کو معرکے میں گلے سے ملا دیا (میرؔ)

گلے سے ملانا یعنی دو چیزوں میں آشتی و محبت پیدا کرنا محاورہ ہے، یہاں تلوار گلے پر رکھنے کو گلے ملانے سے استعارہ کیا ہے۔

استعارہ بالکنایہ یعنی ایسا استعارہ جو کنایہ کے ساتھ ہو۔ اس میں مشبہ کا ذکر نہیں ہوتا اور مشبہ سے مشبہ بہ کا ارادہ کیا جاتا ہے اور وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھے اُس کو مشبہ کے لئے ثابت کرنے کا نام استعارہ تخئیلیہ ہے جیسے ؎

بروئے کردہ ہمہ حجرہ بوستان ارم — بزلف کردہ ہمہ خانہ طبلۂ عطار (مسعود سعد)

یعنی اپنے چہرہ سے تمام حجرہ کو باغ بنا دیا (چہرے کی تشبیہ پھول سے ہے) اور زلف سے پورے گھر کو عطار کا بکس کر دیا۔ (زلف کی تشبیہ مشک وغیرہ وغیرہ سے ہے) اس میں مشبہ بہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لہذا استعارہ بالکنایہ ہے۔

روشن ہے پچکے مرنا پروانے کا و لیکن — اے شمع کچھ تو تو کہہ تیرے بھی تو زباں ہے (میرؔ)

شمع کو ایک جاندار بولنے والے انسان سے تشبیہ دی ہے (جس کا ذکر متروک ہے) اور لوازم تشبیہ یعنی دونوں میں زبان کا ہونا ذکر کیا گیا ہے

پی گئی کتنے لہو تیری یاد — غم ترا کتنے کلیجے کھا گیا (دردؔ)

محبوب کی یاد اور غم (محبت) کو ایک درندہ جانور سے تشبیہ دی ہے۔ اور اس کے واسطے خون پینا اور کلیجہ کھانا کہا ہے۔ پس یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے۔

مجاز مرسل

مجاز مرسل اصطلاح میں اُس لفظ کو کہتے ہیں کہ معنی موضوع لہ کے سوا کسی دوسرے معنی میں استعمال نہ ہو اور اُس لفظ کے حقیقی و مجازی معنی میں کوئی علاقہ سوائے علاقۂ تشبیہ کے ہو۔ علم بلاغت میں اس کی متعدد قسمیں ہیں۔ یہاں صرف چند پر اکتفا کی جاتی ہے۔

(۱) کل بجائے جزو کے استعمال کیا جائے۔ جیسے نبض پر ہاتھ رکھنا یعنی نبض دیکھنا۔ ظاہر ہے کہ نبض پر پورا ہاتھ نہیں رکھا جاتا بلکہ صرف دو تین انگلیاں رکھی جاتی ہیں

(۲) جزو بجائے کل کے استعمال کیا جائے۔ جیسے ؎

عشق را بحر بود و دل را کاں — شرع را دیدہ بود و دیں را جاں (سنائی در منقبت)

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہے جس میں لفظ دیدہ بمعنی پاسبان کے استعمال ہوا ہے۔

محفل میں شور قلقل مینائے مُل ہوا — لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا (ذوق)

مقصود بالتمثیل لفظ قُل ہے جو بمعنی فاتحہ استعمال ہوا ہے جس میں چاروں سورتیں قرآن مجید کی جن کے شروع میں لفظ قُل ہے پڑھی جاتی ہیں۔

(۳) مسبب بجائے سبب کے استعمال کیا جائے۔ جیسے ساغر عیش بمعنی ساغر شراب عیش مسبب ہے اور شراب سبب کیونکہ عیش شراب سے پیدا ہوتا ہے۔

(۴) سبب بجائے مسبب کے استعمال کیا جائے۔ جیسے بادل کا برسنا یعنی پانی کا برسنا۔ دست بمعنی قدرت بازو بمعنی مددگار وغیرہ

(۵) ظرف بجائے مظروف کے استعمال کیا جائے۔ جیسے پرنالہ بہنا۔ دریا بہنا۔

پلا ساقیا ساغر بے نظیر — پھنسی دام ہجراں میں بدر منیر (مثنوی میر حسن)

ساغر سے مراد شراب ہے جو مظروف ہے۔

(۶) مظروف بجائے ظرف کے استعمال کیا جائے۔ جیسے ؎

گئے بتخانہ پوجا گر کیا طوف حرم ہم نے — اُڑائی تیری خاطر خاک کن کن رہ گزاروں میں (آتش)

بتخانہ پوجنے سے مراد بت کا پوجنا ہے۔

کنایہ

کنایہ کے لغوی معنی ہیں پوشیدہ بات کرنا۔ یہ تصریح کا برعکس ہے۔ اصطلاح میں کنایہ اُس لفظ کو کہتے ہیں جو معنی موضوع لہ کے لئے مستعمل ہو۔ لیکن مقصود وہ معنی نہ ہوں بلکہ ایک دوسرے معنی ہوں۔ اس کی تین قسمیں ہیں

(۱) ایک یہ کہ کنایہ سے مقصود موصوف کی ذات ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ کنایہ سے مقصود موصوف کی صفات میں سے کوئی صفت ہو۔
(۳) تیسرے یہ کہ کنایہ سے مقصود کسی صفت کا اثبات یا نفی کسی موصوف کے واسطہ ہو۔

کنایہ قریب جب کوئی صفت جو کسی موصوف سے خصوصیت رکھتی ہو بیان کیجائے اور اُس سے مراد موصوف ہو تو اس کو کنایہ قریب کہتے ہیں جیسے دلِ فلک سے مراد زہرہ خسرو انجم سے مراد آفتاب۔ ترک فلک سے مراد مریخ ہے۔ اسی طرح آب آتشیں سے کنایہ شراب۔ مگس کی قے سے کنایہ شہد ہے ؎

کیوں ردِ قدح کرے ہے زاہد　　مے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے　(غالب)

کنایۂ بعید جب بہت سی صفتیں مل کر ایک موصوف کے ساتھ مختص ہوں۔ اگرچہ علٰحدہ اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہوں اور ایسی تمام صفات کے مجموعہ سے موصوف مرادلیں تو یہ کنایہ بعید ہے اس لئے کہ تعدد صفات سے ذہن آسانی سے موصوف کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ جیسے ؎

صبح آیا جانب مشرق نظر　　اک نگار آتشیں رُخ سر کُھلا　(غالب)

اس سے مراد آفتاب ہے کیونکہ اُس میں یہ سب صفتیں موجود ہیں (۱) صبح کو جانب مشرق نظر آنا (۲) نگار یعنی خوبصورت ہونا (۳) آتشیں رُخ یعنی اس کے چہرے میں گرمی اور سُرخی ہونا (۴) سر کھلا یعنی وہ ایک گول شکل کا ہے اور بالکل کھلا ہوا ہے۔

تلویح کنایۂ بعید ہی کو جو عام طور پر کثیرالوسائط ہوتا ہے تلویح کہتے ہیں اور تلویح سے یہ مطلب ہے کہ لازم سے ملزوم کی طرف کئی واسطوں سے ذہن منتقل ہو جیسے عربی میں ایک ایسے شخص کو جو مہمان دوست ہو اور جس کے یہاں برابر دعوتیں ہوتی رہتی ہوں۔ کثیرالرماد کہتے ہیں۔ (رماد کے معنی راکھ کے ہیں پس وہ شخص جس کے باورچی خانہ میں راکھ کثرت سے ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اُس کے یہاں لکڑی بھی بہت جلتی ہوگی۔ یعنی کھانا کثرت سے پکتا ہوگا اور کھانے کی کثرت سے انتقال ذہنی مہمانوں کی کثرت کی طرف ہوتا ہے)

بزرگی بایدت دل در سخا بند　　سرکیسہ بہ برگ گندنا بند　(نظامی)

(اگر تم کو بزرگی کی طلب ہے تو سخاوت کی عادت ڈالو اور اپنی تھیلی کو برگ گندنا سے باندھا کرو جو ایک نہایت کمزور چیز ہوتی ہے) برگ گندنا سے تھیلی باندھنا یعنی کمزور باندھنا یعنی اُسکا جلد کھلجانا۔ یعنی دینے میں جلدی کرنا۔

الغرض مطبخ اس گھرانے کا　　رشک ہے آبدار خانے کا　(سودا)

یہ ایک بخیل کی شان میں ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ اس کا باورچی خانہ مثل آبدار خانہ کے ہمیشہ ٹھنڈا پڑا رہتا ہے۔

تعریض یہ بھی کنایہ کی ایک قسم ہے اور اس سے یہ مطلب ہے کہ جو الفاظ موصوف کے لئے استعمال کئے جائیں ان سے بالکل برعکس صفت مراد لیجائے۔ جیسے ؎

ستون چشم بد دور ہیں آپ دیں کے نمونہ ہیں خلق رسولؐ امیں کے (حالی)

یہ شعر اس زمانہ کے علماء کے حال میں کہا گیا ہے۔ دین کے ستون اور خلق رسول اللہ کا نمونہ ہونا بڑی تعریف کی بات ہے مگر جب تعریض کے طور پر استعمال کیا گیا تو معنی برعکس ہو گئے۔

دیکھ کر ہنستے ہو کیا تم صورت پاک ریاضؔ یہ بڑے پہنچے ہوئے اللہ والے لوگ ہیں

صورتِ پاک اور اللہ والے لوگ بالکل اُلٹے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سرقۂ شعری کے بیان میں

اُردو اور فارسی کی بلاغت کی کتابیں عام طور پر سرقۂ شعری کے بیان پر ختم ہوتی ہیں۔ میری سمجھ میں اصول بلاغت اور سرقۂ شعر کا تعلق نہیں آتا مگر چونکہ عام طور پر اس کا رواج ہو گیا ہے نیز یہ کہ اس ذریعہ سے شعراء کی افکار کا مقابلہ اچھی طرح کیا جا سکتا ہے اور عمدہ عمدہ اشعار پڑھنے میں آتے ہیں لہٰذا دوسری کتابوں کی تقلید میں اس کتاب کے خاتمہ پر بھی ایک مختصر بیان سرقۂ شعر کا دیا جاتا ہے مگر میں اپنی ذاتی رائے سرقۂ شعر کے متعلق ظاہر کر دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں ہر اُس شعر کو جو کسی دوسرے شاعر کے کلام سے ماخوذ ہو خواہ لفظاً یا معناً دوسرے لوگوں کی تقلید میں سرقہ نہیں سمجھتا بلکہ سرقہ کی قانونی تعریف پر نظر رکھ کے نیت کو بہت ضروری سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک کسی شاعر کو سارق ٹھہرانے سے پہلے یہ ثابت کرنا بہت ضروری ہے کہ اُس کی نظر سے کلام مسروق لازمی طور پر گزرا۔ نیز یہ کہ سارق نے بُری نیت سے یعنی بغیر اصلی شاعر کا ذکر یا حوالہ دیتے ہوئے اُس کے کلام میں دستبرد یا تصرف کیا۔ اس اصول سے تمام ایسی صورتیں خارج ہو جاتی ہیں جو قدما کے دیوانوں میں توارد و تکرار کی ملتی ہیں اس لئے کہ یہ ثابت کرنا اتنے دنوں کے بعد بہت مشکل ہے کہ شاعر سارق نے کلام مسروق ضرور ضرور دیکھا۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ ابن یمین کا کلام حافظ شیرازی کے سامنے یا سعدی کا کلام سلمان ساوجی کے سامنے تھا۔ اگر

ان شعراء کا کلام کہیں کہیں لڑگیا یعنی بعض غزلیں ایک کی دوسرے کے یہاں پائی جاتی ہیں تو میں اس غلطی کو کاتب و ناقل کے سر منڈھوں گا نہ کہ ایسے بڑے بڑے شاعروں پر سرقہ کا الزام لگاؤں اور نہ معاصرین کے کلام میں بھی بعض صورتوں میں سرقہ سمجھا جاسکتا ہے گو کہ معاصرین کو ایک دوسرے کا کلام دیکھنے کا موقع ملا ہو فرض کیجئے کہ انیسؔ و دبیرؔ آتشؔ و ناسخؔ ۔ حالیؔ و داغؔ وغیرہم معاصر تھے۔ ان کے اکثر اشعار ایک دوسرے سے لڑجاتے ہیں ہم اس کو سرقہ ہرگز نہیں کہہ سکتے بلکہ تخیل کا مقابلہ اور فکر کی جنگ کہیں گے۔ مثلاً یہ دو شعر دیئے جاتے ہیں

نکلتا ہے جو ہر گل زر بکف گلزار عالم میں — خدا جانے زمیں میں دفن یہ کیسا خزانہ ہے (ناسخ)

زیر زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف — قاروں نے راستہ میں لٹایا خزانہ کیا (آتش)

اُن کے جانے سے یہ کیا ہوگئی گھر کی صورت — نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت (حالی)

ہی آشفتہ سری سے نہ وہ گھر کی صورت — وہی دیوار کی صورت ہے جو در کی صورت[1] (داغ)

اب ان میں پہلے دو شعروں میں الفاظ گل، زر بکف، خزانہ، ناسخ اور آتش دونوں کے یہاں مشترک ہیں۔ آتش نے خزانہ کی رعایت سے قارون اور بڑھا دیا ہے دونوں شعر اپنے اپنے رنگ میں اچھے ہیں مگر آتش کا شعر زیادہ پرلطف ہے۔ اسی طرح حالی اور داغ کے شعروں میں گھر اور در و دیوار کی صورت دونوں شاعروں کے یہاں مشترک ہیں مگر داغ نے اپنی طباعی سے لفظ آشفتہ سری بڑھا کے شعر میں ایک مزہ پیدا کر دیا۔ اب فرمائیے کہ ان بڑے بڑے شعراء میں ہم کس کو شعر کا چور ٹھہرائیں یہ ضرور ہے کہ ایک کا کلام دوسرے کے سامنے ہے مگر وہ اسمیں کچھ اضافہ کرکے کچھ جدت و مزہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے

اقسام سرقہ

بہر طور سرقۂ شعر کچھ بھی ہو اور اُس کی نوعیت کسی قسم کی ہو اہل بلاغت نے اُس کی دو قسمیں مقرر کی ہیں (۱) سرقۂ ظاہر - (۲) سرقۂ غیر ظاہر۔

اقسام سرقۂ ظاہر

(۱) نسخ و انتحال اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا شعر بغیر کسی لفظی یا معنوی تغیر کے اپنا کرلے جو ظاہر ہے کہ چوری کیا سرزوری ہے اس کو نسخ و انتحال کہتے ہیں۔ اس کی مثالیں فارسی و اُردو کتابوں میں اکثر دی ہیں مگر میں ان سے قطع نظر کرتا ہوں اس لئے کہ وہ سب بڑے بڑے لوگوں کا کلام ہے جو میرے نزدیک کاتب کی غلطی یا بدنیتی سے ادھر سے اُدھر ہوگیا ہے۔ میں

---

[1] مقابلہ کرو

شب جو زنداں میں ہوئی تازہ گرفتاروں کو — سر وہ ٹکرائے کہ در کردیا دیواروں کو (انیس)

اپنے نظریہ کے مطابق ہرگز ہرگز ایسے اساتذہ کو سرقہ کا ملزم نہیں قرار دے سکتا۔ مثلاً ایک شعر فارسی کا اور ایک اُردو کا پیش کیا جاتا ہے۔

(بحوالہ حدائق البلاغت) خواجہ حافظ کی وہ غزل جس کا مطلع ہے ؎

زبلغ وصل تو یابد ریاض رضواں آب　　زتاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب

من اولہ الی آخرہ سلمان ساوجی کے دیوان میں موجود ہے۔

(بحوالہ بحر الفصاحت) ؎

جانیں مشتاقوں کی لب تک آئیاں　　دل بے ظالم تیری بے پروائیاں

میر محمدی بیدار اور خواجہ میر درد دونوں کے کلام میں موجود ہے اور مولوی نجم الغنی صاحب مصنف بحر الفصاحت صاف طور پر لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں صاحبوں میں سے ایک نے سرقہ کیا ہے۔

(۲) **مسخ و اغارہ** ۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ کسی شخص کا کلام (یعنی اُس کا مضمون) کل الفاظ یا بعض الفاظ کے تغیر کے ساتھ اخذ کریں اور ترتیب الفاظ کو بھی بدل دیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ بلغا کی رائے ہے کہ اگر شعر ماخوذ منہ سے بہتر ہو تو وہ نہایت مقبول و ممدوح ہے ؎

کہیو قاصد جو وہ پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں　　جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہیں　　(میر)

اسی کے کچھ الفاظ کم کرکے آتش کہتے ہیں

وہ جو پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں　　کہیو قاصد کہ دعا کرتے ہیں

سرو گفتم کہ بپائے تو بماند لیکن　　نتوانم کہ ازیں شرم ببالا نگرم　　(امیر خسرو)

(میں نے سرو کو تیرے پاؤں سے مشابہت دی لیکن اس تشبیہ سے اسقدر شرمندہ ہوں کہ اب سر اونچا نہیں کر سکتا) اسی مضمون کو اختصار لفظ کیساتھ جامی کہتے ہیں ؎

سرو گفتم قد ترا وز شرم　　سر بالا نمی توانم کرد

اگر شعر ماخوذ و ماخوذ منہ دونوں مرتبہ میں ساوی ہوں تو "الفضل للمتقدم" کے اصول پر عمل کیا جائے گا یعنی فضیلت اول کو ہے۔ جیسے ؎

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا　　مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی　　(سراج)

چلی باد گرم فراق ہے جلا سب وجود نیاز کا　　مگر ایک عشق کی کشت غم جسے دل کہیں سو ہری رہی
(شاہ نیاز احمد نیاز)

اسمیں فضیلت متقدم یعنی سراج کو ہے۔

اگر شعر ماخوذ ماخوذ منہ سے کمتر ہے تو وہ نہایت مذموم و مردود ہے جیسے ؎

کہا اُس بت سے جب مرتا ہے مومن　　کہا میں کیا کروں مرضی خدا کی
کہوں جب میں کہ بے تیرے ہوں مرتا　　تو کہتا ہے وہ بت مرضی خدا کی　　(خواجہ وزیر)

اس میں دوسرا شعر پست ہے

(۳) **سلخ والمام**۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ مضمون تو پورا لے لیا جائے مگر الفاظ بالکل بدل دیے جائیں اس صورت میں بھی وہی تینوں شرطیں ملحوظ رکھی جائیں گی جن کا ذکر نسخ و اغارہ میں ہوا۔ ؎

برمن از جور تو ہر چند کہ بیداد رود　　چوں رخ خوب تو بینم ہمہ از یاد رود　　(جامی)
ہر چند کہ از ہجر تو ام خوں رود از دل　　از در چو در آئی ہمہ بیروں رود از دل　　(اہلی شیرازی)

دونوں شعر ساوی ہیں لہذا فضیلت جامی کو ہے۔

براں ناتواں صید بیداد رفت　　کہ در دام از یاد صیاد رفت　　(ظہوری)
اے وائے بر اسیرے کز یاد رفتہ باشد　　در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد　　(حزیں)

اس میں بسبب اختصار الفاظ کے شعر اول کو ترجیح ہے۔

رات ساری تو کٹی سنتے پریشاں گوئی　　میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو　　(میر)
سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات　　اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

دونوں شعر میرے نزدیک ساوی ہیں اگر کچھ ترجیح ہو سکتی ہے تو سودا کے شعر کو

یہ ناتواں ہوں کہ ہوں اور نظر نہیں آتا　　مرا بھی حال ہوا ہے تری کمر کا سا　　(مومن)
زار ہوں ایسا کسی کو میں نظر آتا نہیں　　عشق میں گھل گھل کر کمر یار کی سو ہو گیا　　(آتش)

بسبب اختصار الفاظ اور چستی بندش کے مومن کا شعر اچھا ہے۔

اسی قبیل سے وہ اشعار بھی ہو سکتے ہیں جو بذریعہ ترجمہ کے فارسی اور عربی سے لئے گئے ہیں۔ جیسے ؎

کردم ہمہ مشکلات عالم را حل　　ہر بند کشودہ شد مگر بند اجل　　(بو علی سینا)
عقدے سب حل ہوئے مگر آہ انیس　　یہ بند اجل کسی سے کھولا نہ گیا
گشت چوں رشتۂ عمرم کوتاہ　　معنی سال گرہ فہمیدم　　(غنی کشمیری)

جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا — یاں اور گرہ سے اک برس جاتا ہے (انیس)

در فراق تو چہا لے بت محبوب کشم — صبر ایوب کنم گریۂ یعقوب کنم (مخلص کاشی)

ہمنے کیا کیا نہ ترے عشق میں محبوب کیا — صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا (ذوق)

آلودہ ز قطرات عرق دیدہ جبیں را — اختر ز فلک می نگرد روئے زمیں را (محمد جان قدسی)

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبیں کو — اختر پڑے جھانکے ہیں فلک سے زمیں کو (سودا)

گفتی شبے بخواب تو آیم دلے چہ سود — چوں من بعمر خویش ندیدم کہ خواب چیست (جامی)

وہ آسکے خواب میں تسکین اضطراب تو دے — ولے مجھے طپش دل مجال خواب تو دے (غالب)

اقسام سرقۂ غیر ظاہر

(۱) اس کی ایک قسم ایسا سرقہ ہے جو معنوی ہو یعنی معنی میں تشابہ ہو اور الفاظ بدلنے کی کوشش کی جائے ؎

کعبہ میں جاں بلب تھے ہم دوری بتاں سے — آئے ہیں پھر کے یارو اب کی خدا کے یاں سے (میر)

گر اب کی پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے — تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے (ذوق)

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا — دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا (سودا)

پاس جا بیٹھا جو میں کل اک ترے ہمنام کے — رہ گیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے (جرأت)

تفاوت قامت یار و قیامت میں ہے کیا مومنؔ — وہی فتنہ ہے لیکن یاں ذرا سانچہ میں ڈھلتا ہے

ترے سرو قامت سے اک قدِ آدم — قیامت کے فتنہ کو کم دیکھتے ہیں (غالب)

(۲) دوسری قسم سرقۂ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ ایک شخص شعر میں ادعائے عام کرے اور دوسرا ادعائے خاص۔

اذا غضبت علیك بنو تمیم — وجدت الناس کلھم غضابا (جریر)

(اگر تجھ سے بنو تمیم تمھارے خلاف ہو جائیں تو سمجھو کہ دنیا تمھارے خلاف ہو گئی)

ولیس للّٰہ بمستنکر — ان یجمع العالم فی واحد (ابو نواس)

یہ شعر فضل بن جعفر برمکی کی تعریف میں ہے شاعر کہتا ہے کہ اللہ کے نزدیک محال نہیں ہے کہ تمام دنیا کو یعنی تمام دنیا کی فضیلتوں کو ایک شخص واحد میں جمع کردے۔

ترا ہر آئینہ باید بشہر دیگر رفت — کہ دل نماند دریں شہر تا ربائی باز (سعدی)

(معشوق سے کہتا ہے کہ اب تم کو کسی دوسرے شہر میں چلا جانا چاہئے۔ کیونکہ اب اس شہر میں تو کوئی دل باقی نہیں رہا جس کو تم نے اپنے قبضہ میں نہ کیا ہو۔)

کسے نماند کہ دوراہ تیغ ناز کشی — مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی (امیر خسرو)

(اب کوئی باقی نہیں رہا کہ جس کو تو نے اپنی تیغ ناز سے قتل نہ کیا ہو۔ مگر تیرے شوق قتل کے پورا کرنے کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ ان مُردوں کو زندہ کر اور پھر قتل کر)

دوسرے شعر میں پہلے شعر سے ادعائے عام زیادہ ہے لہٰذا اُس سے بہتر ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ مضمون ایک ہی ہو مگر موقع بدلا ہوا ہو۔ جیسے ؎

زلف تو سیہ چراست ہانا کہ — بسیار در آفتاب گشتہ است (امیر خسرو)

(تیری زلف اس قدر سیاہ کیوں ہے شاید دھوپ میں بہت پھری ہے) چہرہ کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے

ز سیر خانۂ آئینہ چوں بروں آید — گمان برند کہ در آفتاب گردیدست (صائب)

(جب اس کو آئینہ دیکھ کر فراغت ہوتی ہے تو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ دھوپ میں پھر کے آیا ہے۔) دونوں شعروں کا مضمون ایک ہے مگر جو چیز امیر خسرو نے زلف کی نسبت کہی ہے وہ صائب نے چہرہ کے متعلق کہی دونوں شعروں میں چہرہ کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے۔ پہلا شعر حُسن تعلیل کی بہت اچھی مثال ہے۔ میرے نزدیک دوسرا بسبب لطیف مبالغہ کے پہلے سے بہتر ہے۔

اُردو کی مثالیں یہ ہو سکتی ہیں ؎

چمن میں گل نے جو کل دعوئ جمال کیا — جمال یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا (میر)

برابری کا ترے گل نے جب خیال کیا — صبا نے مار طمانچہ منھ اُس کا لال کیا (حیدری)

دعویٰ کیا تھا گل نے اُس رُخ سے رنگ و بو کا — ماریں صبا نے دَھولیں شبنم نے منھ میں تھوکا (میر سوز)

(۴) چوتھی قسم یہ ہے کہ دوسرے شعر کا مضمون پہلے شعر کی ضد ہو ؎

ایں کہ زد ناقۂ لیلیٰ دو سہ گامے بغلط — آسماں تا چہ بلا بر سر مجنوں آرد (اہلی شیرازی)

(ناقۂ لیلیٰ غلطی سے دو تین قدم مجنوں کی طرف بڑھ گیا دیکھئے اب بیچارے مجنوں پر کیا مصیبت آتی ہے۔)

بغلط ہم نہ رود بر سر مجنوں لیلیٰ — عاشق ایں بخت ندارد سخنے ساختہ اند (شفائی)

(غلطی سے بھی کبھی لیلےٰ مجنوں کی طرف نہیں جاتی۔ عاشق کا یہ نصیب بھلا کہاں لوگوں نے ایک بات بنالی ہے) ظاہر ہے کہ مضمون ایک دوسرے کا برعکس ہے۔

شال بدر جو حاصل ہوا کمال مجھے　　گھٹا گھٹا کے فلک نے کیا ہلال مجھے　　(انیس)
علیؑ کی مہر سے ہے بدر کا کمال مجھے　　مجال کیا جو بنائے فلک ہلال مجھے　　(واجد)

تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنوں　　شاید آجائے کوئی آبلہ پا میرے بعد　　(میر)
خار صحرا لئے جنوں یونہی اگر تیز رہے　　کوئی آئے گا نہیں آبلہ پا میرے بعد　　(ظفر)

اب ہم یہاں بعض اساتذہ کے چند متحد المضمون اشعار دیتے ہیں جو لطف سے خالی نہیں ان کو سرقہ کہنا خواہ وہ ظاہر ہو یا غیر ظاہر کس قدر ظلم ہے ؎

ہو گئی شہر شہر رسوائی　　اے مری موت تو بھلی آئی　　(میر)
ارا دیا رغیر میں مجھکو وطن سے دور　　رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم　　(غالب)
ہنسنے والا نہیں ہے رونے پر　　ہم کو غربت وطن سے بہتر ہے　　(آتش)
رونے والے نہ تھے غربت کی اجل پر نہ سہی　　ہنسنے والا تو وہاں کوئی دل زار نہ تھا　　(ناطق)

بالیں پہ میرے گھر سے تو آویگا جب تلک　　کر جاؤں گا سفر ہی میں دنیا سے تب تلک　　(میر)
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن　　خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک　　(غالب)
کی تو تھی تاثیر آہ آتشیں نے اس کو بھی　　جب تلک پہنچے ہی پہنچے راکھ کا یاں ڈھیر تھا　　(درد)

کیوں نہ ہو فتح ضعف اعضا پر　　مر گئے اس قشون کے سردار　　(میر)
دل نہیں ورنہ دکھاتا تمکو داغوں کی بہار　　اس چراغاں کا کہوں کیا کار فرما جل گیا　　(غالب)

مت ڈھلک مژگاں سے میرے اے سرشک آبدار　　مفت ہی جاتی رہے گی تیری موتی کی سی آب　　(میر)
توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے　　آنکھوں میں ہے وہ قطرہ جو گوہر نہ ہوا تھا　　(غالب)

کو گل و لالہ ۔ کہاں سنبل سمن اور نسترن
خاک سے یکساں ہوئے ہیں ہائے کیا کیا آشنا (میر)

ہیں مستحیل خاک سے اجزائے نوخطاں　　کیا سہل ہے زمیں سے نکلنا نبات کا (؟)
سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں　　خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں
(غالب)

میرے تغیر حال پر مت جا　　اتفاقات ہیں زمانے کے (میر)
میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ　　یوں بھی اے مہربان ہوتا ہے (درد)
میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ　　تجھ کو اپنی نظر نہ ہو جائے (مومن)

دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم
باید اول ز تو گفتن کہ چنیں خوب چرائی (سعدی)

پیار کرنے کا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ　　اُنسے تو پوچھے کوئی تم اتنے کیوں پیارے ہوئے (میر)

تضمین | اس سے یہ مطلب ہے کہ ایک شاعر دوسرے کا پورا شعر یا مصرعہ اپنے کلام میں باندھے اور اس کا نام بھی ظاہر کر دے یا بسبب شعر اول کے مشہور ہونے کے نہ بھی کرے ۔ جیسے ؎

شبے با صراحی ہمیگفت شمع　　کہ اے ہر شبے مجلس آرائے دوست
ترا با چنیں قد رپیش قدح　　بجو ذ دما دم بگو از چہ روست
صراحی بدو گفت نشنیدۂ　　تواضع ز گردن فرازاں نکوست (امیر شاہی)

آخری مصرعہ شیخ سعدی کا ہے اور بہت مشہور ہے

مرا بہ سادہ دلیہائے من تواں بخشید　　گنہ نمودہ ام و چشم آفریں دارم (نظیری)

مرزا غالب اسی طرح کی غزل کے مقطع میں نظیری کا مصرعہ ثانی تضمین کرتے ہیں ؎

جواب خواجہ نظیری نوشتہ ام غالب　　گنہ نمودہ ام و چشم آفریں دارم

اغیار کی جو سعی سے بالفرض جاؤں نہیں   واللہ ہو نگاہ میں مثلِ سقر بہشت
مجھ کو نوائے بلبلِ شیراز یاد ہے   کیا لکھنؤ کہ منھ نہ کروں ہو اگر بہشت   (ناسخ)
حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر است   رفتن بپائے مردیِ ہمسایہ در بہشت

ضمیمۂ آئینۂ بلاغت

اصطلاحات علم عروض و علم بدایع مع ترجمہ انگریزی

فرهنگ الفاظ و اصطلاحات علم عروض و علم بدایع

بزبان فارسي و انگریزي

الف

Pronounced *Alif*	... الف قطع
Conjunctive or unpronounced *Alif* ...	... الف وصل
First foot of the second *Misra* as opposed to *Zarb*	... ابتدا
Reconstructing, Recreating	... ابداع
Brevity	... اختصار
Ambiguous expression (see ایهام) ...	... ادماج
Proverbial commission, Paramia ...	ارسال المثل
Ambiguous discourse, Amphiboly	استخدام (یا قول با لموجب)
Arugmentative	... استدلال (مذهب کلامی)
Metaphor (1)	... استعاره

---

(1) Metaphor سے یہ مطلب ہے کہ دو چیزوں میں مقابلہ صراحتاً نہیں بلکہ ضمناً کیا جائے یعنی مستعار منہ کا نام نہ لیا جائے بلکہ ایک ہی لفظ مقابلہ یا تشبیہ کے لئے کافی ہو جیسے His victory was brilliant (اسکی فتح درخشان تھی) اس جملے میں فتح کو ضمناً کسی روشن و درخشان چیز سے تشبیہ دی گئی ہے مگر اوس چیز کا نام نہیں لیا گیا۔ اسی طرح Sinews of war (عضلات جنگ) سے زر مراد ہے کیونکہ بغیر زر کے سامان جنگ فراہم نہیں ہوسکتا اور اسکو قوت نہیں حاصل ہوسکتی۔ افلاطون عبارت کی درستی اور تزئین کو Combing and curling (کنگھی کرنا اور گھونگھر بنانا) سے تعبیر کرتا تھا۔ یعنی عبارت کی تشبیہ بالوں سے ہے اور کنگھی کرنا اور گھونگھر بنانا اوسکی آرائش اور تزئین ہے۔

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ آیندہ پر)

استعجاب	...	...	.... Exclamation (۱)
استفہام	...	...	... Interrogation (۲)
استہزا (دیکھو تمسخر)			

(بسلسلہ فٹ نوٹ صفحہ سابق)—جب بنظر اختصار کئی Metaphor ملائے جاتے ہیں اسکو Mixing of Metaphors (خلط استعارہ) کہتے ہیں مثلاً

I *bridle* in my straggling muse with pain.
That longs to *launch* into bolder *strain* (Addison.)

اس شعر مین شاعر اپنی تخیل کی پرواز کو پہلے گھوڑے سے پھر ایک جہاز یا کشتی سے پھر موسیقی کے راگ سے تشبیہ دیتا ہے جس سے استعارہ مین خلط واقع ہوگیا —

(۱) فوری یا گہرے جذبات کے موقع پر ہمارا دل نہین چاہتا کہ اظہار خیال محض معمولی لفظون کے ذریعہ سے کیا جائے - ایسے مقام پر ہم زور دار الفاظ استعمال کرتے ہین اسکو Exclamation کہتے ہین -

کبھی عبارت کا زور اسطرح دکھایا جاتا ہے کہ جملے کے شروع مین کوئی حرف استعجاب مثلاً ! O لاتے ہین جیسے O insupportable ! O heavy hour !

کبھی تکرار لفظ کے ذریعہ سے جیسے
Late, late, so late ! and dark the night and chill (Tennyson)

کبھی لفظ How یا What شروع مین لانے سے جیسے "*How* pure at heart and sound in head, With *What* divine affections bold."
O earth ! *how* many changes hast thou seen. (Tennyson)

اُردو مین اسکی مثالین حسب ذیل ہوسکتی ہین —

ملتفت ہوتا نہین ہے وہ تو ٭ کسقدر مغرور ہے الله تو (میر)

جمال و عظمت دادار خالق ملکوت ٭ خیال کرکے یہ کہتا ہون بھلہ رے جبروت (انشا)

اسمین "الله" اور "بھلہ رے" کلمۂ استعجاب ہین -

(۲) اس سے یہ مطلب ہے کہ کوئی جملہ بطور سوال کے بولا جائے مگر یہ غرض نہو کہ اوس کا جواب بھی مطلوب ہو کبھی ایسا استفہام بطور شرط کے ہوتا ہے جیسے
(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ آیندہ پر)

Mould, Model	اسلوب (جمع اسالیب)
Prolongation of a vowel	اشباع
Etymology, Radical splitting	اشتقاق
	اعتراض (دیکھو حشو)
	اغراق (دیکھو مبالغہ)
Change in the letter روي	اِکفا
Consequential indication ...	التزامي (دلالت)...
	انتقال صفت (دیکھو صفت منتقلہ)
Epigram (۱)	ایجاز
Equivocation	ایہام (توریہ) ...

(بسلسلہ فٹ نوٹ صفحہ سابق)

Is any among you afflicted? let him pray.
Is any merry? Let him sing psalms.

کبھي بطور انکار کے جیسے

Is there a man with soul so dead?
Who ne'er to himself has said
This is my own my native land.

کبھي سوال کے ساتھ جواب بھی دیدیا جاتا ھے جیسے

What makes all physical or moral ill?
There deviates Nature, and here wanders Will. (Pope)

اس میں پہلے مصرع میں سوال اور دوسرے میں جواب ھے -

کبھي بطور تجاھل عارفانہ ایک تشبیہ کي صورت میں ھوتا ھے جیسے

O cuckoo, shall I call thee bird,
Or but a wandering voice? (Wordsworth)

(۱) ایجاز کے لغوي معنی اختصار کے ھیں مگر ھم نے اوسکا انگریزي مرادف لفظ Epigram قرار دیا ھے Epigram کے اصلي معني کتبہ (Inscription) کے ھیں - اھل یونان اپنی سنگی یادگاروں پر کچھ مختصر مگر نہایت پر معنی اشعار کندہ کراتے تھے انہیں کو وہ Epigram کہتے تھے - بعد کو اس لفظ کا اطلاق تمام ایسے اشعار یا مصرع یا فقرہ پر ہونے لگا جسمیں کوئی دلچسپ مضمون زور دار الفاظ میں بہت اختصار کے ساتھ ادا کیا جائے -

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ آیندہ پر)

ب

Hidden or latent (ي) as in ... . باطني (ي)

مفاعيلن = منے بيدل = من بيدل

Metre ... ... بحر

Art of verbal embellishment, Euphuism ... ... بديع (علم)

(بسلسلہ فٹ نوٹ صفحہ سابق)

اور اب اس لفظ کا مفہوم صرف ایسے مختصر جملون پر محدود ہوگیا جنکے معنی بظاہر تو صحیح نہون مگر در اصل غور کرنے سے اون مین کوئی حقیقت مضمر ہو۔ مثلاً The child is father of the man اس کے لفظی معنی تو یہ ہین کہ بچہ آدمی کا باپ ہے جو بظاہر غلط ہے۔ مگر حقیقی معنی یہ ہین کہ انسان کی آئندہ ترقی یا تنزل کے آثار اوس کے بچپن ہی سے معلوم ہونے لگتے ہین۔ یعنی بچہ اپنی آئندہ ترقی یا تنزل کا خلاق ہے۔ (ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات) یا مثلاً

Language is the art of concealing thought. اس کے ظاہری معنی یہ ہین کہ زبان خیالات چھپانے کا ایک فن ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے مگر قائل کا اصلی مطلب یہ ہے کہ انسان کسی مصلحت سے جھوٹ بولنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ لہذا وہ اپنے اصلی خیالات کو زبان ہی کے ذریعہ سے چھپاتا ہے -

اسی طرح He is all fault who has no fault at all (Tennyson) جو شخص بے قصور ہے وہ سراسر قصور وار ہے مگر شاعر کا اصلی مطلب یہ ہے کہ ہر انسان مین کچھ نہ کچھ کمی یا خرابی ضرور ہوتی ہے - بے عیب خدا کی ذات ہے - (بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا)

عربی مین بھی اس قسم کے اکثر جملے پائے جاتے ہین مثلاً فی القصاص حیاۃ سیدالقوم خادمہم - الامر بین الامرین (ابن رشد) یعنی امر واقعی دو امرون کے درمیان ہے - دو امرون سے مراد جبر و اختیار ہے - مطلب یہ ہے کہ انسان نہ پوری طرح سے مجبور ہے نہ پوری طور سے مختار ہے - بلکہ حقیقت بین بین ہے -

Improvisation	بدیہہ گوئی
	براعۃ الاستہلال (دیکھو حسن مطلع مع مثال)
Rhetoric	بلاغت (علم)
Stanza	بند
Spring Poem	بہاریہ
Art of exposition	بیان (علم)
Anthology	بیاض
Couplet, verse, sticho	بیت
Refrain	بیت راجع

ت

Pathos	تاثیر (کلام)
Chronogram (۱)	تاریخ
Quiescent *Alif* before (دخیل) (which see)...	تاسیس (الف)
Praise implying satire, Praiseworthy Satire.	تاکید الذم بمایشبہ المدح
Satire implying praise, Satirical praise.	تاکید المدح بمایشبہ الذم
	تبدیل (دیکھو طرد و عکس)
	تبلیغ (دیکھو مبالغہ)
Aporia	تجاہل العارف

(۱) اس صنعت سے یہ مطلب ہے کہ کسی واقعہ کا سن وقوع بجائے اعداد کے الفاظ کے ذریعہ سے ظاہر کیا جائے۔ اُردو اور فارسی میں اس کا بہت رواج ہے قدیم اقوام مثلاً رومیوں اور یونانیوں نے بھی حروف کے کچھ عدد مقرر کرلئے تھے جس کے ذریعہ سے وہ واقعات کا سن نکالتے تھے اس کی نمایاں مثال گھڑیوں کے ڈائیل کے حروف ہیں جو رومن اعداد کہلاتے ہیں۔ انگریزی میں اس صنعت کا زیادہ رواج نہیں۔ مگر پھر بھی رومیوں کی تقلید میں انگریزی حروف کی بھی مثل ہمارے حروف تہجی کے قیمت مقرر ہے مثلاً حرف I ایک کے برابر ہے V پانچ کے X دس کے L پچاس کے C سو کے چنانچہ اکثر انگریزی کتابوں کا سن طباعت بجائے عربی اعداد کے رومی اعداد میں لکھا جاتا ہے مثلاً سنہ ۱۸۵۵ء کو اس طرح لکھیں گے — MDCCCLV

Self address	تجريد
Wordplay, Homonym	تجنيس
Complete Homonym as bear (noun), bear (verb) ...	تجنيس تام
Redundant Homonym as bear, forbear ...	تجنيس زائد
Defective Homonym	تجنيس ناقص
Compound Homonym as "In Bengal there is a plentiful *rain, dear*, but there are no *reindeer* there." ...	تجنيس مركب
Repeated Homonym	تجنيس مكرر
Lopsided or Terminal Homonym	تجنيس مطرف
Linear or Scriptory Homonym (۱)	تجنيس خطي
Vocal Homonym (۲)	تجنيس صوتي
Separation, breaking up of a word in a rhyme ...	تحليل
Deducting a number from a chronogram ...	تخرجه
Pen-name, Pseudonym Nom de guerre (۳) ...	تخلص
Imagination, Ideality	تخييل

(۱) انگريزي مين چونكه نقطه دار حروف نهين هين لهذا صحيح معنون مين تجنيس خطي انگريزي مين نهين هوسكتي -

(۲) يعني ايسے الفاظ جو تحرير مين مختلف مگر تلفظ مين متفق هون جيسے (انگريزي مين) sun, son, seen, scene (فارسي اور عربي مين) صور - سور عمل - امل - زال - ضال وغيره - كه يا رب سنائي راصناعي ده تو در حكمت + تو ان كزوے برشك آيد روان بو علي سينا (حكيم سنائي) -

(۳) انگريزي مين ايسے تخلص جو همارے ايشائي شاعر اختيار كرتے هين كم هين يعني هر شاعر كے لئے ضروري نهين كه اپنا نام بدل كے ايک فرضي نام Pseudonym ركه لے مگر پهر بهي بعض لوگون نے دوسرے نامون سے كتابين لكهي هين - لهذا وهي انكا تخلص سمجهنا چاهئے - مثلاً Miss Mary Evans معروف به George Elliot كے ناول مشهور هين - Revd. Richard Barham نے Ingoldsby كے اسم فرضي سے اپني دلچسپ كتاب Ingoldsby Legends لكهي اور بعض لوگون نے تو ايسا گهرا پرده اپنے نامون پر ڈالا كه آج تک اونكا اصلي نام كسي كو نهين معلوم - مثلاً Letters of Junius اور Ossian's Poems كے مصنفين كے نام - همارے شهر كے مشهور جرنلسٹ سيد جالب مرحوم كا نام بهي بهت كم لوگ جانتے هين

Antithetical colouring ...	...	...		تد بیج
Lives of the poets, Memoirs	...	...		تذکرہ
				ترانہ (دیکھو رباعي)
Return tie, Pœm with a refrain (۱)	...	...		ترجیع بند
Composite tie, Strophe ...	...	...		ترکیب بند
Ornation ...	...	...	...	ترصیع

(۱) انگریزي میں ترجیع بند کي مثال یہ نظم هوسکتي هے - بند راجع (refrain) کے مقابل خط کھینچ دیا ہے -

I come from haunts of coot and hern,
I make a sudden sally
And sparkle out among the fern,
To bicker down a valley.
By thirty hills I hurry down,
Or slip between the ridges
By twenty thorps, a little town
And half a hundred bridges.
Till last by Phillip's farm I flow,
To join the brimming river,
For men may come and men may go,
But I go on for ever.

I chatter over stony ways,
In little sharps and trebles,
I bubble into eddying bays;
I babble on the pebbles.
With many a curve my banks I fret
By many a field and fallow
And many a fairy foreland set,
With willow-weed and mallow.
I chatter, chatter, as I flow,
To join the brimming river,
For men may come and men may go.
But I go on for ever. (The Brook, Tennyson).

ترقي	Climax (۱) ... ...
ترنم (موسيقيت)...	Melody ... ...
تسبيغ	Prolongation of, or adding *Alif* to a سبب خفيف ...
تشبيب	Exordium ... ...

(۱) كلام ميں احساسات كو تيز اور جذبات كو مشتعل كرنے كے لئے ضروري هے كه جزئيات كي تفصيل و ترتيب اس طرح كي جائے كه كلام كا زور درجه بدرجه اور زينه بزينه بڑهتا اور ترقي كرتا جائے - اسي كو Climax كهتے هيں - جذبات كسي نهج كے هوں اونكو برانگيخته كرنے كے لئے يه طريقه اهل بلاغت نے ضروري سمجها هے - انتعاش كيفيت كے واسطے ابتدا ميں ايك خفيف سي تحريك كي ضرورت هوتي هے مگر جب تک كوئي دوسرا محرک جو اوس سے بهي زياده موثر نهو نه پيدا كيا جائے پهلي تحريک مضمحل اور بيكار هوجائيگي - اسي طرح دوسري تحريک كو چاق كرنے كے واسطے تيسري كي اور تيسري كے واسطے چوتهي كي ضرورت هوتي هے - قس علي هذا قدما ميں اسكا بهت رواج تها - مثلاً مشهور رومي خطيب سسرو ايک اسپيچ كے موقع پر كهتا هے —

It is an outrage to *bind* a Roman citizen ; to *scourge* him is an atrocious crime ; *to put him to death* is almost a parricide, but to *crucify* him – what shall I call it ? "

(ايک رومي كي مشكيں باندهنا نهايت بے شرمي هے - اوسكو كوڑوں سے مارنا سخت جرم هے - اوسكي جان لينا گويا اپنے باپ كو قتل كرنا هے مگر اوسكو سولي پر چڑهانا — اسكے لئے كوئي لفظ مجهكو نهيں ملتا) —

" For, lo, the winter is past, the rain is over and gone : the flowers appear on the earth, the time of the singing of birds is come, and the voice of the turtle is heard in our land ; the fig tree putteth forth her green figs, and the vines with the tender grape give a good smell." (Song of Soloman.)

(ديكهو سرما ختم هوگيا بارش بهي اب ختم هے - پهول نكل رهے هيں چڑيوں كے چهچهانے كا زمانه آگيا - قمري كي آواز سنائي ديني لگي - انجير كے درخت ميں گدر انجير نظر آنے لگے - تاک (درخت انگور) ميں كچے انگوروں كے خوشے اپني بهيني بهيني خوشبو دے رهے هيں) اسميں موسم بهار كا سماں تدريجي طريقے سے نهايت عمدگي سے دكهايا گيا هے —

Comparison, Simile (1)	...	...	...		تشبیہ
Absolute	,,	...	...	... مطلق	,,
Preferential	,,	...	...	... تفضیل	,,
Emphatic	,,	...	...	... تاکید	,,
Conditional	,,	...	...	... مشروط	,,
Implicit	,,	...	...	... اضمار	,,
Equivalent	,,	...	...	... تسویہ	,,
Metaphorical	,,	...	...	... کنایہ	,,
Antithetical	,,	...	...	... عکس	,,

(۱) اگر دو چیزون مین مقابلہ صراحتاً کسي لفظ کے ذریعہ سے کیا جائے تو اسکو Simile کہتے ہین۔جو فعل Metaphor مین ضمناً ہوتا ہے وہ Simile مین بالصراحت عمل مین آتا ہے۔ Simile مین عام طور پر کوئي ایسا لفظ جس سے تشبیہ کا اظہار ہو (ادات تشبیہ) استعمال کیا جاتا ہے مگر بعض وقت اسکي ضرورت نہین سمجھي جاتي۔ البتہ طرفین تشبیہ یعني مشبہ اور مشبہ بہ کا آنا بہت ضروري ہے جیسے۔

He who ascends to mountain tops shall find
The loftiest peaks most wrapt in clouds and snow:
He who surpasses or subdues mankind
Must look down on the hate of those below. (Byron's Childe Harold)

(جو شخص پہاڑ کي بلندیون پر چڑھتا ہے وہ اوسکي بلند چوٹیون کو برف اور ابر سے ڈھکا ہوا پاتا ہے (اسي طرح) جو انسانون پر سبقت لیجاتا یا اونکو دبالیتا ہے وہ اپنے نیچے والون کي نفرت کو نگاہ حقارت سے دیکھتا ہے) اسمین مشبہ اور مشبہ بہ علي الترتیب "انسانون پر سبقت لیجالیوالا" اور "پہاڑ کي بلندیون پر چڑھنے والا" ہین مگر کوئي لفظ جس سے تمثیل و تشبیہ ظاہر ہوتي ہو مذکور نہین ہے۔

"Good nature is the most precious gift of Heaven; spreading itself *like* oil over the troubled sea of thought, and keeping the mind smooth and equable in the roughest weather"
(Washington Irving.)

(نیک نفسي اللہ کا ایک بیش قیمت عطیہ ہے جو ہمارے خیالات کے متلاطم سمندر مین مثل روغن کے کام دیتي ہے اور سخت سے سخت طوفان (اضطراب) مین بھي دل کو خوش اور مطمئن رکھتي ہے) اسمین مشبہ اور مشبہ بہ کے علاوہ لفظ تشبیہ "مثل" بھي موجود ہے۔اسي طرح۔

"Princes are like to heavenly bodies, which cause good or evil times, and which have much veneration but no rest." (Lord Bacon)

(بادشاہ مثل ستارون کے نیکي یا بدي پھیلانے والے (سعد و نحس) ہوتے ہین اور بڑے صاحب عظمت ہین لیکن خود آرام نہین لیتے) اس مثال مین بھي طرفین تشبیہ وجہ شبہ، اور ادات تشبیہ، سب موجود ہین —

P[redacted]	تشخیص
Change of dots or diacritical points	تصحیف
Antithesis, syncrisis (۲)	تضاد (یا طباق)
Elliptical indication	تضمنی (دلالت)
Insertion, quotation	تضمین
Diffuseness	تطویل
	تعجب (دیکھو استعجاب)
Adding a number to a chronogram	تعمیہ
Separation	تفریق
Explanation	تفسیر
Latent Explanation	تفسیر خفی
Patent Explanation	تفسیر جلی
Discrimination	تقسیم
Scansion	تقطیع

(۱) بیجان چیزوں کو جاندار تصور کرنا اور اونکو صفات انسانی سے متصف کرنا Personification ہے جیسے Silent night (خاموش رات)۔ Angry sea (غضب ناک سمندر) Dying lamp (چراغ کشتہ) (تعریف) The broad sun above laughed a pitiless laugh (Browning) آفتاب اوپر سے ایک بے رحم ہنسی ہنسا۔

اسی صنعت کی کورانہ تقلید نے ہماری اردو زبان کو آجکل غارت کردیا ہے۔

(۲) مثل تشبیہ کے تضاد بھی ایک بڑی صنعت ہے جس سے مختلف چھوٹی چھوٹی صنعتیں مستخرج ہوئی ہیں۔ان کا ذکر فٹ نوٹوں میں موقع موقع سے کردیا گیا ہے۔

ایک صورت تضاد کی یہ بھی ہے کہ ایک کلمے کے معنی ایک دوسرے کلمے کے ذریعہ سے جو متضاد ہو محدود کردئے جائیں گویا کلمہ ثانی کلمہ اول کی تعریف ہوجاتا ہے۔جیسے

All *nature* is but *art*, unknown to thee;
All *chance, direction*, which thou dost not see;
All *discord, harmony* not understood;
All *partial evil, universal good.* (Pope)

(تمام فطرت ایک صنعت ہے جس کا علم تجھکو نہیں ہے۔ تمام اتفاق ایک ہدایت ہے جسکو تو نہیں دیکھ سکتا۔ تمام اختلاف دراصل اتفاق ہے جسکو تو نہیں سمجھ سکتا۔ تمام جزئی نقصان کلی فائدہ ہے)۔ خط کشیدہ الفاظ میں تضاد واقع ہے مگر کلمہ ثانی کلمہ اول کی معنی کی تشریح کرتا ہے۔ یعنی فطرت کیا ہے؟-ایک غیر معلوم صنعت ہے۔ اتفاق کیا ہے؟ ایک غیر مرئی ہدایت ہے وغیرہ

Conversion	تقلیب
Repetition, reiteration, palilogia (۱)	تکرار
Homonymies	تلازمہ لفظی
Allusion (۲)	تلمیح
Allegory (۳)	تمثیل
Ridicule	تمسخر (یا استہزا)
Arrangement of attributes	تنسیق الصفات ...

(۱) تکرار کی مثال حسب ذیل ہے —

"O earth, earth earth, hear the word of the Lord."

اگر لفظ یا الفاظ کی تکرار جملوں کی شروع مین کیجائے تو اوسکو Epanaphora کہتے ہین - اسکی مثال کے لئے دیکھو برک کی وہ مشہور اسپیچ جو اوسنے وارن ہیسٹنگز کے مقدمہ مین دی تھی - جس کے اکثر جملون کے شروع مین الفاظ "I impeach him" کی بار بار تکرار ہے - اور اگر لفظ یا الفاظ کی تکرار بطور خبر کے جملون کے آخر مین کیجائے تو اوسکو Antistrophe کہتے ہین جیسے —

"Wit is dangerous, eloquence is dangerous, a talent for observation is dangerous, everything is dangerous that has efficacy and vigour for its characteristics"

(۲) تلمیح (Allusion) سے یہ مطلب ہے کہ کسی شعر مین کسی تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کیا جائے - انگریزی مین علاوہ واقعات تاریخی کے رومی و یونانی اصنامیات کی طرف بھی اشارہ کیا جاتا ہے اور اسکی متعدد مثالین انگریزی شاعری مین موجود ہین - نمونے کے طور پر یہان ایک مثال پر کفایت کیجاتی ہے —

And the king seized a flambeau, with zeal to destroy;
Thais led the way,
To light him to his prey.
And like another Helen, fired another Troy. (Dryden)

(اور بادشاہ (سکندر) نے تباہ کرنے کے شوق مین ایک مشعل اپنے ہاتھہ مین لی اور تھیئس آگے آگے چلی تاکہ اوسکو اوس کے شکار (منزل مقصود) تک لیجائے اور ایک دوسری ہیلن کی طرح اوسنے ایک دوسرے ٹرائے مین آتشزنی کی) شاعر ڈرائیڈن کی اس نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ جب سکندر اعظم نے ایران فتح کیا تو ایران کے قدیم پایہ تخت اصطخر مین ایک بڑی مجلس عیش و طرب منعقد کی جہان تمام اوسکے بڑے بڑے امرا مع اپنی معشوقاؤن کے موجود تھے - سکندر کے حکم اور اجازت سے سب لوگ نہایت بے تکلفی سے شراب نوشی کر رہے تھے اسی اثنا مین سکندر کے محبوب جنرل بطلیموس (جو بعد کو بادشاہ مصر ہوا) کی معشوقہ تھئیس نے یہ تجویز پیش کی کہ اس مبارک موقع پر شاہ فارس زرکسیز کا قدیم تاریخی محل جو اصطخر مین واقع ہے اس فتح کی خوشی مین جلا کے خاک کردیا جائے - چونکہ سکندر کو اس ماہ جبین حسینہ یعنی تھئیس پر ایک خاص نظر التفات تھی لہذا اوسنے یہ تجویز خوشی سے فوراً منظور کرلی اور اپنے ہاتھہ مین ایک مشعل لیکر اوٹھہ کھڑا ہوا - آگے آگے وہی حسینہ تھی اور پیچھے سکندر اعظم اور اوسکے جانباز سردار اوسکی اس خواہش کو پورا کرنے جارہے تھے - چوتھے مصرع مین صنعت تلمیح ہے اور اشارہ ہے یونان کے قدیم شہر ٹرائے کی تباہی و بربادی کی طرف جو ملکہ ہیلن کی گرفتاری کی وجہ سے عمل مین آئی تھی

(۳) جب تشبیہات پے در پے مسلسل پوری نظم مین واقع ہون تو اسکو Allegory کہتے ہین جیسے انگریزی مین Bunyan's Pilgrim's Progress اور فارسی مین خواجہ فریدالدین عطار کی منطق الطیر —

Douple facedness	توجیه
	توریه (دیکھو ایہام)
	توشیع (دیکھو موشح)

ح

Personal poem	حالیه
Shortening a *Rukn*; dropping the last two letters of مفاعیلن when only مفاعي remains. ...	حذف
Poetical ætiology	حسن تعلیل
Beauty of demand, apposite request	حسن طلب
Apt transition	حسن مخلص
Beauty of Exordium (۱)	حسن مطلع
Beauty of Conclusion	حسن مقطع
Padding, Pleonasm (۲)	حشو (اعتراض)
Cacopleonasm	حشو قبیح
Indifferent pleonasm	حشو متوسط
Eupleonasm	حشو ملیح
Praise of God	حمد

(۱) مثال کے طور پر Keats کی مشہور نظم Endymion کے چند ابتدائی اشعار بطور حسن مطلع کے دئے جاتے ہیں

A thing of beauty is a joy for ever.
Its loveliness increases; it will never
Pass into nothingness: but still will keep
A bower quiet for us, and a sleep,
Full of sweet dreams and health and quiet breathing.

اسی کے قریب وہ صنعت بھی ہے جسکو براعةالاستہلال کہتے ہیں - چونکہ انگریزی میں اس کے لئے کوئی خاص اصطلاح نہیں ہے لہذا یہی لفظ Beauty of exordium اوسکو بھی کہہ سکتے ہیں - مثال ملٹن کی مشہور کتاب Paradise Lost کے ابتدائی اشعار ہیں جن سے کتاب کا اصل موضوع پوری طرح معلوم ہو جاتا ہے —

"Of Man's first disobedience, the fruit of that forbidden tree.
Whose mortal taste brought death into this world,
And all its woes, heavenly goddess, sing."

(۲) Ah! there my *young* footsteps in *infancy* wander'd? (Byron) (وہاں میرے چھوٹے پاوں بچپن میں جاتے تھے) اس مصرع میں لفظ young حشو زائد ہے

خ

Predicate	خبر
Dropping the second letter of مستفعلن thus reducing it to مفتعلن = متفعلن ...	خبن
Dropping the first and the last letter of مفاعیلن which makes it مفعول = فاعیل ...	خرب
Dropping the first letter of "مفاعیلن" leaving مفعولن = فاعیلن ...	خرم
A letter added to وصل (which see)	خروج
Apostrophe (۱)	خطاب
Epitome	خلاصہ
Quintet	خمسہ
Wine-poems	خمریات
Piebald; a figure in which undotted words are followed by dotted words and *vice versa* ...	خیفا

(۱) عمیق جذبات کے اظہار کے موقع پر غیر حاضر اشخاص اور بیجان چیزوں سے اسطرح خطاب کیا جاتا ہے گویا کہ وہ سامنے موجود ہیں۔

خطاب غیر حاضر اشخاص سے —

Ben Jonson کا خطاب Shakespeare سے —

"Soul of the age !
The applause, delight, the wonder of our stage !
My Seakespeare rise !"

اردو میں اسکی یہ مثال ہو سکتی ہے۔اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے +
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے — (حالی)

خطاب بیجان چیزوں سے۔(ملک یونان سے خطاب)

"Shrine of the mighty ! can it be
That this is all remains of thee ?" (Lord Byron)

خاک ایران سے خطاب —

"اے تربت پاک۔واے کحل الجواہر دیدۂ نمناک۔شکر خدایرا کہ دیدارت بمن روزی شد و دیدہ بدیدار تو ام روشنائی گرفت توئی کہ مامن نیازمندان و مدفن نیاکان مائی۔توئی کہ در مہد ناز خود مارا پروردی و ز عزت نشو و نما دادی" — (سیاحت نامہ ابراہیم بیگ

خطاب معردات سے:— (موت سے خطاب)

"O Death, all-eloquent ! you only prove
What dust we dote on, when 'tis man we love" (Pope)

امید سے خطاب: -

بس اے ناامیدی نہ یوں دل بجھا تو جھلک اے امید اپنی آخر دکھا تو
ذرا ناامیدوں کی ڈھارس بندھا تو فسردہ دلوں کے دل آخر بڑھا تو
ترے دم سے مردوں میں جانیں پڑی ہیں جلی کھیتیاں تونے سرسبز کی ہیں
(حالی)

د

دائره ...	Circle ... ...
دائره متفقه ...	Uniform Circle ...
,, مجتلبه	Transferred ,, ...
,, مشتبهه	Doubtful ,, ...
,, مختلفه	Different ,, ...
,, منتزعه	Unitary , ...
,, مؤتلفه	Allied ,, ...
دخيل ...	A quiescent letter between تاسيس and روي as ش in عاشق، م in شامل ... ...
دلالت	Indication ... ...
دوبيتي (ديكهو رباعي)	

ذ

ذخيره	Thesaurus, encyclopaedia ...
ذوبحرين -- ...	Havihg two metres, double metred
ذوقافيتين ...	Having two rhymes, double-rhymed
ذومعنيين	Pun (1)
ذوالوجهين (ديكهو دوجيه)	

---

(۱) انگريزي مين Pun يعني ذومعنيين الفاظ كا بهت رواج هے۔مثلاً كوئي سوال كرے ?Is life worth living اورجواب مين كها جائے That depends on the *liver* اس جملے مين liver كے دومعني هين (۱) زنده رهنے والا يعني خود آدمي (۲) جگر۔

ملٹن سے اوسكے ايک دوست نے كها اپني لڑكيون كو لينٹن كيون نهين سكهاتے۔ جواب ديا One tongue is sufficient for a woman (عورتون كيلئے ايک زبان كافي هے) لفظ زبان ذومعنيين هے

رباعي (دوبيتي-ترانه)	Quatrain (see مربع)
ربيعيه	Spring-poem (see also بهاريه)
رجز (مثمن سالم)	A metre consisting of مستفعلن eight times
رجوع	Contradiction
ردالعجز علي الصدر	Concatenation; chain-verse
ردت اصلي	The *Alif* which stands before روي as the *alif* in شباب
ردت زايد	Quiescent letter before روي as خ in گداخت
رديف	(Lit. one who rides a horse behind the principal rider; co-rider) The word repeated at the end of a verse. (۱)
رقطا	A figure in which dotted and undotted letters are used alternately (see خيفا) (۲)
رکض الخيل	(Lit. the galloping of horses) the metre متدارک مثمن سالم
رکن	Foot of a verse
,, سالم	Perfect *rukn*
,, غير سالم يا مزاحف	Imperfect *rukn*
روي	Fundamental basis or the last radical letter in a قافيه

(۱) انگريزي ميں رديف کا وجود نهيں هے مگر پهر بهي بعض شعر ايسے ملتے هيں جنهيں اُردو فارسي کي طرح مصرع کا آخري لفظ دوهرايا جاتا هے- اسي کو رديف کہ سکتے هيں حالانکه انگريزي ميں يه Double-rhyme کهلاتا هے مثال حسب ذيل هے —

"Round your people and *over them*
Night like raiment is drawn,
Close as a garment to *cover them*"

(۲) چونکه انگريزي ميں نقطه دار حروف کي بهت کمي هے لهذا رقطا اور خيفا وغيره قسم کي لفظي صنائع اوسميں ممکن نهيں مگر اسي کے قريب وه صنعت هے جب کوئي خاص حرف ايک ايک يا دو دو حروف کے بعد برابر لايا جائے - مثلاً

ADA SAW AN AMANA MAN AT AMANA EAT AWAY AT A BANANA.

اس جملے ميں هر دوسرا حرف 'A' هے - (يه مثال المدرثية ويکلي مورخه ۱۱ دسمبر سنه ۱۹۳۲ع سے ليگئي هے)—

س

Quiescent	ساکن
Entire, perfect	سالم
Cord	سبب (عروض) ...
A word or a syllable of which the second letter is ساکن as مل و گل	" خفیف
A word or a syllable having two letters both متحرک as گل‌سرخ	" ثقیل ...
(Lit. The cooing of a dove) Concordance, harmonious cadence.	سجع ... ...
Parallel concordance	" متوازي ...
Rythmical "	" متوازن ...
Lopsided "	" مطرف ...
Capapie, personal delineation (۱) ...	سراپا ...
Plagiarism	سرقہ ...
Difference of vowels in ردت as عمید و عمود	سناد ...
Dialogue	سوال و جواب (یامکالمہ)
Proposition of multiples	سیاق‌الاعداد ...

(۱) معشوق کے اعضا کي تعریف جسکو همارے یہان سراپا کہتے هین انگریزي مین بہت کم رائج هے - بہت تلاش کے بعد ایک مثال ملي جو پیش کي جاتي هے - جس سے انگریزي دان اصحاب یہ دیکھہ لین کے کہ یہ چیز بھي انگریزي مین مفقود نہین هے

Hadst thou lived in days of old,	اگر تو قدیم زمانہ مین هوتي
O what wonders had been told	تو کیا کیا تعریفین کیجا تین
Of thy lovely *countenance*,	تیرے حسین چہرے
And thy humid *eyes*, that dance	اور تیري طراوت دار انکھون کي
In the midst of their own brightness,	جو خود اپني روشني مین
In the very fane of lightness,	اپنے نور کے قبون مین ناچا کرتي هین —
Over which thine *eyebrows*, leaning,	جن کے اوپر تیري خمدار بھوین
Picture out each lovely meaning:	هر دلکش جذبے کي تصویر کھینچا کرتي هین
In a dainty bend they lie	اونکا خم نہایت نازک هے
Like the streaks across the sky,	جیسے کہ آسمان پر دھاریان —
Or the feathers from a crow,	یا مثل کوے کے پرون کے
Fallen on a bed of snow:	جو برف کے فرش پر پڑے هون
Of thy *dark hair*, that extends	اور تیرے سیاہ بالون کي جو هین
Into many graceful bends:	خوبصورت پیچ و تاب هین —

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ آیندہ پر)

ش

Pseudo-etymology ... ... شبہ اشتقاق
Dropping the م and ي of مفاعیلن thus reducing to فاعلن ... ... شتر
Blasphemous or heretic poem ... شطحیہ (یا کفریہ)
Couplet, verse ... ... شعر
A poem complaining of the vicissitudes of the times (see also حالیہ) .. شکایت روزگار
(Lit. Tying up) Combination of خبن & کف (which see) .. شکل
An invective against the people of a town ... شہر آشوب

(بسلسلہ فٹ نوٹ صفحہ سابق)

As the leaves of hellebore جو مثل " ہیلي بور" کي پتیون کے ہین
Turn to whence they sprung before-
جو اُس مقام پر پہر ملجاتي ہین جہان سے وہ نکلتي ہین
And behind each ample curl, اور تیرے ہر گھونگر کے پیچھے
Peeps the richness of a *pearl*, ایک نہایت عمدہ قیمتي موتي جھمکتا ہے
Downward too flows many a *tress* اور تیري لمبي زلفونکي جو چمکدار
With a glossy waviness, لہرون کے ساتھہ نیچے لٹکتي رہتي ہین
Full, and round like globes that rise یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا بخوردان سے
From the censer to the skies-
گولے کي صورت مین بخور کا دھوان آسمان کیطرف اوٹھہ رہا ہے
Through sunny hair. Add too, the sweetness انکے علاوہ تیري شیرین
Of thy honied *voice*; the neatness آوازکي حلاوت کي - اور
Of thine *ankle* lightly turn'd: تیرے خوبصورت نازک ٹخنے کي
With those *beauties* scarce discern'd,
اور اُن حسین چیزون کي جوکہ بہت کم نظر آتي ہین
Kept with such sweet privacy, اور ہمیشہ ایسے پیارے پردے مین رہتي ہین
That they seldom meet the eye کہ بمشکل دکھائي دیتي ہین
Of the little loves that fly اون چھوٹے چھوٹے عشق کے دیوتاؤن کو بھي
Round about with eager pry -
جو متجسس آنکھون کے ساتھہ اونکي تاک جھانک مین رہتے ہین
Saving when with freshening lave, سوائے اس کے کہ جب نہانے کے موقع پر
Thou dipp'st them in the taintless wave;
توصاف پاني کي لہرون مین اونکو ڈبوتي ہے
Like twin water-lilies born
اور وہ مثل نیلوفر کے دو ہریا پھولون کے معلوم ہونے لگتي ہین
In the coolness of the morn جو صبح کي ٹھنڈک مین کھلتے ہین
(Miscellaneous poems—Keats)

ص

صدر	First foot of the first مصرع as opposed to عروض (which see)
صفت متضاد	Oxymoron (۱)
صفت منتقله	Transferred epithet (۲)
صنائع لفظی	Verbal embellishment
صنائع معنوی	Embellishment in meaning
صنعت (جمع - صنائع)	Figure of speech
صوت الناقوس	(Lit. the sound of the bell) the metre متدارک مثمن مقطوع (see also رکض الخیل)

ض

ضرب	Second foot of the second مصرع as opposed to ابتدا (which see)

ط

طباق (دیکھو تضاد)	...
طرد و عکس	Transposition and inversion
طے	Dropping the fourth letter (ت) of مستفعلن thus reducing it to مفتعلن = مستعلن
طنز	Irony (۳)
طنزیه	Ironical

ظ

ظرافت	Humour
ظریفانه	Humorous

---

(۱) جیسے Cruel kindness (ظالمانه رحم) — Laborious idleness (محنت آمیز سستی) - Horribly beautiful (خوفناک حسین - یعنے بے انتہا حسین)

(۲) اس سے یه مطلب ہے که کسی صفت کا موصوف حذف کر کے بنظر اختصار وه کسی دوسرے موصوف سے متعلق کیجاے جیسے Restless pillow (بیچین تکیه) ظاهر ہے که بیچین تکیه کی صفت نہین هوسکتی بلکه اوس شخص کی جو کا سر تکیه پر ہے - اسیطرح "A lackey presented an obsequious cup of coffee" (Carlyle)

(خدمتگار نے ایک خوشامدانه پیالي قهوه کي پیش کي) - خوشامد پیالي کي صفت نهین بلکه خدمتگار کی ہے —

(۳) جو بات Innunendo مین کنایته کہی جاتی ہے وه Irony مین صاف طور پر کہتے هین مگر معکوس طریقه سے - البته طرز کلام سے معلوم هوجاتا ہے که کہنے والے کا اصلی مطلب کیا ہے - مثلاً بیوقوف آدمی کو کہین آپ کتنے عقلمند هین - انگریزي مین اسکی مثالین حسب ذیل هین - Bentham انگلش لا (قانون انگلستان) کی تنقید و مذمت کرتے ہوے کہا کرتا تھا Our matchless constitution (همارا لاجواب قانون) یعنی جو حماقت مین لاجواب ہے - فلسفی Locke جو بدیہیات کا منکر اور نظریات کا قایل تھا - مذاق و طنز سے کہا کرتا تھا —

"If ideas were innate, it would save much trouble to many worthy persons."

(اگر همارے خیالات وهبی هوتے تو اکثر قابل لوگ بهت سی تکلیفون سے بچ جاتے) مطلب یه ہے که انسانی خیالات اگر اکتساب کا نتیجه نهوتے توپھر تعلیم و تربیت کی یه زحمتین اوٹھانا فضول اور تحصیل حاصل تھا —

ع

Naked, simple, inornate	عاري
Erotic pœm, amatory verses ...	عاشقانه (نظم) ...
Last *rukn* of the second hemistich as opposed to ابتدا (which see) ...	عجز يا ضرب ...
(1) Last foot of the first hemistich as opposed to صدر (which see) (2) Prosody	عروض
Prosodian	عروضي
	عكس (ديكهو طرد وعكس)

غ

Ode	غزل
	غلو (ديكهو مبالغه)
	غير سالم (ديكهو مزاحف)
Blank verse, heroic	غير مقفي نظم ...

ف

Stay	فاصله (عروض)...
A word or a syllable consisting of four letters the first three of which are متحرك as شكلم وعلمها ...	„ صغري
A word or a syllable consisting of five letters the first four of which are متحرك as شكلمش ...	„ كبري
Boasting verse or pœm	فخريه
Separation-pœm	فراقيه
Unitary or single verse	فرد

ق

Rhyme	قافيه
When the الف تاسيس runs throughout a pœm ...	قافيه موسسه
Dropping the fifth letter (ي) in مفاعيلن thus reducing it to مفاعلن ...	قبض
Dropping the last letter (ن) of مفاعيلن and making the penultimate ساكن ...	قصر
Purpose pœm, panegyric	قصيده
Panegyrist	قصيده گو

قطع	Dropping the last three letters of a rukn as اتن of فاعلاتن thus reducing it to فعلن = فاعل
قطعہ	Fragmentary pœm
قول بالموجب	(see ایہام and استخدام)
قید	The penultimate ساکن before the letter روی as ن in آہنگ, جنگ

ک

کامل (بحر)	(Lit. complete, perfect) a metre consisting of متفاعلن eight times
کسف (یا کشف)	Dropping the final letter (ت) of مفعولات, thus reducing it to مفعولا = مفعولن,
کف	Dropping the last quiescent letter (ن) of مفاعیلن thus reducing it to مفاعیل
کفریہ	(دیکھو شطحیہ)
کلیات	Works, collected works
کنایہ	Innuendo, insinuation (۱)
کنز	Thesaurus
گریز	Transition-verse

ل

لزوم مالا یلزم	Imposing a thing upon one's self unnecessarily
لغت	Lexicon
لغز	Enigma
لف و نشر	Folding and unfolding
" مرتب	Regular "
" غیر مرتب	Irregular "
" معکوس الترتیب	Inverted "

(۱) Innuendo عموماً ایسے موقعوں پر استعمال کیا جاتا ھے جبکہ کسی کی مذمت کھلے الفاظ میں کرنا منظور نہو - بلکہ ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جن سے ظاہری طور پر اوسکی تعریف معلوم ہو - اسکو تاکید المدح بما یشبہ الذم بھی کہہ سکتے ہیں - مثلاً :—

Sydney Smith ایک مرتبہ ایک غیر دلچسپ کتاب پڑھ رہا تھا - اوس کے متعلق اوسنے یہ ریمارک کیا

"I sincerely hope it will improve"

ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ مجھکو امید ھے کہ یہ کتاب ترقی کریگی یعنی میری معلومات میں اضافہ کریگی - مگر کنایتہ یہ کہنا منظور ھے کہ کتاب کچھ نہیں ھے - مہمل ھے —

م

مبادلۃالراسین ...	(Lit. changing the heads) changing the initial letters of two words, thus forming two new words as "best way" and "west bay"
مبالغہ (غلو۔اغراق۔تبلیغ) ...	Hyperbole, (1) exaggeration
مبتدا	Subject ...

(۱) "Hyperbole" سے یہ مطلب ہے کہ کلام میں اثر اسطرح پیدا کیا جائے کہ کسي چیز کو اوسکي قدرتي اور جائز حدود سے بڑھاکر دکھایا جائے۔جب کسي شئے سے بسبب اوسکي بعض صفات کے ہمکو خاص مسرت حاصل ہوتي ہے تو دل چاہتا ہے کہ اون صفات کے بیان میں جہان جانتک ہو سکے مسرت اور زیادہ حاصل کیجائے۔نفس کی اس قدرتی خواہش سے کلام میں ایک خاص زور اور اثر پیدا ہو جاتا ہے جسکا نام اہل بلاغت نے مبالغہ رکھا ہے۔مگر مبالغہ کے صحیح التاثر ہونے کے لئے حسب ذیل شرائط ضروري ہیں —

(۱) مسرت یقیني اور قطعي ہو

(۲) قدرتي اور جائز حدود سے آگے بڑھنے میں تجاوز عن الحق بالکلیہ نہونے پائے —

(۳) مبالغہ کے بیان میں الفاظ ایسے ملایم و مناسب استعمال کئے جائیں جو جذبہ استلذاذ کے منافي نہون —

(۴) قائل کے دل میں بھي وہ جذبہ جسکو وہ مبالغہ سے بیان کرے اوسي شدت سے ہونا چاہئے جتنے کہ الفاظ زوردار ہون۔اگر دل اورزبان میں یکرنگي نہوگي تو کلام بے مزہ اور غیر موثر ہوگا (الکزنڈر بین۔ایل۔ایل۔ڈي)

انگریزي میں مبالغہ کي مثالیں حسب ذیل ہوسکتي ہیں :—

One moment now may give us more
Than fifty years of reason. (Wordsworth)

(موسم بہار کے ایک لمحہ کي ازخود رفتگي پچاس برس کي عقل و ہوش کے ساتھہ زندگي سے زیادہ بہتر ہے)

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ آیندہ پر)

Antithetic	متضاد
Veriegated, chamelion (see ذوبحرین)	متلون
Symmetrical, balanced	متوازن
Parallel, concordant	متوازي
Satirical poems of pre-Islamic days	مثالب
Triplet, tercet	مثلث
Octometer	مثمن

(بسلسلہ فٹ نوٹ صفحہ سابق)

ڈاکٹر بین کی چوتھی شرط کے بموجب یہ جملہ صرف شاعر ورڈس ورتھ مذکورہ بالا کو یا اس زمانہ میں ڈاکٹر بوس کو سزاوار ہے جنکی نظر میں برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتر یست معرفت کردگار

I was all ear

And took in strains that might create a soul
Under the ribs of Death. (Milton's Comus)

(میں سرا سر گوش تہا اور وہ نغمے سن رہا تہا جو مردوں میں بہی جان ڈالدیں)

یہ جملہ بہی بقول بین اور لوگوں کے منہہ سے بے معنی ہوگا تاوقتیکہ اونکا دل مثل شاعر کے جذبۂ حقیقی سے لبریز نہو —

Two hours, whose mighty circle did embrace
More time than might make grey the infant world. (Shelley)

(دو گہنٹے جن کے عظیم دائرے نے اوس سے بہی زیادہ وقت گہیر لیا تہا جتنا کہ ازل سے ابد تک سماتا)

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ آیندہ پر)

Double rhyme, couplet poem	... ...	مثنوي
Non-literal sense	... ...	مجاز
Synecdoche : Metonymy (1)	... ...	مجاز مرسل
A rukn in which the process of جب has taken place (which see)	...	مجبوب
A *rukn* in which the process of جدع has taken place (which see)	...	مجدوع

(بسلسله فت نوٹ صفحه سابق)

یه مبالغه غلو کي حد تک پهونچتا هے اس وجه سے که جزو اپنے کل سے کبهي بڑه نهين سکتا - اور يهان دو کونتے ايسے فرض کئے گئے جو ازل سے ابدتک وقت سے بهي بڑه گئے - مگر الفاظ کي مناسبت اور زور نے شعر کو بے لطف هونے سے بچا ليا —

Fair tresses man's imperial race ensnare
And beauty draws us with a single hair. (Pope)

(معشوق کي) زلفين اپنے جال مين مغرور انسان کو پهانس ليتي هين بلکه حسن تو ايک بال کے زور سے هم کو کهينچتا هے)

اسمين بهي مثل مثال نمبر ۳ کے مبالغه بعيد ازقياس هے مگر حسن الفاظ کي خوبي اور سجاوت نے کلام کو بے مزه نهونے ديا —

(۱) مجاز مرسل کا ترجمه دولفظون سے کيا گيا هے (1) Synecdoche (۲) Metonymy يه دونون يوناني لفظ هين - اوران کے لغوي معني علي الترتيب ايک چيز سے دوسري چيز مراد لينا اور تبديل نام کے هين - قديم زمانه مين يه دونون صنعتين اوس موقع پر استعمال کي جاتي تهين که جب ايک چيز سے کنايته کوئي دوسري چيز مراد ليجاتي تهي - اب يه دونون صنعتين حسب ذيل معنون مين استعمال هوتي هين —

(بقيه فت نوٹ صفحه آينده پر)

مجزو	A verse in which both the ضرب and عروض are dropped...
مدآہل الضدین (دیکھو توجیہ)	
محذوف	Apocopated, imperfect ... ...
مخبون	A metre in which the process of خبن has taken place... (which see)
مخمس	Five-some ... ...
مدح موجہ	Implied praise ... ...

(بسلسلہ فٹ نوٹ صفحہء سابق)

(الف) Synecdoche · (۱) جزو بجاے کل کے · جیسے sail بمعنی ship یا hand بمعنی person - summer بمعنی year (A maiden of sixteen summers) -

(۲) کل بجائے جزو کے جیسے year بجائے spring - The smiling year بمعنی spring —

(۳) غیر مصنوع شے بجائے مصنوع کے جیسے steel بمعنی sword کے - linen بمعنی linen garment کے - copper بمعنی penny —

(ب) Metonymy - (۱) نشان یا علامت بجائے اصل شئے کے - جیسے crown · sceptre - throne بمعنی بادشاھت · red - tape بمعنی routine of office —

(۲) ظرف بجائے مظروف کے · جیسے city بمعنی inhabitants of the city — the palace and the cottage بمعنی rich and poor people —

(۳) نتیجہ بجائے سبب کے جیسے grey hairs بمعنی old age —

(۴) صانع بجائے مصنوع کے · جیسے شاعر کا نام بمعنی تصنیفات شاعر کے · Bradshaw بمعنی Railway Time Table کے جسکو Bradshaw نے تیار کیا تھا -

(۵) جذبہ کا نام بمعنی اوس شخص کے جس کے ساتھہ جذبہ کا اظہار کیا جائے جیسے my love - my joy وغیرہ —

A metre consisting of فاعلاتن four times ...	مدید
Panegyric	مدیحہ
مذہب کلامی (دیکھو استدلال)	
The observance of the similar (1)	مراعات النظیر (تناسب و توفیق)
Foursome, quatrain	مربع
Threnody, elegy	مرثیہ
Cadenced	مرجز
A poem having a ردیف as opposed to مقفی (مثال کے لئے دیکھو ردیف)	مردف
Ornate	مرصع
Imperfect	مزاحف
Consorted	مزدوج
A letter added to خروج (which see) as ت in گویمت ...	مزید
A *rukn* in which the process of تسبیغ has taken place. ...	مسبغ

(۱) انگریزی میں اس صنعت کا رواج کم ہے مگر پھر بھی اسکی مثالیں کبھی کبھی دیکھنے میں آتی ہیں - مثال نمبر ایک میں دریا اور کشتی رانی وغیرہ کے مناسبات استعمال کئے گئے ہیں —

مثال نمبر ۱ :-

I appeal to the House for one last long *pull*, all of us pulling together, in the confident assurance that so doing we shall quickly get the *boat* out of the vicious *current* which is threatening to drag India down on to the *rocks* of insolvency. Once back in *safe waters*, I have every hope that in a surprisingly short time we shall find ourselves on the *flood tide* of prosperity. (Finance Member's speech in introducing the Imperial Budget for 1923 24).

مثال نمبر ۲ —

Assuredly, if the *tree* which Socrates *planted* and Plato *watered* is to be judged by its *flowers* and *leaves*, it is the noblest of trees. But if we take the homely test of Bacon, if we judge of the tree by its *fruits*, our opinion of it may perhaps be less favourable. (Macaulay)

مثال نمبر ۲ میں درختوں کے مناسبات استعمال کئے گئے ہیں —

Increment-poem	مستزاد
Rythmed	مسجع
Sixsome, hexastich	مسدس
Multiple-poem (1)	مسمط
Apparent similarity	مشاکله
	مشطور (دیکھو مربع)
A *rukn* in which the process of شکل has taken place (which see) ...	مشکول
Hemistich	مصرع
Similar	مضارع
Ludicrous	مضحک
Facetiae	مضحکات
Lopsided, lateral	مطرف
Opening verse	مطلع
A *rukn* in which the process of طی has taken place (which see) ...	مطوی
Art of signification	معاني (علم)
Tensome, decastich	معشر
Riddle, enigma	معما
A *rukn* in which the process of قبض has taken place (which see) ...	مقبوض
Prologomena	مقدمة

(۱) مسمط کي مثال انگريزي ميں يه هو سکتي هے —

Then *up* with your *cup*, till you *stagger* in *speech*
And *match* me this *catch*, though you *swagger* and *screech*,
And *drink* till you *wink*, my merry men *each* (Scott.)

A *rukn* in which the process of قصر has taken place (which see) ...	مقصور
Concluding verse	مقطع
Anagram	مقلوب
Complete anagram	" کل
Partial "	" بعض
Winged "	" مجنح
Even "	" مستوي
	مکالمہ (دیکھو سوال و جواب)
A *rukn* in which the process of کف has taken place (which see) ...	مکفوف
Poet-laureate	ملک الشعرا
Patch-work, pied verse	ملمع
Prayer addressed to God	مناجات
Joust, strife-poem	مناظرہ
Monograph	منفردہ
Praise of the Prophet's family	منقبت
Acrostic	موشح
A figure in which all the letters of a word are joined together as opposed to مقطع ...	موصل
A *rukn* in which the process of وقف ... ... has taken place (which see)	موقوف

ن

Nasal ن	ن غنہ
A letter added to مزید (which see) as ش in بردستمش	نایرہ
Prose	نثر
Dropping the first two *sababs* also the final letter, as from مفعولات we have فع = لا ...	نحر
Verse	نظم
Imitation, parody	نظیرہ
Praise of the Prophet	نعت

و

Connective و	واو عطف ....
A burning or retaliatory poem ...	واسوخت ....
A metre consisting of مفاعلتن eight times	وافر (مثمن سالم)...
Lit. a peg	وتد ...
A word or a syllable having three letters the first two of which are متحرک as چمن	" مقرون یا مجموع
A word or a syllable having three letters of which the middle one is ساکن and the first and third are متحرک as بزم شاہ	" مفروق ..
Measure	وزن
A letter affixed to روي (which see) as... م in آموختم	وصل
Dropping the حرکت of the last letter ...	وقف ...

ه

Hidden or unpronounced ہ as ہ in جامہ ...	ہائے مختفي ...
Combination of حذف and قصر (which see)	ہتم ...
Satire, lampoon	ہجو ...
Implied satire	ہجو ملیح
A metre consisting of مفاعیلن eight times	ہزج (مثمن سالم)...
Macaronic	ہزل ...
Obscene poems, facetiæ	ہزلیات ...